عمران سیریز
ہاراکاری
مظہر کلیم ایم اے

ہارا کاری

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ----- محمد اشرف قریشی
----------- محمد یوسف قریشی
تزئین ------ محمد علی قریشی
طابع ------ سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

محترم قارئین!

سلام مسنون! گذشتہ دنوں ایک صاحب کا خط ملا جنہوں نے خط کے نیچے اپنا نام نوازش علی اور مقام کا نام محبت پور لکھا ہے۔ "نوازش نامہ" بے حد دلچسپ تھا۔ لکھتے ہیں۔

"آپ کی کتابیں پڑھنے کے بعد مجھے احساس ہوا ہے کہ بیچارے جاسوسوں کی زندگی کتنی کٹھن ہوتی ہے۔ دن رات تعاقب ـــ لڑائی ـــ بھاگ دوڑ ـــ تشدد ـــ ایک مجرم کو خدا خدا کر کے پکڑتے ہیں کہ دوسرا آ موجود ہوتا ہے۔ ان کی زندگی دیکھ کر میرا جاسوس بننے کا شوق ختم ہو گیا ہے۔ ورنہ دوسرے مصنفین کی کتابیں پڑھنے کے بعد تو جی چاہتا ہے کہ سب دھندے چھوڑ کر بس جاسوس بن جاؤں قسم قسم کی کاریں ـــ ہر وقت خوبصورت اور طرحدار لونڈیوں کا جمگھٹا ـــ اعلیٰ برانڈ کے سگریٹ ـــ قسم قسم کے ملبوسات ـــ اعلیٰ ترین ہوٹلوں میں رہائش اور آخر میں مجرم خود ہی دست بستہ حاضر۔"

محبت پور کے نوازش علی صاحب! آپ کا خط پڑھنے کے بعد میرا ابھی یہی جی چاہتا تھا کہ میں دوسرے فاضل مصنفین کی کتب کا جاسوس بن جاؤں مگر بس ارادہ ہی باندھ کر رہ گیا کیونکہ ایسے جاسوسوں کے انجام سے بہت ڈر لگتا ہے۔ بے چارے اعلیٰ ترین ہوٹل کے غسل خانوں میں ہی وفات پا جاتے ہیں اور دست بستہ مجرم انہیں ڈھونڈتے ہی رہ جاتے ہیں۔

ایک قاری صاحب (کتابوں کے قاری نہیں ۔ سچ مچ کے قاری) عبداللطیف صاحب کا خط آیا ۔

لکھتے ہیں۔ ”آپ کی کتاب ”بلیک پرنس“ پڑھی۔ بے حد غصہ آیا۔ آپ نے جوزف کو اس کتاب میں اتنا چڑھا دیا ہے کہ وہ عمران کو بھی مات دے گیا ہے۔ اس کتاب میں عمران کا کردار بے حد کمزور رہا ہے۔ آئندہ ایسی کتابیں نہ لکھا کریں۔ ورنہ بطور احتجاج ہم عمران سیریز کی بجائے جوزف سیریز پڑھنا شروع کر دیں گے“۔

قاری عبداللطیف صاحب! شکر ہے کہ آپ نے عمران کے کردار کو کمزور لکھا ہے۔ بچ گیا بے چارہ عمران ۔ ورنہ آپ لفظ ”مشکوک“ لکھ دیتے تو آپ سے بعید نہ ہوتا۔ آپ نے دراصل جوزف کو صرف وہمی — ڈرپوک — اور شرابی سمجھ رکھا ہے۔ کم از کم اتنا تو سوچیں کہ عمران اپنے ساتھی سوچ سمجھ کر ہی منتخب کرتا ہے وہ سیکرٹ سروس کا چیف ہے کسی محتاج خانے کا منشی نہیں ہے۔

یوں تو بے شمار خطوط ایسے ہوتے ہیں جو انتہائی دلچسپ ہوتے ہیں۔ مگر یہ دو خط مشتے از خروارے کے طور پر ہدیہ قارئین کئے ہیں۔

؎ کس قیامت کے یہ نامے میرے نام آتے ہیں۔

والسلام

منظہر کلیم ایم۔ اے

”سلیمان — ارے سلیمان کے بچے ذرا آ کر دیکھنا یہ آدھی رات کو کس کی زبان میں کھجلی اٹھی ہے“ — عمران نے لحاف کے اندر سے ہی ہانک لگائی۔ سردی اپنے پورے جوبن پر تھی اور عمران لحاف میں دبکا پڑا کافی دیر سے ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز سن رہا تھا۔ مگر اتنی شدید سردی میں باہر بازو نکالنے کا تصور کرتے ہی اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اس لئے اب وہ سلیمان کو پکارے چلا جا رہا تھا۔ مگر ظاہر ہے سلیمان سردی پروف تو نہیں تھا کہ اتنی سردی میں لحاف سے نکل کر اس کے کمرے میں آتا اور ٹیلی فون سنتا چنانچہ وہ سنی ان سنی کر گیا۔

کم بخت یہ نوکر بھی سر پہ چڑھ گئے ہیں۔ عوامی حکومت نے ان کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ سوچتے ہیں آج باورچی ہیں تو کیا ہوا آخر کار اس گھر کا مالک انہوں نے

ہی توبنا ہے ہونہہ یہ منہ اور مسور کی دال"۔۔۔ عمران نے دل ہی دل میں عوامی حکومت کو کوس ڈالا۔ مگر ٹیلی فون کی گھنٹی تھی کہ بجے ہی چلی جا رہی تھی۔ کم بخت بند ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔

"کوئی مہا قسم کا ڈھیٹ ہے دوسری طرف۔ کم بخت یہ نہیں سوچتا کہ اگر ادھر سے کوئی نہیں سنتا تو جھنجلا کر ریسور رکھ ہی دے۔ عمران نے ٹیلی فون کرنے والے کو صلواتیں سنائیں اور پھر جب کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو لحاف منہ سے ہٹا کر ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

دارالحکومت آج کل شدید سردی کی لپیٹ میں تھا۔ روزانہ رات کو درجہ حرارت نقطہ انجماد سے کئی درجے نیچے گر جاتا۔ اور عمران کو ریڈیو پر موسم کا حال سن کر بے حد غصہ آتا جب اناؤنسر کہتا۔ درجہ حرارت نقطہ انجماد سے دس درجے نیچے گر گیا۔ اور وہ سوچتا کہ جا کر اس اناؤنسر کو کسی تالاب میں دو ڈبکیاں دے۔ بھلا نقطہ انجماد سے دس درجے نیچے گرنے پر بھی وہ درجہ حرارت ہی کہہ رہا ہے۔ درجہ حرارت کہاں سے رہ گیا۔ اسے تو درجہ حرارت کی بجائے درجہ یخ کہنا چاہیئے۔ خواہ مخواہ حرارت کا نام لے کر لوگوں کو چڑاتا ہے۔ حرارت کی توہین کرتا ہے۔

ریسور اٹھانے تک وہ نجانے کیا کیا سوچتا چلا گیا۔ اس نے ریسیور کو بھی لحاف کے اندر ہی گھسیٹ لیا اور پھر بولا۔

"کیا جہنم سے بول رہے ہو بھائی تمہیں سردی نہیں لگتی۔ خواہ مخواہ دوسروں کو بھی لحاف سے باہر بازو نکالنے کی تکلیف دیتے ہو"۔۔۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی

"عمران صاحب میں بلیک زیرو بول رہا ہوں"۔۔۔ دوسری طرف سے

بلیک زیرو کی آواز سنائی دی اور عمران کو اتنا غصہ آیا جی چاہا کہ۔۔۔ بس کچھ نہ پوچھیئے کیا جی چاہا مگر اس نے دل پر جبر کرتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا بھائی۔ کیا درجہ یخ زیرو تک پہنچ گیا۔ پہنچنا ہی تھا مگر شکر ہے کہ اس کے بعد کوئی نمبر نہیں۔ زیرو بلیک ہو یا ریڈ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا"۔۔۔

"عمران صاحب انتہائی سیریس مسئلہ ہے۔ صدرِ مملکت نے ابھی ابھی مجھے یعنی ایکسٹو کو ایوان صدر میں طلب کیا ہے۔ کوئی ہنگامی میٹنگ کال کی ہے"۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی سنجیدگی سے پُر آواز سنائی دی۔

"تو جاؤ بھائی۔۔۔ تمہیں ایکسٹو آخر اس دن کے لئے تو بنایا ہے مجھے پہلے سے علم تھا کہ اتنی سردی میں جانا پڑے گا۔ ورنہ مجھے باؤلے کتے نے کاٹا تھا کہ خواہ مخواہ اتنا اچھا عہدہ چھوڑ کر دھکے کھاتا پھروں۔ مگر یہ صدر مملکت کو آدھی رات کے وقت کیا سوجھی"۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا،

"آدھی رات۔۔۔ عمران صاحب صبح کے چھ بج رہے ہیں اور میٹنگ سات بجے ہے"۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ارے واقعی کمال ہے یار تمہاری گھڑی کہیں رات کے چھ بجے بند تو نہیں ہو گئی تھی ذرا غور سے دیکھو"۔۔۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"میری گھڑی آٹومیٹک ہے جناب آپ ذرا اپنی گھڑی دیکھ لیں"۔۔۔ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"میری گھڑی۔۔۔ گھڑی کیا یاد دلائی بلیک زیرو ایک تیر میرے سینے پہ مارا کہ ہائے ہائے میری گھڑی جو میرے دادا جان مرحوم نے پانچویں جماعت میں سارے سکول سے کم نمبر لینے پر بطور سزا دی تھی مجھ سے چھن گئی وہ کم بخت سلیمان لمبے باندھے پھر رہا ہے۔ کہتا ہے جناب مجھے اس گھڑی سے وقت جلدی نظر

آجاتا ہے اس پر سیدھے سیدھے ہندسے تو لکھے ہوتے ہیں۔ ورنہ آج کل تو جو گھڑیاں آرہی ہیں۔ ان سے وقت معلوم کرنے کے لئے باقاعدہ جیومیٹری اور الجبرے کا ماہر ہونا ضروری ہے۔ بس نشان سے لگا دیتے ہیں۔ بہت تیر مارا تو کہیں کہیں لائن کھینچ دی۔ اب سوچتے رہو کہ آٹھ کدھر ہے اور چھ کدھر ہے"۔۔۔ عمران نے اسے گھڑیوں پر لیکچر دیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب میں نے اس لئے آپ کو ٹیلی فون نہیں کیا تھا کہ آپ اپنی گھڑی کا ماتم شروع کر دیں۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ اس ایمرجنسی میٹنگ میں آپ شریک ہوں گے یا میں چلا جاؤں"۔۔۔ بلیک زیرو نے اصل موضوع پر آتے ہوتے کہا۔ کیونکہ اسے علم تھا کہ اگر عمران کو یہیں روکا نہ گیا تو اسے شام تک گھڑیوں کی تاریخ ہی سنا ڈالنی ہے۔

"تمہارا کیا ارادہ ہے"۔۔۔ عمران نے اس سے سوال کر ڈالا۔

"جیسے آپ حکم کریں بندہ حکم کا غلام ہے"۔۔۔ بلیک زیرو نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم ہی ہو آؤ یار۔ نجانے صدر مملکت کے دماغ میں کیا کیڑا رینگا ہے خواہ مخواہ بور کرے گا۔ ہاں واپس آکر مجھے بور نہ کرنا۔ میں اب پھر سونے لگا ہوں بائی بائی"

عمران نے کہا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔

ریسیور رکھ کر وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ایک زوردار ہانک لگائی۔

"سلیمان ارے او سلیمان"۔۔۔ جب اس ہانک کا کوئی جواب نہ آیا تو اس نے دوبارہ کہا مگر اس بار لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

"سلیمان صاحب۔ اجی میں نے کہا قبلہ نواب سلیمان جاہ صاحب"۔۔۔

اس بار فوراً ہی جواب آیا۔

"کیا بات ہے صاحب کیوں صبح صبح حلق پھاڑ رہے ہیں۔ کیا مجھے بہرہ سمجھ رکھا ہے"۔۔۔ سلیمان نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"اجی قبلہ اگر گستاخی نہ سمجھیں تو بندہ بیڈ ٹی کی فرمائش کر سکتا ہے۔ بڑی سردی ہے"۔۔۔ عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں فریاد کرتے ہوئے کہا۔۔۔

"بیڈ ٹی۔۔۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے بڑا اچھا خیال ہے۔ جب تیار ہو جائے تو ایک پیالی مجھے بھی دے دینا"۔۔۔ سلیمان کا جواب آیا۔

اور عمران اُلّو کی طرح آنکھیں پھاڑے رہ گیا۔

"خدا بھلا کرے عوامی حکومت کا اگر یہی حال رہا تو ایک دن وہ بھی آئے گا کہ ہمیں مجرم پکڑنے نہیں جانا پڑے گا۔ بلکہ مجرم ہمیں پکڑنے آیا کریں گے"۔۔۔ عمران نے سوچا اور پھر لحاف ہٹا کر بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

کمرے میں ہیٹر جل رہا تھا اور کمرہ خوب گرم تھا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے ہیٹر کو دیکھا اور پھر ماتھے پر ہاتھ مار کر بڑبڑانے لگا۔

"حد ہو گئی مجھے معلوم ہی نہیں تھا۔ ہیٹر جل رہا ہے خواہ مخواہ سردی سے اکڑا جا رہا ہوں"۔۔۔

اس نے گاؤن جسم کے گرد لپیٹا اور پھر کمرے سے نکل کر باورچی خانے کی طرف چل پڑا۔ ابھی وہ باورچی خانے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ سلیمان ہاتھ میں چائے کی پیالی پکڑے باہر نکلا۔

"ارے ارے نواب صاحب کیوں اتنی تکلیف کی مجھے حکم کیا ہوتا۔ بندہ جو آپ کا خادم موجود ہے"۔۔۔ عمران نے بڑے انکسارانہ لہجہ برتتے ہوئے بھاپ نکالتی ہوئی چائے کی پیالی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں نے سوچا بزرگوں کا قول ہے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ اس لئے میں خود ہی اپنے لئے بیڈ ٹی بنا لایا"۔۔۔۔ سلیمان نے بڑی بے نیازی سے کہا اور چائے کی پیالی سمیت اپنے بیڈ کی طرف مڑ گیا۔

اور عمران کا اٹھا ہوا ہاتھ ہوا میں اٹھا ہی رہ گیا۔ پھر اس نے جھینپ مٹانے کے لئے ہاتھ واپس کھینچ کر ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"واقعی اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں بڑی برکت ہوتی ہے اسی لئے تو میں تمہیں بلانے آیا تھا۔ وہ ڈرائینگ روم میں مس کجن بیٹھی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ کہہ رہی تھی سلیمان تو میرے خوابوں کا شہزادہ ہے۔ میرے سپنوں کا راجہ اندر ہے میرے من مندر کا دیوتا ہے۔ میرا آئیڈیل ہے۔ میں نے لاکھ اسے سمجھایا کہ میں سلیمان سے زیادہ خوب صورت ہوں مگر وہ مان ہی نہیں رہی۔ آخر تنگ آ کر تمہیں بلانے آیا ہوں۔ اب تم ہی جا کر اسے ہاتھ دکھاؤ۔ میرے قابو میں تو نہیں آ رہی"۔۔۔۔ عمران نے قریب پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بڑے رومانٹک لہجے میں کہا۔

"مس کجن"۔۔۔۔ سلیمان نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"ارے تمہیں نہیں معلوم کل ہی ہمارے ساتھ والے فلیٹ میں آئی ہے۔ اکیس نمبر فرسٹ کلاس چھوکری ہے اور یار تم پر تو سو جان بلکہ ہزار جان سے مرتی ہے پتہ نہیں رات اس نے کیسے کروٹ بدل بدل کر گزاری۔ صبح ہی صبح آ دھمکی"۔ عمران نے بتلایا۔

"مگر ڈرائینگ روم کا دروازہ کس نے کھولا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز تو میں نے سنی تھی مگر"۔۔۔۔ سلیمان باقاعدہ بحث پر اتر آیا۔

"بحث نہ کرو چائے ٹھنڈی ہوتی جا رہی ہے"۔۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے

ہوئے کہا۔

"کیا کہا چلائے"۔۔۔۔ سلیمان نے چونک کر کہا۔

"نہیں سلیمان وہ ٹیلی فون کی گھنٹی نہیں بلکہ کال بیل کی آواز تھی۔ جلدی جاؤ کہیں وہ اکتا کر چلی نہ جائے"۔۔۔۔ عمران نے فوراً بات بناتے ہوئے کہا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں"۔۔۔۔ سلیمان کو یقین نہ آ رہا تھا۔

"تمہاری اس ٹھنڈی پڑتی ہوئی چائے کی قسم میں بالکل سچ بول رہا ہوں"۔ عمران نے اس طرح حسرت بھری نظروں سے چائے کو دیکھتے ہوئے کہا جیسے بلی خواب میں چھیچھڑوں کو دیکھتی ہے۔

عمران نے کچھ اداکاری ہی ایسی کی تھی کہ سلیمان کو یقین آ گیا"۔۔۔۔ مسرت سے اس کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے چائے کی پیالی میز پر رکھی اور پھر قدرے اکڑتا ہوا ڈرائینگ روم کی طرف چل پڑا۔

اس کے کمرے سے باہر نکلتے ہی عمران نے لپک کر چائے کی پیالی اٹھائی اور پھر بڑے ٹھاٹ سے گرم گرم چائے سپ کرنے لگا۔

ابھی چائے کے دو گھونٹ ہی اس کے حلق سے نیچے اترے تھے کہ اچانک سلیمان کی زوردار چیخ سے پورا فلیٹ گونج اٹھا۔ عمران چیخ سن کر چونک پڑا ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ سلیمان شاید اداکاری کر رہا ہے۔ مگر دوسرے لمحے اسے خیال بدلنا پڑا کیونکہ سلیمان چیختا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور رنگ سرسوں کے پھول کی طرح زرد ہو رہا تھا۔

"وہ تو مر چکی ہے صاحب! کسی نے اسے قتل کر دیا ہے"۔۔۔۔ سلیمان نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب کون مر چکی ہے کسے قتل کر دیا ہے۔ تم اب افیم تو نہیں کھانے

لگ گئے "۔۔۔۔ عمران نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"ابھی وہی مس کجن جو میری تعریفیں کر رہی تھی "۔۔۔۔ سلیمان نے کہا اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا اس کے چہرے کا گوشت پھڑکنے لگا۔ اور وہ یوں گھور کر عمران کو دیکھنے لگا۔ جیسے تمام قصور عمران کا ہی ہو۔

"صاحب کہیں رقابت میں تو آپ نے یہ کام نہیں دکھلایا "۔۔۔۔ سلیمان نے انتہائی سخت اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور عمران سوچنے لگا کہ اب سلیمان کو فلم انڈسٹری میں بھرتی کرا دینا چاہیئے اب یہ اداکاری میں بڑوں بڑوں کے کان کترنے لگا ہے۔ ظاہر ہے عمران نے مس کجن کے بارے میں گپ ماری تھی اور سلیمان اب اپنی جھینپ مٹانے کیلئے دوسرے رنگ میں اداکاری کر رہا ہے۔

عمران نے چائے کا آخری گھونٹ لیا۔ پیالی میز پر رکھی اور پھر زور سے تالی بجاتے ہوئے کہا۔

"چل چل اب اداکاری رہنے دے اور ناشتہ تیار کر "۔۔۔۔ عمران نے کان پر سے مکھی اڑاتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ ابھی وہ کمرے میں پہنچا ہی تھا کہ کال بیل زور زور سے بجنے لگی۔

" دیکھنا سلیمان کون آگیا صبح صبح ناشتہ میں شریک ہونے "۔۔۔۔ عمران نے ہانک لگائی اور خود غسل خانے میں گھس گیا۔ پھر اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور نہانے کے دوران اس نے تیز تیز باتوں کی آوازیں بھی سنیں۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے غسل کرتا رہا۔ اس نے کپڑے تبدیل کئے اور جب وہ غسل خانے سے باہر نکلا تو آوازیں ابھی تک آ رہی تھیں عمران سیدھا ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر وہ دروازے میں ہی ٹھٹھک گیا۔ کیونکہ ڈرائنگ

روم میں واقعی ایک صوفے پر ایک خوب صورت لڑکی کی لاش پڑی ہوئی تھی اس کے سینے سے خون نکل نکل کر صوفے پر پھیل چکا تھا۔ سوپر فیاض دو انسپکٹر اور دیگر پولیس والے وہاں موجود تھے۔ سلیمان کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور وہ ایک طرف کھڑا سسکیاں لے رہا تھا۔

" آیئے عمران صاحب ہمیں آپ کا ہی انتظار تھا۔ ایک انسپکٹر نے عمران کو دروازے میں دیکھتے ہی کہا اور دوسرے لمحے سب نے چونک کر ریوالور نکال لئے۔ سوپر فیاض کے چہرے پر عجیب سی مسرت تھی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے سپاہیوں کو ڈپٹ کر کہا۔

"گرفتار کر لو اس کو "۔۔۔۔ اور سپاہی ہتھکڑی لے کر عمران کی طرف بڑھنے لگے "ٹھہرو "۔۔۔۔ عمران نے جواب بے حد سنجیدہ تھا سپاہیوں کو روکتے ہوئے کہا۔ اور اس کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ سپاہی اپنی جگہ پر رک گئے۔

" یہ لڑکی کون ہے اور تم نے سلیمان کو کیوں گرفتار کر رکھا ہے "۔۔۔۔ عمران نے بے حد تلخ لہجے میں سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

" یہ تو اب تم بتلاؤ گے کہ یہ لڑکی کون ہے اور کیوں اسے قتل کیا گیا ہے۔ تم دونوں کی گرفتاری کی منظوری میں نے رحمٰن صاحب سے حاصل کر لی ہے۔ پورے فلیٹ کو مسلح سپاہیوں نے باقاعدہ گھیر رکھا ہے۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ تم اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دو۔ ۔۔۔۔

" اگر میں ایسا کرنے سے انکار کر دوں سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب "۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں بے حد زہریلا پن تھا۔

" تو پھر مجھے زبردستی کرنی پڑے گی۔ ویسے میں وعدہ کرتا ہوں عمران کہ یہاں سے ہتھکڑی لگا کر تمہیں دفتر جا کر چھوڑ دوں گا۔ یہ تو صرف ایک قانونی کارروائی ہے۔

ورنہ تم میرے دوست ہو۔ مگر میں کیا کروں دوستی اپنی جگہ اور فرض اپنی جگہ"۔۔۔۔ سوپر فیاض نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ!۔۔۔ تو اس واقعہ کی آڑ لے کر تم اپنی پرانی حسرت پوری کرنا چاہتے ہو۔ مگر تم جانتے ہو سوپر فیاض تم اپنی یہ حسرت اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤ گے۔" عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بس اب زیادہ باتیں نہ کرو میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے۔ گرفتار کر لو"۔۔۔ سوپر فیاض نے غصے سے چیخ کر کہا۔ اور سپاہی اور انسپکٹر سب عمران کی طرف بڑھنے لگے۔ سپاہیوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ جبکہ انسپکٹروں نے ریوالور اٹھائے ہوئے تھے۔

عمران انہیں اپنی طرف بڑھتے دیکھتا رہا۔ پھر وہ قدم بڑھا کر تیزی سے سوپر فیاض کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"اگر گرفتار ہی کرنا ہے سوپر تو پھر اپنے ہاتھوں سے کرو"۔۔۔ عمران نے دونوں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہتھکڑی مجھے دو"۔۔۔ سوپر فیاض نے چہکتے ہوئے لہجے میں ایک سپاہی کو مخاطب کر کے کہا۔

"ویسے تم پچھتاؤ گے سوپر"۔۔۔ عمران نے بڑے نرم لہجے میں سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"دیکھا جائے گا"۔۔۔ فیاض نے سپاہی سے ہتھکڑی لیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہتھکڑی عمران کے اٹھے ہوئے بازوؤں کی طرف بڑھا دی۔ اس کی آنکھوں میں مسرت کے دیپ جل رہے تھے۔ آج اس کی زندگی کی ایک بہت بڑی خواہش پوری ہونے والی تھی۔ آج عمران پر اس کی برتری پوری طرح ثابت

ہو جائے گی۔ اور عمران جو اسے ہمیشہ انگلیوں پر نچاتا رہا ہے آج اس کے پیچھے پیچھے ملزم بنا اس کے اشارے کا پابند ہو گا۔

سلیمان بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ عمران کی حیثیت سے اچھی طرح واقف تھا۔ مگر وہ کیا کر سکتا تھا۔ عمران اپنی مرضی کا مالک تھا۔

فیاض نے ہتھکڑیوں کے دائرے کھولے اور پھر عمران کے بازوؤں کے گرد انہیں ڈال کر دبانا ہی چاہتا تھا کہ اچانک یوں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ جیسے اسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ ہتھکڑیاں اس کے ہاتھوں سے نکل کر فرش پر گر گئی تھیں اور دوسرے لمحے اس نے بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں عمران کو سلیوٹ کیا اور سلیمان کے لبوں پر بڑی طنزیہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ عمران نے جو آنکھیں بند کئے بڑے اطمینان سے ہاتھ آگے بڑھائے کھڑا تھا۔ ہتھکڑیاں گرنے کی آواز سن کر چونک پڑا اور آنکھیں کھول دیں۔

فیاض اور اس کے ساتھیوں کو سلیوٹ کرتے دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔ مگر اس نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں کئے۔ بلکہ بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"گرفتار کر لو فیاض کیوں نہیں گرفتار کرتے۔ اب تو میرے ہاتھ بھی تھک گئے ہیں۔۔۔۔"

"مم مم معافی چاہتا ہوں۔۔۔۔ آپ کی کلائی پر ریڈ کراس ہے"۔۔۔۔ فیاض نے بے حد گھبرائے ہوئے لہجے میں اس کی کلائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ریڈ کراس"۔۔۔۔ عمران نے بڑے حیرت بھرے لہجے میں اپنی کلائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس پر پیتل کی ایک گول مہر چمڑے کے تسمے سے بندھی ہوئی تھی اس مہر کے درمیان سرخ رنگ کا کراس نمایاں نظر آ رہا تھا۔

"ارے اس سے ڈر گئے۔ اب تو ریڈ کراس کے زمانے ہی گزر گئے اب تو ڈبل کراس کا دور ہے"۔۔۔ عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

"مم مگر آپ کے پاس کہاں سے آیا"۔۔۔ فیاض نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔ لہجہ مؤدبانہ ہی تھا۔

"ارے یہ تو امام ضامن ہے جو میری اماں جان نے گھر سے نکلتے ہوئے باندھا تھا"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"مجھے اجازت دیجئے میں نے جا کر رحمان صاحب کو رپورٹ دینی ہے۔ سلیمان کو چھوڑ دو"۔۔۔ فیاض نے اس سپاہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جس نے سلیمان کو ہتھکڑی لگا رکھی تھی۔ سپاہی نے بڑی پھرتی سے سلیمان کے ہاتھ آزاد کئے اور فیاض واپس دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ ایسے جا رہا تھا۔ جیسے کوئی جواری اپنی تمام پونجی لٹا کر اب کبھی نہ جوا کھیلنے کی قسمیں کھاتا جا رہا ہو۔

"اٹن شن"۔۔۔ اچانک عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر فیاض کے ساتھ ساتھ تمام افراد باقاعدہ اٹن شن ہو گئے۔

فیاض کا رخ دروازے کی طرف اور پشت عمران کی طرف تھی اور وہ اسی حالت میں اٹن شن کھڑا ہو گیا۔

"اباؤٹ ٹرن"۔۔۔ عمران نے باقاعدہ پی ٹی کراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض اس کی طرف مڑ گیا۔ اس کے چہرے پر اب باقاعدہ یتیمی برس رہی تھی۔ وہ ریڈ کراس کی وجہ سے مجبور ہو گیا تھا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں اپنے آپ پر صلواتیں پڑھ رہا تھا کہ کیوں اس ذلیل نوکری میں آن پھنسا۔

"تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے"۔۔۔ عمران نے بڑے تحکمانہ لہجے میں

سوال کیا۔

"سر مجھے صبح صبح ایک گمنام ٹیلی فون ملا۔ جس میں بتایا گیا کہ آپ کے فلیٹ میں ہوم سیکرٹری کی لڑکی مس شیلا قتل کر دی گئی ہے اور لاش ابھی تک وہیں موجود ہے۔ میں نے سر رحمٰن سے بات کی۔ انہوں نے فوراً چھاپہ مارنے اور آپ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ وہ خود بھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ میں نے یہاں سے فون پر ہوم سیکرٹری کو بھی اطلاع کر دی تھی"۔۔۔ فیاض نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ارے باپ رے ڈیڈی بھی یہاں آنے والے ہیں۔ مم مگر خدا قسم مجھے اس لڑکی کے بارے میں کوئی علم نہیں یہ سب سلیمان کی شرارت ہو گی کیوں بے"۔۔۔ عمران نے آخر میں سلیمان پر آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"خدا سے ڈریئے صاحب مجھے کیا پتہ آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ آپ اس سے باتیں کر کے آ رہے ہیں اور وہ مجھے بلا رہی ہے"۔۔۔ سلیمان نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مگر سلیمان پیارے وہ تو میں نے صرف تمہاری چائے کی پیالی حاصل کرنے کے لئے تمام ڈائیلاگ بولے تھے۔ اب مجھے کیا خبر تھی کہ واقعی ایک لونڈیا ڈرائنگ روم میں موجود ہے"۔۔۔ عمران کے چہرے پر یکدم مظلومیت اور مسکینیت کا آبشار بہنے لگا۔

"سر میرے لئے کیا حکم ہے"۔۔۔ سوپر فیاض جو اب تک ماتحتوں کے ساتھ اٹن شن کھڑا تھا آخر بول پڑا۔

"اوہ ہاں سنو سپرنٹنڈنٹ فیاض اپنے تمام سپاہیوں سمیت میرے فلیٹ سے فوراً دفعہ ہو جاؤ اور آئندہ یہاں آنے سے پہلے میری حقیقت کا تصور

ضرور کر لیا کرنا۔ جاؤ اپنے آدمیوں کو بھیج کر دو منٹ بعد پھر میرے پاس حاضر ہونا"۔۔۔۔ عمران نے ایک بار پھر بے حد تحکمانہ لہجے میں کہا اور سوپر فیاض سلیوٹ کر کے تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے ماتحت بھی اس کے پیچھے تھے۔

سلیمان پیارے ۔۔۔۔ ڈیڈی یہاں پہنچنے والے ہیں اور سوپر فیاض پر تو رعب چل گیا ان پر قطعی نہیں چلنا انہوں نے تو کان سے پکڑ کر ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دینی ہیں۔ اس لئے اپن تو گول ہوتے ہیں۔ اب تو ہی رہ کر جواب دیتے رہنا"۔۔۔۔ عمران نے سلیمان سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"مم مگر بڑے صاحب تو مجھے کچا چبا جائیں گے"۔۔۔۔ سلیمان کی بڑے صاحب کے غصے کا تصور کر کے اپنی روح ہوا ہوئی جا رہی تھی۔

"اچھا ہے کچا گوشت کھانے کی عادت پڑ گئی تو باورچی کے نخروں سے تو جان چھوٹ جائے گی"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر واپس مڑنے لگا۔

اسی لمحے فیاض دوبارہ اندر داخل ہوا اور اسی طرح مؤدبانہ کھڑا ہو گیا۔ ریڈ کراس نے اس کی تمام پھنے خانی کا جنازہ نکال دیا تھا۔

"تمام سپاہی چلے گئے"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یس سر"۔۔۔۔ فیاض نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

عمران نے اپنی کلائی سے ریڈ کراس والی مہر اتار دی اور پھر فیاض کو دیتے ہوئے کہا"۔۔۔۔ یہ رکھ لو سوپر فیاض اور میرے فلیٹ کے باہر کھڑے ہو جاؤ۔ جب ڈیڈی آئیں تو یہ انہیں دے دینا۔ وہ شاید خوش ہو کر تمہیں کوئی بہت بڑا انعام بخش دیں۔ اب جاؤ"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور فیاض نے بڑی حیرت سے وہ مہر عمران کے ہاتھوں سے لی اور پھر اسے لئے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی عمران نے بڑی پھرتی سے صوفہ پر پڑی ہوئی لاش اٹھا کر کاندھے پر لادی اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا عقبی دروازے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے نکلتے ہی سلیمان نے بھی انتہائی پھرتی سے کام لیا اور دوسرے لمحے اس نے صوفے پر موجود خون آلود گرد پوش اتار کر دوسرا گرد پوش چڑھا دیا اور خون آلود گرد پوش لپیٹ کر سٹور روم کی ایک خفیہ الماری میں ڈال دیا۔ اب وہاں قتل کا کوئی نشان باقی نہ بچا تھا۔

اس لئے سلیمان بڑے اطمینان سے سیٹی بجاتا ہوا کچن کی طرف بڑھ گیا۔

فیاض کو دروازے پر کھڑے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ سر رحمٰن کی کار وہاں آن رکی۔ سر رحمٰن کے ساتھ ہوم سیکرٹری بھی آئے تھے۔ شاید سر رحمٰن کو دیر بھی اسی لئے ہو گئی تھی۔ کہ وہ ہوم سیکرٹری کو لینے ان کی کوٹھی گئے تھے۔

"لاش کہاں ہے فیاض! اور کیا عمران گرفتار ہو گیا ہے"۔۔۔۔ سر رحمٰن نے کار سے اترتے ہی انتہائی سخت لہجے میں سوپر فیاض سے سوال کیا۔

لاش اوپر ڈرائنگ روم میں موجود ہے اور عمران ۔۔۔۔ فیاض کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ عمران کے متعلق کیا بتلا کر فقرہ مکمل کرے۔ چنانچہ اس نے فقرہ مکمل کرنے کی بجائے ریڈ کراس والی مہر سر رحمٰن کی طرف بڑھا دی۔

"یہ کیا ہے اور عمران کا اس سے کیا تعلق"۔۔۔۔ سر رحمان نے مہر کو ہاتھ میں لے کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر یہ ریڈ کراس ہے اور یہ عمران کی کلائی میں موجود تھا۔ ظاہر ہے اس کی موجودگی میں میں عمران کو کیسے گرفتار کر سکتا تھا۔ یہ تو انتہائی ہائی اتھارٹی بیج ہے"۔۔۔۔ فیاض نے بڑے یتیمانہ لہجے میں جواب دیا۔

"فیاض تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ یہ ریڈ کراس بیج ہے کیا تم نے

اس کو بغور دیکھا ہے۔ اس پر کس انتھارٹی کا نام کندہ ہے؟" ۔۔۔ سر رحمان نے انتہائی جلال کے عالم میں بیج اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا۔ ہوم سیکرٹری بھی حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"ن ن نہیں سر میں نے نہیں پڑھا۔" ۔۔۔ فیاض نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پڑھو احمق آدمی نجانے تمہیں کس گدھے نے اس محکمے میں بھرتی کیا تھا؟" ۔۔۔ سر رحمان پورے جلال میں تھے۔

فیاض نے بیج کو غور سے دیکھتے ہوئے ریڈ کر اس کے گرد کندہ انتھارٹی نیم پڑھا۔ لکھا ہوا تھا۔

سائن آف انٹرنیشنل بیچلر۔ یعنی بین الاقوامی کنوارے کا نشان اور یہ پڑھ کر سوپر فیاض کے ہاتھوں سے وہ مہر نیچے گر پڑی اور حقیقت میں اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اس کا جی چاہا ابھی ریوالور نکال کر اپنے آپ کو گولی مار دے۔ عمران اسے ایک بار پھر چکمہ دے گیا تھا۔

"س س سر میں نے انتھارٹی پر غور نہیں کیا تھا۔ میں نے تو نشان دیکھ کر ہی اسے ہائی انتھارٹی بیج سمجھا تھا"۔۔۔ فیاض نے مردہ سے لہجے میں جواب دیا۔

"فیاض تم انٹیلجنس کے سپرنٹنڈنٹ ہو یا گھسیارے۔ سائن دیکھا تھا تو کم از کم انتھارٹی دیکھ کر اطمینان تو کر لینا تھا۔ چلو اوپر میں پوچھتا ہوں اس انٹرنیشنل بیچلر سے"۔۔۔ سر رحمان بھی مکمل جلال میں تھے اور پھر وہ ہوم سیکرٹری کو ساتھ لئے فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے۔

دروازے پر ایک زوردار لات مارتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور وہیں سے دھاڑے۔

"عمران ۔۔۔ عمران ۔۔۔" دوسرے لمحے سلیمان کانپتا ہوا اندر داخل ہوا۔ سلیمان کو دیکھ کر سر رحمان نے انتہائی غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"عمران کہاں ہے سلیمان؟" ۔۔۔

"ب بڑے صاحب۔ صاحب تو دو دن سے نہیں آئے"۔۔۔ سلیمان نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

"لاش کہاں ہے؟" ۔۔۔ سر رحمان نے ڈرائنگ روم میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ہوم سیکرٹری بھی جو اپنی بیٹی کی لاش دیکھنے آیا تھا خالی ڈرائنگ روم دیکھ رہا تھا سب سے بری حالت سوپر فیاض کی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑے اس صوفے کو دیکھ رہا تھا جس پر لاش پڑی ہوئی تھی مگر اب وہاں لاش تو رہی ایک طرف خون کا ایک دھبہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"لاش۔ کس کی لاش صاحب یہاں تو کوئی لاش نہیں ہے"۔۔۔ سلیمان نے حیرت اور پریشانی کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔

"کہاں ہے لاش فیاض! اور تم کہتے ہو تم نے عمران سے باتیں کی ہیں اور سلیمان کہہ رہا ہے۔ عمران دو دن سے غائب ہے"۔۔۔ سر رحمان ایک بار پھر فیاض پر الٹ پڑے۔

"جج جناب لاش اس صوفے پر موجود تھی۔ صوفے کے گرد پوش پر خون بھی لگا ہوا تھا۔ اور عمران سے میں نے یہیں باتیں کی ہیں۔ اس نے مجھے یہ جعلی بیج دیا ہے آپ میرے ماتحتوں سے پوچھ سکتے ہیں۔"

"مگر اب تو نہ یہاں لاش ہے اور نہ ہی خون کا کوئی دھبہ"۔۔۔ سر رحمان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور پھر سلیمان پر چڑھ دوڑے۔

"سچ سچ بتلاؤ عمران کہاں ہے ورنہ چمڑی ادھیڑ دوں گا فیاض اور اس

کے ماتحتوں نے یہیں اس سے باتیں کی ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ وہ دو دن سے غائب ہے"۔۔۔۔۔

"جج جناب میں سچ بول رہا ہوں سوپر صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے"۔۔۔۔۔ سلیمان نے سوپر کا حلیہ بدلتے ہوئے سوپر میں تبدیل کر دیا۔

اور سوپر فیاض خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ ہوم سیکرٹری جواب تک بیٹے کے سوگ میں سنجیدہ تھے۔ اب سوپر کے لفظ پر زیر لب مسکرا دیئے۔ سلیمان نے بڑی معصومیت سے فیاض کو سپرنٹنڈنٹ سے بھنگی بنا دیا تھا۔

"ہونہہ۔ سر رحمٰن نے غصے سے ہنکارا بھرا اور پھر فیاض سے مخاطب ہوئے"۔ تمام فلیٹ کی تلاشی لو اگر کہیں لاش یا خون کا دھبہ ملے تو اس سلیمان کو قتل کے الزام میں گرفتار کر لو۔ عمران کو بگاڑنے میں اس کا سب سے زیادہ ہاتھ ہے"۔۔۔۔۔ سر رحمٰن نے بڑے تلخ لہجے میں فیاض کو حکم دیا۔

"یہ عمران کا آپ کا اکلوتا بیٹا ہے نا"۔۔۔۔۔ ہوم سیکرٹری نے پہلی بار زبان کھولی اسے شاید اب اطمینان ہو گیا تھا کہ اس کی بیٹی کے متعلق خبر غلط تھی۔

"ہاں راشد یہ ناخلف میری ہی اولاد ہے"۔۔۔۔۔ سر رحمٰن نے ہوم سیکرٹری راشد کو جواب دیا۔

"مگر یہ تو ایکسٹو کے ساتھ کام کرتا ہے اور میں نے اس کے کارناموں کی بڑی تعریفیں سنی ہیں"۔۔۔۔۔ ہوم سیکرٹری نے کہا۔

"اسی ایکسٹو نے تو اُس کو سر پر چڑھا رکھا ہے۔ کارنامہ کیا بس ایسے ہی جھک مارتا رہتا ہے۔ پکا سور ہے۔ اب دیکھو فیاض کو ریڈ کر اس کا جعلی بیج دکھلا کر ٹال دیا"۔۔۔۔۔ سر رحمٰن نے اس بار بڑے نرم لہجے میں اور قدرے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ جیسے دل ہی دل میں وہ عمران کی چالاکی کی داد

دے رہے ہوں۔

"ویسے یہ تو سپرنٹنڈنٹ نے حماقت کی ہے ورنہ انٹرنیشنل بیچلر کے الفاظ صاف لکھے ہوئے نظر آتے ہیں"۔۔۔۔۔ ہوم سیکرٹری نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ سر رحمٰن کوئی جواب دیتے۔ فیاض منہ لٹکائے اندر داخل ہوا۔

"کچھ بھی نہیں ملا سر"۔۔۔۔۔ اس نے مُردہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ۔ اچھا تم واپس دفتر چلو۔ اور سنو سلیمان۔۔۔۔۔ جب بھی عمران آئے اسے میرے پاس بھیج دینا"۔۔۔۔۔ سر رحمٰن نے سلیمان کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر بڑے صاحب"۔۔۔۔۔ سلیمان نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

اور پھر سر رحمٰن ہوم سیکرٹری کو لیئے فلیٹ سے نکل گئے ان کے پیچھے پیچھے سوپر فیاض بھی باہر نکل گیا اور سلیمان نے دروازہ بند کر کے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

زرد رنگ کی اس وسیع و عریض عمارت میں خوب گہما گہمی تھی۔ ایک لحاظ سے افراتفری مچی ہوئی تھی۔ ہر دو منٹ بعد کار عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوتی اور کسی کو اتار کر فوراً چلی جاتی۔ عمارت کے گرد مسلح افراد مسلسل گشت کر رہے تھے۔

عمارت کے خفیہ تہہ خانے کے دروازے پر زرد رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ اور دروازے پر دو مسلح دربان موجود تھے۔ جو ہر آنے والے کا باقاعدہ شناختی کارڈ چیک کرتے اور پھر اسے اندر جانے کی اجازت مل جاتی اور پھر اچانک زرد رنگ کا بلب بجھ گیا۔ اور اس کی بجائے سرخ رنگ کا بلب جلنے لگا۔ دربانوں نے چونک کر دروازے کا ہینڈل گھمایا اور پھر ایک طرف ہٹ کر دہلیز کے قریب دو تاروں کو آپس میں جوڑ دیا دوسرے لمحے ایک جھماکا ہوا اور پھر پورے دروازے پر بجلی کی لہریں سی کوندنے لگیں۔ دربان واپس چلے گئے۔

ہال کے اندر ایک گول میز کے گرد تقریباً بیس کے قریب کرسیاں موجود تھیں اور اس وقت کوئی کرسی بھی خالی نہیں تھی۔ وہ سب لوگ خاموش بیٹھے تھے۔ کہ کونے میں بیٹھے ہوئے ایک ادھیڑ عمر آدمی نے جو

اس میٹنگ کا انچارج معلوم ہو رہا تھا۔ سب سے پہلے گفتگو کا آغاز کیا۔

"ہیلو پارٹنرز ۔۔۔ آج کی میٹنگ ہمارے ملک کی تاریخ میں سب سے اہم میٹنگ ہے اس میٹنگ میں ہم نے جو فیصلے کرنے ہیں ان کی کامیابی یا ناکامی پر آئندہ نسلوں کی خوش حالی یا بدحالی کا انحصار ہے ہم میں سے ہر شخص کو اپنی جگہ اس بات کا اچھی طرح احساس کر لینا چاہئیے کہ اس کے کاندھوں پر ایک عظیم ذمہ داری موجود ہے اسی لئے اس میٹنگ کو انتہائی سیریس ٹریٹ کیا جائے۔"

"آپ قطعی بے فکر رہیں جناب ہم میں سے ہر شخص انتہائی ذمہ دار پوسٹ کا حامل ہے اس لئے غیر ذمہ داری کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک نوجوان نے جواب دیا اور باقی سب نے اس کی تائید میں سر ہلا دیا۔

"کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس وقت کون سے ملک کی کرنسی معاشی طور پر سب سے زیادہ مضبوط ہے اور بین الاقوامی معاشیات پر کنٹرول کر رہی ہے۔ اگر نہیں تو میں آپ کو بتلاتا ہوں۔ ہمارے ملک پاجان کی کرنسی پوری دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہوتا اگر مسلم ممالک اپنا تمام سرمایہ ایکریمیا کرانس اور ریٹیانیہ کے بنکوں سے نکلوا کر ہمارے بنکوں میں جمع نہ کرا دیتے۔ ان تینوں ملکوں نے اپنا پورا زور لگایا کہ کسی طرح یہ عظیم سرمایہ جو کسی قوم کی معیشت کے لئے ریڑھ کی ہڈی ثابت ہو سکتا ہے۔ ان کے بنکوں سے ہمارے بنکوں میں منتقل نہ ہونے پائے اس سلسلہ میں بے شمار سازشیں بھی ہوئیں۔ مگر ہمارے سیکرٹ سروس کے مختلف ڈیپارٹمنٹس نے اپنی اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر تمام سازشوں کا تار و پود بکھیر دیا۔ اور جب سرمایہ ہمارے بنکوں میں منتقل ہو گیا تو ہم سب نے اطمینان کا سانس لیا۔

مگر اب صورت حال ایک بار پھر بدلتی جا رہی ہے۔ ہمیں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے یہ عظیم سرمایہ ملک سے باہر چلا جائے گا۔ اور اس کا نتیجہ آپ کو معلوم ہے کہ کیا ہو گا۔ جس ملک میں یہ سرمایہ جائے گا۔ اس ملک کی کرنسی بین الاقوامی معاشیات پر کنٹرول حاصل کر جائے گی۔ اور وہ ملک پوری دنیا میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور خوش حال بن جائے گا۔ اور ہمارا ملک ایک بار پھر ترقی اور خوشحالی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائے گا۔

اسی لئے ہمارے ملک کے صدر، وزیر اعظم اور دیگر با اختیار افراد کی راتوں کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں آخر کار اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ ملٹی ڈیپارٹمنٹس میٹنگ بلوائی گئی ہے۔ جس میں آپ سب شریک ہیں۔

"آپ سب کو معلوم ہے کہ ایشیا میں ایک مسلم ملک پاکیشیا موجود ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا غیر ترقی یافتہ ملک ہے۔ کیونکہ جب سے یہ ملک وجود میں آیا ہے۔ سوائے اس کے پہلے دو لیڈروں کے جو ملک کے ابتدائی دور میں ہی وفات پا گئے تھے باقی تمام لیڈر ایسے آئے۔ جنہیں ملک کی ترقی سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ پھر اس ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔ پھر دوسرا مارشل لا نافذ ہوا۔ جس کے آخر میں قریبی طاقت ور ملک سے جنگ ہوئی اور اس ملک کا ایک حصہ علیحدہ ہو گیا۔ اس طرح یہ ملک اپنی سابقہ ساکھ بھی کھو بیٹھا۔ اور پوری دنیا کی نظروں میں اس ملک کا وجود قطعی غیر اہم ہو گیا۔ کیونکہ جو ملک باقی بچا تھا وہ معاشی طور پر انتہائی بدحال تھا۔ اور صوبائی عصبیت میں اس حد تک جکڑا ہوا تھا۔ کہ کسی بھی وقت اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا امکان تھا۔ قریبی ملک کے ایجنٹ اس ملک میں مسلسل کام کر رہے تھے۔ اور سیاسی طور پر خاصی اہمیت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ اس لئے اس کا انجام صاف نظر آ رہا تھا۔ مگر اس ملک کے عوام اپنے لیڈروں سے بے حد مختلف ہیں۔ ان میں بے پناہ قوت برداشت اور ترقی کرنے کی غیر معمولی لگن ہے۔ اس ملک میں افرادی قوت اور جدوجہد کی کوئی کمی نہیں ہے صرف بات اتنی تھی کہ اس ملک کے عوام کو صحیح قیادت نہیں ملی تھی جو انہیں کسی منظم نظام و پروگرام کے تحت آگے بڑھاتی۔ ان کی خوش قسمتی سے جب وہ تباہی کے گہرے غار کی تہہ تک پہنچنے والے تھے کہ انہیں ایک لیڈر ایسا مل گیا۔ جس نے انہیں سنبھال لیا۔ یہ لیڈر اس وقت ملک کا وزیر اعظم ہے۔ بین الاقوامی طور پر عظیم سیاست دان مانا جاتا ہے۔ اس لیڈر نے سب سے پہلے تو ملک کے عوام کے ذہنوں میں پر چھائی ہوئی مایوسی کی دھند صاف کر دی۔ اور پھر پے در پے اصلاحات نافذ کیں۔ زرمبادلہ کمانے کے لئے ملک کی ہر چیز جو باہر جا سکتی تھی بھیجی تو اس سے ملک میں مہنگائی یکدم اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ اور لوگ جو پہلے ہی معاشی طور پر انتہائی بدحال ہو چکے تھے اور زیادہ بدحال ہوتے گئے۔ یہ ایک انتہائی خطرناک قدم تھا۔ اگر کسی بھی اور ملک میں یہ تجربہ کیا جاتا تو عوام دوسرے دن ہی اس حکومت کا تختہ الٹ دیتے۔ مگر اس ملک کے عوام میرے خیال میں پوری دنیا کے لوگوں میں سب سے زیادہ قوت برداشت رکھتے ہیں۔ انہوں نے کوئی شور و غل نہیں مچایا اور لوگ اس صورت حال کو نبھا گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس ملک نے بے شمار زرمبادلہ کمایا اور اس سے ملک میں بنیادی اور اہم صنعتیں قائم کر دی گئیں خارجہ طور پر پاکیشیا کے وزیر اعظم نے بے مثال کامیابی حاصل کی اور پوری دنیا میں ایک بار پھر پاکیشیا کی ساکھ بنتی چلی گئی۔ ہمیں اس تمام جدوجہد سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ کیونکہ ہر ملک کو ترقی کرنے کا حق ہے اور ہم اس حق کے علمبردار بھی ہیں۔ مگر ایک شرط کے ساتھ۔ وہ یہ کہ ان کی ترقی سے ہمارے مفادات پر کوئی ضرب نہ پڑے اور جہاں ہمارے مفادات متاثر ہوں وہاں ہم ان کے

اس حق کو بھی سلب کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ ہم نے خود اس ملک کی ترقی میں ان کے ساتھ تعاون کیا۔ ہمارے ملک کے ساتھ پاکیشیا کے بڑے اچھے صنعتی اور سیاسی تعلقات قائم ہو گئے جو اب تک موجود ہیں۔ مگر وزیر اعظم پاکیشیا کے ایک حالیہ اقدام سے ہمارے مفادات کو خصوصی طور پر ٹھیس پہنچے گی۔ چنانچہ ہم اسے ہر قیمت پر اس اقدام سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ بین الاقوامی قوانین کے تحت ہم براہ راست اور کھلے طور پر کچھ نہیں کر سکتے اس لئے ہماری حکومت نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ہماری سیکرٹ سروس اس موقع پر اپنی بھرپور کارکردگی کا مظاہرہ کر کے اپنے ملک کے مفادات کا تحفظ کرے اس لئے صدر مملکت کے حکم پر یہ میٹنگ کال کی گئی ہے:۔۔۔۔

میٹنگ کے انچارج نے پوری تفصیل سے شرکار کو پس منظر سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ اقدام کیا ہے سر۔۔۔ اس کی وضاحت کریں"۔۔۔ ایک ممبر نے اشتیاق سے پُر لہجے میں سوال کیا۔

"پاکیشیا ایک اسلامی ملک ہے۔ ہماری دنیا میں جتنے بھی اسلامی ممالک موجود ہیں۔ وہ سب معدنی دولت سے مالامال ہیں۔ مگر سیاسی طور پر وہ سب ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ صدیوں پہلے مسلم اس دنیا کی رہنمائی کرتے تھے۔ پھر دیگر اقوام نے جوڑ توڑ کئے اور مسلم دنیا آہستہ آہستہ زوال پذیر ہو گئی۔ یورپین اور دیگر ممالک صدیوں سے مسلسل اس کوشش میں لگے رہے ہیں۔ کہ مسلم ممالک کے درمیان کسی صورت بھی اتحاد قائم نہ ہونے پائے چنانچہ مختلف سیاسی حربے استعمال کر کے انہیں آپس میں لڑایا جاتا رہا ہے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مسلم ممالک آپس میں لڑ کر کمزور ہوتے چلے گئے۔ اس طرح دنیا

کی اس بڑی طاقت کا شیرازہ بکھیر دیا گیا۔ تمام مسلم ممالک بے پناہ معدنی دولت سے مالامال ہیں۔ انہیں معدنیات سے بے پناہ دولت حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ سیاست ہے کہ وہ اس دولت کا صحیح استعمال کرنے کی بجائے عیاشی پر ضائع کر رہے ہیں اور باقی دولت کو وہ یورپین ممالک کے بنکوں میں جمع کراتے رہے۔ چنانچہ یورپین ممالک اس دولت کے بل پر صنعتی طور پر بے پناہ ترقی کرتے رہے۔ مگر پھر ایک سیاسی بحران نے ان ممالک کے سربراہوں کو مجبور کر دیا کہ وہ ان ممالک کے بنکوں سے اپنی دولت نکال لیں۔ ہمارے ملک نے کوشش کی نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دولت ہمارے بنکوں میں منتقل ہو گئی۔ اس طرح اس خطیر دولت سے جو فوائد وہ ممالک اٹھاتے رہے۔ وہ ہم نے حاصل کرنے شروع کر دیئے پھر ان عرب ممالک اور یہودی ملک میں جنگ ہو گئی۔ چنانچہ اس جنگ میں یہ ممالک وقتی طور پر متحد ہو گئے تمام دنیا کے مایہ ناز سیاست دان انہیں ایک بار پھر علیحدہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ مگر پاکیشیا کے وزیر اعظم نے اپنی بہترین خارجہ پالیسی کو استعمال کرتے ہوئے ان سب کو مزید متحد کرنے کا فیصلہ کیا اور اس طرح اس نے اپنے ملک پاکیشیا میں مسلم سربراہوں کی کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کر لیا۔ جہاں تک ہمیں اطلاعات ملی ہیں۔ پاکیشیا اس کانفرنس کو منعقد کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا۔ اس طرح تمام یورپین اور ایشیائی غیر مسلم ترقی یافتہ ممالک کی زبردست ڈپلومیٹک شکست ہو گی۔ اگر صرف معاملہ یہاں تک ہوتا تو ہمیں خاص طور پر اس سے کچھ زیادہ نقصان نہ تھا۔ کیونکہ ہمارے تعلقات ان ممالک سے خاصے خوشگوار ہیں ہمارے مفادات پر جہاں ضرب پڑتی ہے وہ یہ کہ ہمیں باوثوق ذرائع سے یہ اطلاع ملی ہے کہ اس کانفرنس میں خفیہ طور پر اس بات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ ایک مسلم ورلڈ بنک

قائم کیا جائے اور یہ بنک پاکیشیا میں قائم ہوگا اس بنک میں تمام مسلم ممالک
کی دولت جمع ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہمارے ملک سے بھی مسلم ممالک کی
تمام دولت نکل کر اس بنک میں منتقل ہو جائے گی۔ اس کے دو اہم نتیجے نکلیں
گے۔ ایک تو یہ کہ اس دولت سے ہم جو اپنے ملک کو خوشحالی کے عروج پر پہنچا
رہے تھے۔ وہ خوشحالی اب پاکیشیا میں شروع ہو جائے گی۔ ایسی خوشحالی جس
کا وہ لوگ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ پاکیشیا کے عوام بے حد محنتی ہیں۔
چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ پاکیشیا معاشی طور پر بے حد خوشحال اور مضبوط
ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اگر یہ دولت پاکیشیا میں منتقل ہو گئی تو پاکیشیا کی کرنسی
اس حد تک مضبوط ہو جائے گی کہ وہ پوری دنیا کی کرنسیوں کو کنٹرول کرنا شروع
کر دے گی۔ جس سے خاص طور پر ہمیں بے پناہ نقصان ہوگا۔ چنانچہ اس میٹنگ
کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے۔ کسی طرح پاکیشیا میں یہ دولت منتقل نہ ہو سکے۔
بین الاقوامی قوانین کے تحت ہم اس دولت کی منتقلی کو کسی صورت میں بھی
نہیں روک سکتے۔ صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے۔ کہ ہم اس کانفرنس
کو سبوتاژ کر دیں۔ تاکہ مسلم ورلڈ بنک کا منصوبہ ہی ختم ہو جائے اور اس طرح
ہماری معیشت پر منڈلانے والا یہ بھیانک خطرہ دور ہو جائے"۔۔۔۔ انچارج
نے پوری تفصیل سے ممبروں کو تمام پسِ منظر اور منصوبہ بتا دیا۔
تمام ممبران کافی دیر تک خاموشی سے بیٹھے سوچتے رہے ایک ممبر نے
سکوت کا پردہ چاک کیا۔
"سر میرا ڈیپارٹمنٹ ریڈ زیرو اس کے لئے اپنی خدمات پیش کرتا ہے ہم
ضرور اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے"۔
"میں بحیثیت نمائندہ خصوصی باساشی ڈیپارٹمنٹ کی خدمات پیش کرتا

ہوں"۔۔۔۔ ایک ممبر نے بلند آواز میں کہا۔
"میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ ایک اور ممبر نے بات کرنے کی اجازت
چاہی"۔۔۔۔ "ہاں کہیئے"۔۔۔۔ انچارج نے کہا۔
"سر ریڈ زیرو ڈیپارٹمنٹ میں تمام ممبران باچانی ہیں۔ اگر ریڈ زیرو نے
وہاں کام شروع کیا۔ تو ایک بھی ممبر کی گرفتاری کے بعد پاکیشیا سے فوری طور
پر تمام باچانیوں کو نکال دیا جائے گا۔ اور اس طرح یہ ڈیپارٹمنٹ ناکام بھی ہو
سکتا ہے۔ ہم یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اب رہا باساشی ڈیپارٹمنٹ تو گو اس
کی کارکردگی بے مثال ہے مگر اس سے پہلے باساشی[1] ڈیپارٹمنٹ ایک کیس کے
سلسلے میں پاکیشیا میں کام کر چکا ہے۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ
ڈیپارٹمنٹ وہاں بُری طرح ناکام رہا۔ ایک مادام باساشی وہاں گرفتار ہو گئی اور
دو مادام باساشیاں وہاں سے بڑی مشکل سے فرار ہو سکیں۔ اس لئے میرے خیال
میں اتنے اہم منصوبے پر اس ڈیپارٹمنٹ کو بھیجنا ایک بہت بڑا رسک ہے۔
چنانچہ اس سلسلے میں میں اپنے ڈیپارٹمنٹ ہاراکاری کی خدمات پیش کرتا ہوں
میرا ڈیپارٹمنٹ کارکردگی میں بے مثال ہے اور اسے خصوصی قسم کے مشنز پر
بھیجا جاتا ہے۔ پوری سیکرٹ سروس میں صرف اسی ڈیپارٹمنٹ کا ریکارڈ ایسا
ہے۔ جو قطعاً بے داغ ہے۔ آج تک کسی بھی کیس میں یہ ڈیپارٹمنٹ ناکام نہیں ہوا
پھر سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس ڈیپارٹمنٹ کے ممبران گو محبِ وطن باچانی
ہیں۔ مگر ان میں سے ایک بھی شکل و صورت سے باچانی نہیں ہے۔ بلکہ مختلف ملکوں
اور نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ باچانی اس ڈیپارٹمنٹ کے سرکردہ ممبر خصوصی

---

[1] اس کے لئے مظہر کلیم ایم اے کے شاہکار ناول "باساشی" اور "مادام" پڑھیئے۔

تربیت یافتہ اور بہترین دماغوں کے مالک ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے۔ اس اہم ترین مشن کے لئے ہارا کاری ڈیپارٹمنٹ سب سے زیادہ مناسب ہے "۔

اس ممبر کے خاموش ہوتے ہی باقی ممبران اس سے اور آپس میں بحث میں الجھ گئے۔ سب یہ چاہتے تھے کہ ان کے ڈیپارٹمنٹس اس مشن پر بھیجے جائیں۔ مگر کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ آخر انچارج نے ہاتھ کھڑا کر کے سب کو خاموش کیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر بولا۔

" بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں فوری فیصلہ کرنا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہارا کاری ڈیپارٹمنٹ اس مشن کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہے۔ ہم میں سے ہر ڈیپارٹمنٹ کسی نہ کسی مشن میں ناکام ہو چکا ہے۔ مگر ہارا کاری آج تک کسی بھی مشن میں ناکام نہیں ہوا۔ اور مجھے امید ہے کہ اس مشن میں بھی یہ ڈیپارٹمنٹ ضرور کامیاب رہے گا۔

" باس کی تائید سے ممبران دو دھڑوں میں بٹ گئے۔ کچھ ہارا کاری کے حق میں تھے کچھ اس کے خلاف۔ اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹس کی وکالت کر رہے تھے۔ مگر یہ دھڑے کسی ایک ڈیپارٹمنٹ پر متفق نہ ہو سکے۔ اس لئے آخر کار ایک طویل بحث کے بعد متفقہ طور پر ہارا کاری کے حق میں ہی فیصلہ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ ہوا کہ تمام ڈیپارٹمنٹ پاکیشیا کے متعلق اپنی معلومات ہارا کاری کو منتقل کر دیں تاکہ ہارا کاری پوری طرح پاکیشیا میں پیش آنے والے خطرات سے آگاہ ہو کر ان کا سدباب کر سکے۔ اس کے ساتھ ہی یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔

عمران اس لڑکی کی لاش کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے تیزی سے عقبی دروازے سے نکلا اور قریب ہی موجود اپنی کار کا دروازہ کھول کر اس نے لاش کو پچھلی سیٹ پر ڈالا اور پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کا دماغ کمپیوٹر کی طرح کام کر رہا تھا۔ اُسے اچھی طرح احساس تھا۔ کہ جنہوں نے اس لڑکی کی لاش کو اس کے ڈرائنگ روم میں پہنچایا ہے ان کا مقصد صرف اتنا نہیں ہوگا۔ کہ سوپر فیاض عمران کو گرفتار کرے۔ بلکہ اس کی جڑیں بے حد گہری ہوں گی۔ اسی لئے وہ جلد از جلد دانش منزل تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ تاکہ بلیک زیرو کے ذمے اس لاش کو لگا کر وہ خود اس سلسلہ میں مزید تحقیقات کرے۔ اس کی چھٹی حِس بتا رہی تھی کہ کوئی بہت بڑا کیس شروع ہونے والا ہے۔

وہ تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا جیسے ہی گلی سے نکل کر بڑی سڑک پر پہنچا اس نے چند ہی لمحوں میں اپنے تعاقب میں آتی ہوئی ایک سیاہ رنگ کی کار کو چیک کر لیا۔ گو تعاقب بے حد احتیاط سے کیا جا رہا تھا۔ مگر عمران کی عقابی نظروں سے بھلا وہ کیسے بچ سکتے تھے۔

تعاقب کا احساس ہوتے ہی عمران کے ذہن پر اس اچانک واقع سے جو دھند سی چھا گئی تھی۔ یکدم دور ہو گئی۔ اب وہ مقابلے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

چنانچہ اس کے لبوں پہ زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس نے کار کا رخ دانش منزل کی بجائے ساحلی علاقے کی طرف موڑ دیا۔

پھر اچانک وہ چونک پڑا کیونکہ سامنے سے دو کاریں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئیں پوری رفتار سے دوڑتی آ رہی تھیں۔ ان کی وجہ سے پوری سڑک رک گئی تھی اور سڑک کے دونوں طرف چونکہ کافی گہرے گڑھے تھے اس لئے بچ کر نکل جانے کا ایک فیصد بھی امکان نہ تھا۔

کاریں اتنی تیز رفتاری سے آ رہی تھیں کہ جیسے عمران کی کار کو روندتی ہوئی گزر جائیں گی۔ عمران سمجھ گیا کہ مجرم کھلے مقابلے پر تل گئے ہیں اس نے عقبی آئینے پر نگاہ دوڑائی تو بڑی سیاہ کار اب عمران کی کار کے کافی نزدیک آ چکی تھی۔

خوفناک حادثہ اب ناگزیر ہو چکا تھا۔ دونوں طرف سے کاروں کا فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا چلا جا رہا تھا۔ عمران کو ہلاک کرنے کا واقعی انہوں نے خوفناک ترین پلان بنایا تھا۔ مگر عمران کے چہرے پر بدستور اطمینان کے آثار تھے۔ اس کی پیشانی پر پریشانی کی ایک بھی شکن نمودار نہیں ہوئی تھی، وہ اسی طرح اطمینان سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اور موت دونوں طرف سے پر تولے اس پہ جھپٹنے کو تیار تھی۔

پھر فاصلہ بہت کم رہ گیا۔ اتنا کم کہ زیادہ سے زیادہ چند منٹ بعد حادثہ وقوع پذیر ہو جانا لازمی تھا۔ اس لمحے عمران نے کار کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھا اور پھر پلک جھپکنے کی دیر میں اس نے دروازہ کھول کر سڑک کی سائیڈ میں موجود گڑھے میں چھلانگ لگا دی۔ اس سے پہلے کہ اس کا جسم زمین کو چھوتا۔ ایک زوردار اور خوفناک دھماکے سے اردگرد کا ماحول گونج اٹھا۔ دونوں طرف سے کاریں پوری قوت سے عمران کی کار میں دھنستی چلی گئیں اور عمران کی کار ان دونوں

کے درمیان بری طرح پچک کر رہ گئی۔ دھماکے کے ساتھ ہی عمران کے حساس کانوں میں ایک آدمی کی چیخ سنائی دی۔ عمران ہاتھوں کے بل گڑھے میں گرا اور پھر گرتے ہی اس نے دو تین لڑھکنیاں کھائیں اور پھر وہیں دبک گیا۔ گرنے کا طریقہ ہی ایسا تھا کہ اس کے جسم پہ خراش تک نہ آئی۔

اسے خطرہ تھا کہ کاروں میں سے مجرم باہر نکلیں گے۔ مگر جب چند لمحوں تک کچھ بھی نہ ہوا تو اس نے سر گڑھے سے باہر نکالا۔ اس کی کار کا تو خیر حشر ہونا ہی تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تینوں کاریں بھی بری طرح مسخ ہو گئی تھیں اور ان میں سے ایک کار تو سڑک کے دوسری طرف گڑھے میں الٹ بھی گئی تھی باقی کاریں سڑک پر کھڑی جل رہی تھیں چونکہ یہ سڑک ساحلی علاقے کو جانے والی تھی اس لئے سنسان تھی۔ دور دور تک کوئی کار نظر نہیں آ رہی تھی۔ عمران تیزی سے گڑھے میں سے باہر نکلا اور ان دونوں کاروں کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر قریب جا کر وہ رک گیا۔ اس کے چہرے پہ حیرت تھی، دونوں کاروں میں ایک ایک آدمی تھا۔ اور وہ دونوں آدمی بھی کار کے اندر ہی پچک کر رہ گئے تھے۔ عمران تیزی سے الٹی ہوئی کار کی طرف بڑھا۔ اس کار کا ڈرائیور بھی ختم ہو چکا تھا۔ عمران نے کاروں کی نمبر پلیٹیں پہ نظر ڈالی مگر تینوں کاروں کی نمبر پلیٹیں غائب تھیں۔ عمران ان مجرموں کے طریقہ کار پر سخت حیران تھا۔ کیونکہ ایسے مجرم اسے آج تک نہیں ٹکرائے تھے۔ جو اسے ختم کرنے کے لئے اپنی جانوں پہ بھی یوں اطمینان سے کھیل جائیں۔

"یہ تو صریحاً خودکشی ہے" ـــــ عمران بڑبڑایا اور پھر ان کاروں سے دور ہٹتا چلا گیا۔ کیونکہ کسی بھی لمحے ان کے پٹرول ٹینک پھٹ سکتے تھے۔ اسے اب اس لڑکی کی لاش کی پرواہ بھی نہیں تھی کیونکہ ظاہر ہے کار کے ساتھ ساتھ لاش

بھی ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکی تھی ۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا شہر کی سمت بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اور پھر باری باری اس کے کانوں میں تینوں کاروں کے پٹرول ٹینک پھٹنے کے دھماکے پڑے۔ مگر وہ رکا نہیں۔ بلکہ اس کے قدم اور تیزی سے فاصلے کو کاٹنے لگے۔ کیونکہ اسے علم تھا کہ دھماکوں کی آوازیں دور دور تک جائیں گی اور پولیس کسی بھی لمحے وہاں پہنچ سکتی ہے۔ وہ ان کے آنے سے پہلے پہلے وہاں سے دور نکل جانا چاہتا تھا ورنہ لڑکی کا مسئلہ گلے پڑ جانے کا خطرہ تھا۔

جلد ہی وہ درمیانی فاصلہ طے کر کے ایک اور سڑک پر آ گیا اور پھر پہلی ٹیکسی جو اس کے قریب آ کر رکی وہ اس میں سوار ہو گیا۔

"ٹاور روڈ" ۔۔۔۔ عمران نے حسب عادت اسے دانش منزل کا پتہ بتلانے کی بجائے قریبی چوک کا پتہ بتلا دیا۔ اور خود ایک بار پھر سوچوں میں گم ہو گیا حالات بہت تیزی سے بدلے تھے۔ مجرم جو کوئی بھی تھے، بڑے عجیب و غریب تھے۔ اور عمران کی نظروں میں بے حد خطرناک بھی۔ کیونکہ اپنی جان پر کھیل جانے والے مجرم عمران کے نزدیک سب سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ اور پھر مجرم بے حد منظم بھی تھے۔ کیونکہ انہوں نے باقاعدہ ایک پلان کے تحت عمران کو فلیٹ سے باہر نکال کر ایک سڑک پر گھیرا تھا۔ دوسری بات یہ کہ مجرم کافی سے زیادہ ترقی یافتہ بھی تھے۔ کیونکہ عمران نے مجرموں کی کاروں میں وائرلیس لگے ہوئے بھی چیک کر لئے تھے۔ اس وائرلیس کی بنا پر ہی تو انہوں نے اسے ساحلی سڑک پر گھیر لیا تھا۔ ورنہ انہیں کیا معلوم کہ عمران فلیٹ سے نکل کر ساحلی سڑک کی طرف مڑ جائے گا۔

عمران اپنی سوچوں میں گم تھا۔ کہ اچانک ٹیکسی ایک جھٹکے سے رک گئی ۔

عمران نے چونک کر باہر دیکھا اور دوسرے لمحے وہ اپنی محویت پر اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا۔ وہ اپنی سوچوں میں ایسا گم ہوا تھا۔ کہ اسے معلوم ہی نہیں ہوا کہ ٹیکسی ٹاور روڈ کی بجائے کہیں اور پہنچ گئی تھی۔ عمران گو بے حد چوکنا رہنے کا عادی تھا۔ مگر پے در پے ایسے حیرت انگیز واقعات سے دوچار ہوا تھا کہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ٹیکسی کسی بہت بڑی عمارت کے وسیع و عریض ہال میں آ کر رکی تھی۔ اور جب تک عمران چونکتا ڈرائیور دروازہ کھول کر باہر نکل چکا تھا۔

عمران نے ابھی دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا۔ کہ چار پانچ مشین گن بردار کار کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے بڑے تحکمانہ لہجے میں عمران کو حکم دیا۔

"مسٹر عمران خاموشی سے باہر نکل آئیے۔ ورنہ ہم گولی چلانے میں ہرگز دریغ نہیں کریں گے"۔

عمران کے لبوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ رینگ گئی۔ اور پھر وہ بڑے اطمینان سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

"فرمائیے جناب میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے بڑے اطمینان سے کندھے جھٹکتے ہوئے اسی آدمی سے سوال کیا جس نے اسے باہر نکلنے کا حکم دیا تھا۔

"فی الحال تو آپ اپنے ہاتھ اپنے سر سے بلند کر لیجئے"۔۔۔۔ اسی نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ کیسے ممکن ہے جبکہ قدرت نے ہاتھ سر سے نیچے رکھے ہیں تو میں انہیں کیسے بلند کر سکتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے بھی جواب بڑی معصومیت سے دیا اس کے چہرے پر وہی ازلی معصومیت پوری طرح چھائی ہوئی تھی۔

"شٹ اپ جو میں کہہ رہا ہوں وہی کرو ورنہ" ——— نوجوان کو شاید غصہ آگیا تھا۔

"اچھا جناب حکم حاکم مرگ مفاجات ——— مگر قدرت کی خلاف ورزی پر جو گناہ ہوگا وہ آپ کے ذمہ ——— میں میدان حشر میں صاف صاف کہہ دوں گا" ——— عمران نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے بڑی معصومیت سے کہا۔

"زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھو" ——— نوجوان نے تلخ لہجے میں کہا اور پھر ایک آدمی کو عمران کی تلاشی کا حکم دیا۔ عمران کی جیب سے ریوالور نکال لیا گیا۔ ریوالور کے علاوہ اور کچھ بھی نہ نکلا۔

"اب مڑ کر سیدھے چلے چلو" ——— نوجوان نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ہاتھ نیچے کر لوں۔ میں اعصابی مریض ہوں۔ میرے اعصاب جکڑے جاتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں ہاتھ یہیں رہ جائیں اور لوگ میرا نام عمران کی بجائے ہینڈز اپ رکھ دیں" ——— عمران کی زبان بھلا کہاں رکنے والی تھی۔

نوجوان سمجھ گیا کہ عمران کو خاموش رکھنا ناممکن ہے۔ اس لئے شاید اس نے خود ہی خاموش رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور چلتے ہوئے ایک برآمدے میں آگئے۔ برآمدے میں ایک دروازے کے باہر دو مسلح دربان موجود تھے۔ جیسے ہی یہ لوگ دروازے کے قریب پہنچے ایک دربان نے دروازہ کھول دیا۔ دروازے کی ساخت سے محسوس ہو رہا تھا کہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔

"اندر چلو" ——— نوجوان نے جو مشین گن کی نال عمران کی پشت سے لگائے آ رہا تھا۔ اسے حکم دیا۔

عمران اندر داخل ہو گیا یہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا۔ جس کے وسط میں پڑی ہوئی ایک وسیع و عریض میز کے پیچھے گنجے سر والا غیر ملکی بیٹھا تھا۔ اس کی تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں اور چہرے پر جاہ و جلال کا عالم طاری تھا۔

عمران کے ساتھ ساتھ تینوں مشین گن بردار بھی اندر داخل ہوئے اور ان کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ دوبارہ بند کر دیا گیا۔

"یہ عمران ہے" ——— گنجے نے بڑے تلخ اور تضحیک آمیز لہجے میں پوچھا۔

"یس باس" ——— نوجوان نے بے حد مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ عمران خاموش کھڑا بڑی مسکراتی ہوئی نظروں سے اس گنجے کو دیکھ رہا تھا۔

"بیٹھو نوجوان" ——— گنجے نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمران سے کہا اور عمران بڑے سکون سے کرسی پر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گیا۔

"مسٹر عمران کیا تم سیکرٹ سروس کے رکن ہو" ——— گنجے نے اس بار براہِ راست عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں جناب میں اوپن سروس کا رکن ہوں" ——— عمران نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اوپن سروس وہ کیا ہوتی ہے" ——— گنجے نے بڑی حیرت سے سوال کیا۔

"سیکرٹ سروس کی متضاد سمجھ لیں" ——— عمران کا لہجہ مؤدبانہ تھا۔

گنجا چند لمحے سوچتا رہا اور پھر اچانک اس کی سرخ آنکھوں میں غصے کے چراغ جل اٹھے۔ چہرہ غصے کی زیادتی سے کچھ اور بگڑ گیا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو ——— تم نہیں جانتے کہ اس وقت کس کے ساتھ بات کر رہے ہو" ——— اس نے کڑک دار لہجے میں کہا۔

"مذاق تو نہیں اڑا سکتا البتہ آپ کے ہیڈ پلیٹ فارم سے جہاز اڑا سکتا ہوں

عمران نے اسے مزید چڑانے کے لئے اس کے گنجے پن پر چوٹ کی۔

"شٹ اپ یو سن آف بچ ـــــ نانس ـــــ ڈیم فول"ـــــ گنجے کے منہ سے مغلظات کا طوفان ابل پڑا۔

"بس آپ کو اتنی ہی گالیاں آتی ہیں۔ مجھے حکم کریں تو میں آپ کو مزید گالیوں سے آگاہ کروں تاکہ آپ کے نالج میں اضافہ ہو"ـــــ

عمران نے حسب عادت اسے اور چڑایا۔

غصہ گنجے کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ وہ اچھل کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر میز کے پیچھے سے نکل کر بڑے غیض و غضب کے عالم میں عمران کی طرف بڑھا۔ اس کا انداز بے حد جارحانہ تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ عمران کو مکھی کی طرح مسل کر پھینک دے گا۔

عمران بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک اطمینان تھا۔ جیسے یہ سب کچھ دلچسپ تماشہ ہو۔ کمرے میں موجود تینوں نقاب پوش بڑی حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ پھر جیسے ہی گنجا عمران کے نزدیک آیا اور اس نے عمران کے چہرے پر طمانچہ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا مگر اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ عمران کے چہرے پر پڑتا۔ عمران نے برق کی سی تیزی سے ایک زوردار تھپڑ گنجے کے منہ پر رسید کر دیا۔ تھپڑ اتنا زوردار اور اتنا اچانک تھا کہ گنجا اپنی جگہ پر لٹو کی طرح گھوم گیا۔ پھر جیسے ہی وہ گھوما۔ عمران نے بڑی پھرتی سے اس کی پشت سے اس کی گردن کے گرد اپنا دایاں بازو حائل کر دیا اور دوسرے لمحے میز کی طرف پشت کر کے اس نے اپنے آگے اس گنجے کو کر لیا۔ گنجا گو بڑا قوی ہیکل جسم کا مالک تھا مگر عمران ایک بازو کے بل پر اسے بے بس کئے ہوئے تھا۔

تینوں مشین گن بردار حیرت سے پلکیں جھپکا رہے تھے۔ کیونکہ یہ سب کچھ اتنی

تیزی سے ہوا تھا کہ ان کے دماغ میں اس صورت حال کو سمجھ ہی نہ سکے اور جب انہیں ہوش آیا تو ان کا باس عمران کے ہاتھوں میں تڑپ رہا تھا۔ گنجا جیسے ہی اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتا عمران بازو کا دباؤ اور بڑھا دیتا اور گنجے کی آنکھیں باہر نکلنے لگتیں۔ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ گنجے کا بایاں گال پھٹ گیا تھا اور اس کے منہ اور ناک سے خون تیزی سے باہر نکل رہا تھا۔ عمران کے ایک ہی تھپڑ نے اس کے تمام جاہ و جلال کا جنازہ نکال دیا تھا۔

"اپنے آدمیوں سے کہو مشینیں گنیں نیچے پھینک کر ہاتھ اٹھا دیں۔ ورنہ میں تمہاری گردن توڑ دوں گا"ـــــ عمران کے لہجے میں بے پناہ درندگی تھی۔

"گگ گولی چلا دو۔ مار دو اسے"ـــــ گنجے نے عمران کی توقع کے بالکل خلاف حکم دیا اور پھر ان تینوں مشین گن برداروں نے ٹریگر دبا دیئے۔ عمران ظاہر ہے اس گنجے کے پیچھے کھڑا تھا۔ اس لئے گولیاں سیدھی اس گنجے کے جسم کی طرف آئیں عمران نے ٹریگروں پر ان کی انگلیوں کی حرکت دیکھتے ہی پھرتی سے گنجے کی گردن سے اپنا بازو ہٹایا اور خود اسے آگے دھکیلتا ہوا نیچے بیٹھ گیا۔ گولیوں کی پہلی بوچھاڑ گنجے کے جسم میں اتر گئی اور اس کے جسم میں بے شمار روشندان بن گئے۔ اور وہ الٹ کر آگے فرش پر جا گرا اور اب عمران قطعی طور پر نہتا ان کے سامنے موجود تھا جو عمران کو ختم کرنے کے لئے اپنے باس پر گولیاں چلانے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

وہ بھلا عمران کو کہاں بخشتے تھے۔ چنانچہ دوسری بوچھاڑ عمران کی طرف آئی مگر عمران سانپ کی سی تیزی سے میز کے نیچے رینگ گیا۔ گولیاں فرش سے ٹکرائیں اور دوسرے لمحے عمران نے دوسری طرف نکل کر اس بھاری بھرکم میز کو بڑی پھرتی سے اٹھا کر ان پر دھکیل دیا۔ گولیوں کی تیسری بوچھاڑ اس میز سے ٹکرا کر رہ گئی اور ان میں سے دو مشین گن بردار اس بھاری بھرکم میز کی زد میں آ کر نیچے گر گئے تیسرا جو دائیں ہاتھ

کی طرف کھڑا تھا اس کی زد سے بچ گیا مگر اسے بچنے کے لئے تیزی سے ایک طرف ہٹنا پڑا اور عمران نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا عمران نے میزان کی طرف اچھالتے ہی زخمی چیتے کی طرح اس تیسرے مشین گن بردار پر چھلانگ لگا دی اور دوسرے لمحے اس نے اسے چھاپ لیا عمران کا ہاتھ مشین گن پر پڑا اور مشین گن عمران کے ہاتھ آگئی اس نے عمران کو پکڑنے کی کوشش کی مگر عمران نے پوری قوت سے مشین گن کا دستہ اس کے سینے پر مار دیا اور ایک چیخ مار کر وہ فرش پر تڑپنے لگا۔ مشین گن کے دستے نے اس کی پسلیاں توڑ دی تھیں۔ اسے دستہ مار کر عمران بجلی کی سی تیزی سے سیدھا ہو گیا اور یہ وہی لمحہ تھا جب وہ دونوں مشین گن بردار میز کو الٹا کر سیدھے ہوئے تھے عمران نے انہیں مشین گنیں سیدھی کرنے کا بھی موقع نہ دیا اور ان پر فائر کر دیا مشین گن سے گولیاں بارش کی طرح برسنے لگیں اور وہ دونوں گولیوں کے زور پر چند لمحے کے لئے ٹوئسٹ کرتے ہوئے فرش پر گرے مشین گن کی گولیوں نے ان کے جسم چھلنی کر دیئے۔

ان کو ختم کرنے کے بعد عمران زخمی کی طرف مڑا۔ مگر وہ بھی فرش پر تڑپ کر ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اس کے منہ سے خون کی دھار باہر نکلی ہوئی تھی۔ شاید مشین گن کے دستے نے اس کی پسلیاں توڑ کر اس کے دل کو مضروب کر دیا تھا۔ ظاہر ہے اس کا نتیجہ فوری موت کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔

اسے بے جان دیکھ کر عمران ایک طویل سانس لیتے ہوئے سیدھا ہوا اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے اس نے جس بے رحمی سے ان تینوں کو ہلاک کیا تھا۔ اس سے ظاہر تھا کہ عمران بھی اس لمحے درندہ بن چکا تھا۔ چند لمحوں تک تو اس کے چہرے پر درندگی کے تاثرات چھائے رہے مگر پھر آہستہ آہستہ اس کا چہرہ پر سکون ہوتا گیا۔ اب اس کے چہرے پر ایک بار پھر معصومیت کا نقاب

چڑھ چکا تھا۔ اسے گنجے اور اس کے ساتھیوں کی کارکردگی پر بے حد حیرت تھی۔ خصوصاً اس گنجے پر جس نے اپنی جان بچانے کی بجائے عمران کو ختم کرنے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ اب تک ان مجرموں نے ایسا ہی کیا تھا۔ وہ اسے ختم کرنے کے لئے اپنی جانوں پر کھیل گئے تھے۔ یہ ایسی عجیب و غریب خصوصیت تھی جس سے آج تک عمران کا واسطہ نہیں پڑا تھا۔ یہ تو عمران کی ذہانت، پھرتی اور کسی حد تک مقدر تھا کہ وہ اتنے خوفناک حالات کے باوجود زندہ تھا اور اب تک سات مجرم مر چکے تھے۔

عمران یہ سب کچھ سوچنے کے ساتھ ساتھ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ دروازے کے باہر دو مسلح دربان موجود ہیں۔ اس عمارت میں نجانے کتنے مسلح افراد موجود ہوں گے۔ عمران کو اب مجبوراً احتیاط کرنی پڑ رہی تھی کیونکہ کسی بھی لمحے وہ ان کا نشانہ بن سکتا تھا۔ عمران نے الٹی ہوئی میز سیدھی کی اور پھر اس کی درازیں کھول کر دیکھنی شروع کر دیں وہ اس گروہ کے متعلق تفصیلات جاننے کا بے حد مشتاق تھا۔ درازیں کاغذات سے بھری ہوئی تھیں مگر وہ شاید کسی گنجلک قسم کے کوڈ میں لکھے ہوئے تھے جو فی الحال عمران کی سمجھ سے بالاتر تھے۔ عمران نے ان میں سے کچھ کاغذات چھانٹ کر اپنی جیب میں رکھے اور مشین گن اٹھا کر ایک بار پھر کمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ وہ کمرے کی دیواروں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اسے ایک دیوار میں درز نظر آگئی۔ بادی النظر سے یہ درز نظر نہیں آتی تھی۔ مگر عمران کی خوردبین نظروں سے یہ کیسے چھپی رہتی۔ درز کو محسوس کرتے ہی عمران سمجھ گیا کہ یہ کسی تہہ خانے یا عقبی راستے کا دروازہ ہے۔ اس نے اس کے کھولنے کے سسٹم پر نظریں دوڑانی شروع کر دیں اور پھر اس کی نظریں اس دیوار پر لگی ہوئی ایک تصویر پر جم گئیں۔ تصویر دیوار کی مناسبت کے لحاظ سے

خاصی نیچے لگی ہوئی تھی۔ اسی لئے اس کی نظروں پر چڑھ گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر اس تصویر کو اپنی جگہ سے ہٹایا اور تصویر ہٹتے ہی اسے دیوار میں لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن صاف نظر آ گیا۔ عمران نے جیسے ہی اس بٹن کو اپنی انگلی سے دبایا۔ اس دیوار میں دروازہ کھلتا چلا گیا۔

عمران چند لمحے خاموش کھڑا آہٹ لیتا رہا پھر جھپٹ کر اس دروازے کو کراس کر گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس میں صرف ایک بیڈ اور ایک الماری موجود تھی۔

عمران نے الماری کھولی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ الماری کی پشت پر ایک دروازہ بنا ہوا تھا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا۔ اور پھر وہ الماری سے گزر کر اندر چلا گیا۔ یہاں سے سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں نیچے اترتا چلا گیا۔ بیس کے قریب سیڑھیاں نیچے اترنے کے بعد اب وہ ایک طویل سی سرنگ میں کھڑا تھا۔ عمران بغیر رکے آگے بڑھتا رہا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ سرنگ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ دوسری طرف سے بند تھا۔

عمران نے ایک ہاتھ میں مشین گن پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ اس کے دستک دینے کے چند لمحوں بعد ہی دروازہ کھل گیا اور ایک نوجوان نے اندر جھانکا۔ عمران کو دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں ہوئے تھے کہ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے اسے اندر گھسیٹ لیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان اس اچانک افتاد سے سنبھلتا عمران نے پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر مکہ جڑ دیا۔

اور وہ نوجوان ایک ہی مکہ کھا کر ڈھیر ہو گیا۔ عمران اسے وہیں لٹا کر آگے

بڑھا۔ دروازے سے جیسے ہی وہ آگے بڑھا اس نے اپنے آپ کو کپڑے کے ایک سٹور میں پایا۔ سٹور کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور باہر کپڑے کی دکان صاف نظر آ رہی تھی۔ عمران خاموشی سے نکل کر دکان میں آ گیا مشین گن وہ وہیں سٹور میں چھوڑ آیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد ہی وہ دکان سے باہر آ چکا تھا۔ اس نے دکان کے سائن بورڈ پر ایک نظر ڈالی اور پھر آگے بڑھ گیا۔ یہ سپر مارکیٹ کا چوک تھا تھوڑی ہی دیر بعد ایک ٹیکسی کے ذریعے جو اس کے سامنے ہی خالی ہوئی تھی۔ دانش منزل پہنچ گیا۔

جولیا کئی دن سے بے حد اکتاہٹ محسوس کر رہی تھی سیکرٹ سروس کے ممبران کام کرنے کے اتنے عادی ہو چکے تھے کہ فرصت انہیں کاٹنے کو دوڑتی تھی۔

پچھلے کئی ماہ سے وہ فارغ تھے۔ اب تو سیر و تفریح، گپیں اور تاش کھیل کھیل کر بور ہو چکے تھے اس لئے پچھلے کئی دنوں سے جولیا پر اکتاہٹ کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ وہ ذہنی طور پر اپنے آپ کو بے حد ڈل محسوس کرنے لگی تھی۔ اسی لئے وہ صبح سے اپنے فلیٹ میں بستر پر دراز تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ اٹھ کر چائے بنائے کہ اچانک میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جولیا

نے بڑی بیزاری سے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ کسی نہ کسی ممبر کا فون ہو گا۔ اور پھر کسی تفریح کا پروگرام بنایا جائے گا۔ اور اب تو وہ تفریح سے بھی بیزار ہو چکی تھی۔ پچھلے کئی ماہ سے ایکسٹو کی طرف سے بھی کوئی کال نہیں آئی تھی۔ ایکسٹو کا اصول تھا کہ بغیر کسی کام کے وہ کسی کو کال نہیں کرتا تھا اور نہ کسی کی طرف سے کال پسند کرتا تھا۔ اسی لئے جولیا نے رسیور اٹھا کر بڑی بیزاری سے کہا۔

"جولیانا اسپیکنگ"۔۔۔۔

"ایکس ٹو"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایکس ٹو کی پر وقار آواز جولیا کے کانوں میں پڑی اور کئی ماہ کے بعد ایکس ٹو کی اس طرح اچانک کال سن کر وہ بوکھلا کر بستر پر اٹھ بیٹھی۔ اس کی تمام بیزاری ایک لمحے میں کافور ہو گئی۔ ذہن پر چھائی ہوئی دھند ان دو لفظوں سے چھٹ گئی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ایکسٹو کی آواز امرت بن کر اس کے کانوں میں دوڑ گئی ہو۔

"یس سر"۔۔۔۔ اس بار جولیا کا لہجہ زندگی سے بھرپور تھا۔

"کیا مصروفیات ہیں مس جولیانا"۔۔۔۔ ایکس ٹو نے خلاف معمول انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

اور جولیا ایکس ٹو کے اس لہجے پر دل ہی دل میں خوشی سے جھوم اٹھی یہ لہجہ تو اس کی زندگی کی سب سے بڑی حسرت بن چکا تھا۔ چنانچہ اس نے چہکتے ہوئے کہا۔

"فارغ ہیں باس۔۔۔۔ شکر ہے آپ کو ہمارا خیال آیا"۔۔۔۔ جولیا کے لہجے میں لگاوٹ تھی۔

"مس جولیا میں کسی بھی لمحے آپ لوگوں سے غافل نہیں رہتا۔ مگر کیا اس

معمولی سے عرصے میں تم تمیز سے بات کرنا بھول گئی ہو۔ تم سیکرٹ سروس کی رکن ہو کسی ہوٹل کی ریسپشنسٹ نہیں۔ تمہارا لہجہ سنجیدگی سے پر ہونا چاہیئے لگاوٹ سے نہیں"۔۔۔۔

ایکسٹو نے اسے بری طرح لتاڑ دیا اور جولیا کی تمام خوشی ایک لمحے میں ہوا بن کر اڑ گئی۔ ایکسٹو کے اس طرح جھاڑنے پر اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔ مگر اس نے اپنے آنسو پی لئے۔ اور انتہائی سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"معافی چاہتی ہوں باس۔ دراصل کافی دنوں کے بعد آپ کی کال آنے سے میرے اعصاب کو جھٹکا لگا تھا۔ اس لئے میں اپنے آپ پر قابو نہ پا سکی"۔۔۔۔

"وضاحت کی ضرورت نہیں ہے جولیا۔ میں نے تمہیں اس لئے کال کیا ہے کہ تمام ممبران کو آج شام دانش منزل ایک ضروری میٹنگ کے لئے اکٹھے ہونے کی اطلاع دے دو"۔۔۔۔ "آج شام چار بجے"۔۔۔۔ ایکس ٹو نے سخت لہجے میں کہا اور پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جولیا رابطہ ختم ہونے کے بعد چند لمحے رسیور کان سے لگائے بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کریڈل دبا دیا اور پھر باری باری تمام ممبران کو کال کر کے میٹنگ کی اطلاع دے دی۔ البتہ صفدر ٹیلی فون پر نہ مل سکا تھا۔ وہ شاید اپنے فلیٹ سے جا چکا تھا۔ جولیا نے سوچا کہ تھوڑی دیر بعد وہ پھر ٹرائی کرے گی اور خود اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ ابھی وہ کچن کے دروازے تک بھی نہ پہنچی تھی کہ کال بیل بجنے لگی۔ جولیا وہیں سے واپس مڑی اور پھر اس نے آ کر دروازہ کھول دیا سامنے صفدر کھڑا تھا۔

"ہیلو مس جولیانا"۔۔۔۔ صفدر نے اندر داخل ہوتے ہوئے خوشدلی سے کہا۔

"ہیلو صفدر ابھی ابھی میں نے تمہیں ٹیلی فون کیا تھا۔ مگر تم فلیٹ سے جا چکے تھے" ـــــ جولیا نے قریب پڑی کرسی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں خیریت ہے مس جولیانا۔ تفریح کا کوئی نیا پروگرام بن گیا ہے" ـــــ صفدر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں اصل تفریح کا پروگرام۔ ایکسٹو کی کال آئی تھی اس نے شام چار بجے دانش منزل اکٹھے ہونے کا حکم دیا ہے" ـــــ جولیا نے بھی مقابل کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ایکس ٹو کا ـــــ زندہ باد ـــــ اب مزہ آئے گا۔ کم از کم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے کی کوفت سے تو نجات ملے گی" ـــــ صفدر اس اطلاع پر خوشی سے اچھل پڑا۔ مگر جولیا ویسے ٹھس ہوئی بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر مسرت کے کوئی آثار نہیں تھے۔ صفدر نے اس کی حالت تاڑ لی۔ اس لئے اس نے فوراً پوچھا۔

"کیا بات ہے مس جولیا آپ کو اس اطلاع سے خوشی نہیں ہوئی" ـــــ

"نہیں خوشی تو ہوئی ہے۔ میں تو ایکسٹو کے رویے پر غور کر رہی ہوں یہ اپنے ملازموں کو انسان بھی نہیں سمجھتا" ـــــ جولیا نے جواب دیا اور صفدر تمام صورت حال سمجھ گیا۔ اسے جولیا کے جذبات کا اچھی طرح علم تھا چنانچہ وہ سمجھ گیا کہ اتنی مدت کے بعد کال آنے پر جولیا نے جذبات سے کام لیا ہو گا۔ اور ایکسٹو نے حسبِ عادت اسے جھاڑ دیا ہو گا۔ اس لئے اس نے جولیا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مس جولیا ایسی کوئی بات نہیں۔ ایکسٹو بھی انسان ہے وہ اتنے ذمہ دار عہدے پر ہے کہ اس نے اپنے دل سے تمام جذبات کھرچ کر پھینک دیئے

ہیں وہ ایک پتھر ہے اور پھر یہ کام بھی ایسا ہے کہ اس میں جذبات سے بعض اوقات ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے ممبران کو بھی اسی سٹیج پر لانا چاہتا ہے۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر پھر بھی اگر کبھی کبھی کسی کے جذبات کا احساس کر لیا جائے تو کیا حرج ہے" ـــــ جولیا اپنی بات پر بضد تھی۔

"چھوڑو مس جولیا سیکرٹ سروس میں جذبات کا دخل مجھے خود بھی پسند نہیں ہے" ـــــ صفدر نے کہا اور پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایک گھنٹہ باقی رہ گیا ہے۔ میں فلیٹ جا رہا ہوں۔ اب میٹنگ میں ملاقات ہو گی" ـــــ صفدر نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ جولیا اٹھی اور ایک بار پھر کچن کی طرف چل دی۔ چائے کی ایک پیالی پینے کے بعد وہ کچھ دیر کرسی پر بیٹھی سوچتی رہی اور پھر اس نے غسل خانے کا رخ کیا۔ وہ میٹنگ میں جانے کے لئے تیار ہونا چاہتی تھی غسل کر کے لباس تبدیل کرنے کے بعد جب وہ باہر نکلی تو اچانک ٹھٹھک کر رک گئی کیونکہ اس نے کمرے میں سگریٹ کی بو محسوس کر لی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ ڈرائنگ روم میں کوئی موجود ہے۔ اس نے سمجھا کہ شاید کوئی ممبر آ گیا ہو گا۔ چنانچہ وہ تیزی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھی۔ مگر دوسرے لمحے وہ ایک بار پھر ٹھٹھک گئی۔ کیونکہ ایک غیر ملکی ڈرائنگ روم میں بیٹھا بڑے اطمینان سے سگریٹ پی رہا تھا۔ جولیا کو دیکھ کر اس نے بقیہ سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا اور خود استقبالیہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کی اجازت کے بغیر اندر داخل ہونے کی معافی چاہتا ہوں مس جولیانا"

اجنبی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" آپ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں "۔۔۔ جولیا نے انتہائی سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

" میں آپ سے ملنے کے لئے بڑی دور سے حاضر ہوا ہوں۔ میں ایکسٹو کیلئے انتہائی اہم اطلاعات لے کر آیا ہوں۔ مگر چونکہ میں ایکسٹو سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ آپ کے متعلق مجھے علم ہوا تھا۔ میں آپ کے پاس حاضر ہو گیا "۔ اجنبی نے انتہائی مہذبانہ لہجے میں کہا۔

" کون ایکسٹو۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں "۔۔۔ جولیا نے اپنے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔ ایکسٹو کا لفظ سنتے ہی وہ چونکی ہو گئی تھی۔

" آپ ایسا کہنے میں حق بجانب ہیں۔ دراصل غلطی مجھ سے ہوئی۔ مجھے پہلے اپنے متعلق تسلی کرانی چاہئے تھی "۔۔۔ اجنبی نے جواب دیا اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کارڈ نکال کر جولیا کے سامنے میز پر پھینکتے ہوئے کہا۔

" اسے اچھی طرح چیک کر لیجئے۔ امید ہے اس سے آپ کا اطمینان ہو جائے گا "۔۔۔

جولیا نے کارڈ اٹھا کر دیکھا یہ پاکیشیا کے ایک دوست ملک افریشیا کی طرف سے جاری کیا گیا تھا۔ اس کارڈ سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ اجنبی جس کا نام مسعود لکھا ہوا تھا۔ افریشیا کی سیکرٹ سروس کا چیف ہے اس کا فوٹو بھی کارڈ پر موجود تھا۔ گو کارڈ پر ہر لحاظ سے اصلی نظر آ رہا تھا۔ مگر ظاہر ہے جولیا اپنے آپ کو پھر بھی ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ مجرموں کے لئے کوئی کارڈ تیار کر لینا یا کرا لینا کوئی ناممکن بات نہ تھی۔

" کارڈ تو ٹھیک ہے محترم مگر میرا اس سے کیا تعلق۔ میں کسی ایکس ٹو کو نہیں جانتی

آپ کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے "۔۔۔ جولیا نے کارڈ دوبارہ اسے لوٹاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

" مس جولیانا مجھے افسوس ہے کہ اس کارڈ سے بھی آپ کو اطمینان نہیں ہوا۔ بہر حال یہ اطلاعات آپ کے ملک کے بہترین مفاد میں ہیں کیونکہ مجھے یہ اطلاعات ذاتی طور پر ملی تھیں۔ اس لئے میں سرکاری طور پر ایکس ٹو کو مطلع نہیں کر سکتا تھا۔ مگر چونکہ مجھے بحیثیت ایک ذمہ دار آدمی ان اطلاعات کی اہمیت کا احساس ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایکسٹو تک ان اطلاعات کے نہ پہنچنے سے آپ کے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے میں نجی طور پر یہاں آ گیا تھا۔ اب چونکہ آپ کو اطمینان نہیں ہے۔ اس لئے آخری چارہ کار کے طور پر یہ کر سکتا ہوں کہ آپ میرے متعلق اپنے باس کو مطلع کر دیں۔ میں یہاں رائل ہوٹل کے کمرہ نمبر چھبیس میں مقیم ہوں۔ اگر ایکسٹو چاہے تو مجھ سے فوراً رابطہ قائم کر لے ورنہ میں چوبیس گھنٹے بعد واپس چلا جاؤں گا "۔۔۔ اجنبی نے کارڈ واپس اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

" آپ کو میرا نام کہاں سے معلوم ہوا ہے "۔ جولیا نے اس بات کا جواب دینے کی بجائے سوال کر دیا۔۔۔

" ہماری سیکرٹ سروس کے ریکارڈ میں ایکسٹو کی فائل موجود ہے مگر اس میں صرف آپ کا نام اور پتہ تفصیل سے موجود ہے۔ اس کے علاوہ ہم قطعی اندھیرے میں ہیں۔ اس لئے میں آپ کے پاس حاضر ہوا تھا۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے میں چوبیس گھنٹے تک انتظار کروں گا "۔۔۔ اجنبی نے کہا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

جولیا اسے جاتا دیکھتی رہی پھر ایک طویل سانس لے کر اٹھ کھڑی ہوئی

میٹنگ کا ٹائم ہو چکا تھا۔ وہ سعود کے متعلق ایکسٹو کو مطلع کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اس کے بعد ایکسٹو جانے اور اس کا کام۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ وہ ایکسٹو سے منظوری لے کر فوراً اپنی رہائش گاہ تبدیل کر دے گی۔ کیونکہ جس طرح افریشیا میں اس کا پتہ موجود ہے۔ نجانے اور کن کن کے پاس اس کا پتہ موجود ہو اور یہ بات سیکرٹ سروس کے مفاد کے ساتھ ساتھ خود اس کے لئے بھی خطرناک تھی۔

شام کا وقت تھا۔ اس لئے مین بازار میں رونق اپنے عروج پر تھی۔ لوگوں کا اتنا رش تھا کہ کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔ مین بازار دارالحکومت کا ویسے بھی مصروف ترین بازار تھا۔ مگر شام کے وقت تو اس کی رونق عروج پر پہنچ جاتی۔ آج بھی معمول کی طرح اس وقت بازار میں بے پناہ رش تھا۔ خرید و فروخت کے ساتھ ساتھ نظر بازی کا کھیل بھی جاری تھا کہ اچانک بے شمار مشین گنوں کی تڑتڑاہٹ سے پورا بازار گونج اٹھا۔ تڑتڑاہٹ کی بازگشت فضا میں گونج رہی تھی۔ کہ پورا بازار ہولناک چیخوں، دردناک کراہوں اور لوگوں کی چیخ و پکار سے گونج اٹھا۔ بازار میں موجود لوگوں پر مشین گن کی گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور یہ گولیاں بازار پر تقریباً ہر طرف سے مسلسل برس رہی تھیں۔

بے شمار لوگ پہلے ہی ہلے میں ڈھیر ہو گئے اور بازار میں خوفناک بھگدڑ مچ گئی۔ ہر شخص جان بچانے کے لئے کسی نہ کسی دکان میں گھس جانا چاہتا تھا۔ جو لوگ گولیوں سے مرے سو مرے بے شمار لوگ اس بھگدڑ سے ہی کچلے گئے۔ تقریباً پانچ منٹ تک مسلسل گولیاں برستی رہیں پھر یکدم سکوت چھا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے چلتی ہوئی مشین اچانک رک جائے۔ پورا بازار ایک مذبح خانہ میں تبدیل ہو چکا تھا ہر طرف خون ہی خون تھا۔ بے شمار لوگ اب بھی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے۔ چیخوں، آہوں اور موت کی غراہٹوں سے بازار اب تک گونج رہا تھا۔ کانوں میں گھسے ہوئے سہمے ہوئے دہشت زدہ لوگوں میں سے بہت سے اس دردناک منظر کو دیکھ کر ہی بے ہوش ہو چکے تھے۔

چند لمحوں بعد ہی پولیس کی گاڑیوں کے سائرن چیخ چیخ کر اپنی آمد کا اعلان کرنے لگے۔ اور تھوڑی دیر بعد پورے بازار کو پولیس نے گھیر لیا۔ ایمبولینس کاریں بھی وہاں پہنچ گئیں اور زخمیوں کو تیزی سے ہسپتالوں میں منتقل کیا جانے لگا۔ اور پھر شہر کے اعلیٰ حکام بھی وہاں پہنچ گئے۔

ہر آنے والی کی آنکھ اس درندگی کو دیکھ کر نم ہو جاتی۔ انسان کیڑے مکوڑوں کی طرح مارے گئے تھے ۔۔۔ اور پھر پولیس نے بازار کے ارد گرد موجود بلڈنگز کی مکمل تلاشی کا کام شروع کر دیا۔ کیونکہ گولیاں جس انداز سے بازار پر برسی تھیں۔ اس سے صاف ظاہر تھا۔ کہ گولیاں مختلف بلڈنگز سے چلائی گئی ہیں۔ مگر ظاہر ہے اب مجرم بلڈنگ میں بیٹھے پولیس کا انتظار تو نہیں کر رہے تھے۔

سر رحمان بھی مین بازار میں پہنچ گئے۔ سوپر فیاض تو پہلے ہی وہاں آ چکا تھا۔ انٹیلی جنس کے بے شمار افراد بھی بازار کے چاروں طرف مشکوک افراد کی تلاش میں مصروف تھے۔

"مجرموں کا کچھ پتہ چلا" ـــــ سر رحمان نے آتے ہی سوپر فیاض سے سوال کیا۔

"ان کی تلاش جاری ہے سر۔ گولیاں پانچ بلڈنگز میں سے چلائی گئی ہیں اور ان پانچ بلڈنگز میں ہوٹل ہیں۔ تلاشی کے دوران ان پانچوں ہوٹلوں کے ان تمام کمروں سے جن کی کھڑکیاں سڑک کی طرف کھلتی ہیں۔ تقریباً ایک سو مشین گنوں کے خالی میگزین دستیاب ہوئے ہیں" ـــــ سوپر فیاض نے تحقیقات کی تفصیلات بتائی۔

"ہوٹلوں کے مالکان سے پوچھ گچھ کی" ـــــ سر رحمان نے پوچھا۔

"جی ہاں ان سے پوچھ گچھ جاری ہے" ـــــ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کوشش کرو کہ اور نہیں تو کم از کم دو ایک مجرم ہی ہتھے چڑھ جائیں پھر ہم ان سے تمام سازشں اگلوا لیں گے" ـــــ سر رحمٰن نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"ایک دو کیا جناب میں جلد ہی تمام مجرم گرفتار کر لوں گا" ـــــ سوپر فیاض نے حسبِ عادت ڈینگ ماری۔

اس سے پہلے کہ سر رحمٰن کوئی جواب دیتے۔ اچانک ایک آفیسر تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

"سر ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ کینٹ میں بھی قتل و غارت کی گئی ہے۔ وہاں بھی بے شمار افراد قتل ہو گئے ہیں" ـــــ اس آفیسر نے سر رحمان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ ـــ اوہ ـــ آخر یہ مجرم کیا کر رہے ہیں اور کیوں کر رہے ہیں۔"

سر رحمان نے بوکھلا کر کہا۔ سوپر فیاض بھی اس اطلاع پر بوکھلا گیا۔

"سوپر تم یہاں سنبھالو میں کینٹ جاتا ہوں" ـــــ سر رحمان نے پریشانی سے بھرپور لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے اپنی کار کی طرف چل دیئے۔

فیاض بھلا کیا سنبھالتا۔ اس نے اپنے ماتحتوں پر رعب جھاڑنا شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ بھلا وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اسے بار بار عمران کا خیال آ رہا تھا۔ اگر عمران ساتھ ہوتا تو یقیناً مجرموں کا کوئی نہ کوئی کلیو مل جاتا۔ مگر عمران سے تو وہ اپنی حماقت کی وجہ سے بگاڑ بیٹھا تھا۔ اس کے باوجود وہ سوچ رہا تھا کہ عمران کو کہیں سے ڈھونڈ کر اس سے صلح کر لے۔ یہی سوچتا ہوا وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔

دانش منزل کے میٹنگ ہال میں سیکرٹ سروس کے تمام ممبران موجود تھے۔ عمران بھی ایک طرف خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بلا کی سنجیدگی تھی اور تمام ممبران اس کی سنجیدگی کی وجہ سے اس کی طرف خاص طور پر متوجہ تھے۔ کیونکہ عمران اور سنجیدگی دو متضاد چیزیں تھیں سب سے پہلے کیپٹن شکیل نے اسے مخاطب کیا" ـــــ عمران صاحب خیریت ہے آج نصیب دشمناں آپ کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہے۔

"کیپٹن شکیل میں آپ کو اپنا دوست سمجھتا تھا۔ مگر آج آپ کی دوستی کا بھرم کھل گیا"۔۔۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کیپٹن شکیل کو جواب دیا اور کیپٹن شکیل عمران کی اس غیر متوقع بات پر بوکھلا گیا۔

"کیا مطلب۔ میں نے آپ سے کیا دشمنی کی ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے چونک کر جواب دیا۔ باقی تمام ممبران بھی عمران کی بات پر چونک پڑے۔

"یہ دشمنی نہیں تو کیا دوستی ہے کہ تم میرے دشمنوں کو نصیب والا کہہ رہے ہیں۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ تم مجھے بدنصیب سمجھتے ہو"۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور کیپٹن شکیل کے ساتھ ساتھ سب ہنس پڑے۔

"میں نے تو محاورتاً بات کی تھی۔ عمران صاحب۔ آپ انہیں کن معنوں میں لے گئے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"یعنی تم محاورتاً میرے دشمن ہو اور غیر محاورتاً میرے دوست"۔۔۔ عمران نے جرح کی۔

اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل یا کوئی اور عمران کی بات کا جواب دیتا۔ ٹرانسمیٹر کا بلب جلنے بجھنے لگا۔ اور وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"ہیلو ممبران ایکس ٹو آپ سے مخاطب ہے۔ کیا تمام ممبر موجود ہیں"۔۔۔ ایکس ٹو کی پروقار آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

"یس سر تمام ممبر موجود ہیں"۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"آج آپ لوگوں کو یہاں اکٹھے کرنے کا مقصد یہ ہے کہ میں ایک نہایت اہم ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ڈالنا چاہتا ہوں۔ ہمارے ملک میں مسلم سربراہوں کی کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ ہو چکا ہے اور جلد ہی اس کانفرنس کی تاریخ بھی مقرر کر دی جائے گی۔ مسلم سربراہوں کی کانفرنس کو کامیاب

بنانا ہمارے ملک کی اہم ترین ذمہ داری اور کامیابی ہے۔ اس کانفرنس کے انعقاد سے ہمارے ملک کی عزت و وقار میں بے پناہ اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک کو سیاسی اور معاشی ہر لحاظ سے بے پناہ فائدہ پہنچے گا۔ اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ غیر مسلم ممالک نے اس کانفرنس کی ناکامی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا ہے اور ہمارا ملک کانفرنس کی تاریخ سے چند دن پہلے اور کانفرنس کے دوران بین الاقوامی سازشوں کا اکھاڑہ بن جائے گا۔ اور بین الاقوامی سازشوں سے اپنے ملک کی حفاظت کرنا سیکرٹ سروس کی اصل ذمہ داری ہے۔ چنانچہ آپ لوگ آج سے ہی اس سلسلے میں کام شروع کر دیں۔ ہر ممبر پوری طرح چوکنا رہے اور اگر اس سلسلے میں کسی کو معمولی سا بھی کسی پر شک گزرے تو وہ فوراً مجھے مطلع کرے اور اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی آگاہ کر دوں کہ دشمن ممالک کے لئے سیکرٹ سروس ہی لوہے کا چنا ہو گی۔ اس لئے وہ اپنے مشن میں کامیاب ہونے کے لئے سب سے پہلے سیکرٹ سروس پر ہی حملہ کریں گے۔ چنانچہ آپ سب ممبران آج سے مستقل طور پر میک اپ میں رہیں گے اور اپنے فلیٹس کی بجائے ہوٹلوں میں مختلف ناموں سے رہیں گے۔ وقتاً فوقتاً ہوٹل اور میک اپ بدلتے رہیں تاکہ کوئی آپ کو ٹریس نہ کر سکے۔ زیرو ٹو کے ٹرانسمیٹر سٹور سے لے لیں اور آپس میں اور مجھ سے رابطہ زیرو ٹو پر ہی قائم کریں"۔۔۔

"کیا آپ لوگ میری بات سمجھ رہے ہیں"۔۔۔ ایکس ٹو نے حسبِ معمول سپاٹ لہجے میں انہیں ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں"۔۔۔ جولیا نے سب کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا۔

”میں ہر ممبر کو آخری وارننگ دے رہا ہوں کہ سب بے حد احتیاط اور مستعدی سے کام لیں۔ کسی بھی ممبر کی معمولی سی لاپرواہی یا کوتاہی کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں ہوگی اور اس ممبر کو اتنی بھیانک سزا دوں گا کہ جس کا تصور بھی اسے تمام زندگی تڑپاتا رہے گا۔ یہ معاملہ آج تک پیش آنے والے تمام واقعات میں سب سے زیادہ اہم ہے اور میں مسٹر عمران کو بھی آخری بار متنبہ کرتا ہوں کہ اس کیس کے دوران سنجیدگی اختیار کرے ورنہ ——؟“
ایکس ٹو نے انتہائی سخت لہجے میں ان سب کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

”سر میں تو آپ کی ہدایت سے پہلے ہی سنجیدہ ہو رہا ہوں۔ مگر کیپٹن شکیل کو اس پر اعتراض ہے۔ اسے آپ سمجھالیں۔“ ——
عمران ایکس ٹو کا فقرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بول پڑا

”سر چونکہ اس معاملے کا مجھے پہلے علم نہیں تھا۔ اس لئے میں نے ایسی بات کی تھی۔“ —— کیپٹن شکیل نے فوراً اپنی صفائی پیش کر دی۔

”صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں جو میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کیا جائے۔“ —— ایکس ٹو نے کیپٹن شکیل کو جھاڑ دیا۔

”اب سوائے عمران کے سب لوگ جا سکتے ہیں۔ جاتے ہوئے سٹور سے زیرو ٹو کے ٹرانسمیٹر لیتے جائیں۔“ ——
ایکس ٹو نے آخری ہدایت دی۔

”سر میرے پاس آپ کے لئے ایک اطلاع ہے۔“ —— جولیا نے ڈرتے ہوئے کہا۔

”کیا“ —— ایکس ٹو کا لہجہ سوالیہ تھا۔ اور پھر جولیا نے غیر ملکی کی آمد کا تمام واقعہ تفصیل سے سنا دیا۔

”ٹھیک میں اسے خود دیکھ لوں گا۔ اب تم جاؤ —— اوور اینڈ آل“ ——
ایکسٹو نے کہا۔ ٹرانسمیٹر کا بلب جلنا بند ہو گیا۔ جب سب جانے لگے تو عمران نے مسکراتے ہوئے کیپٹن شکیل سے کہا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی غائب ہو چکی تھی۔

”تمہاری زبان بڑی کالی ہے کیپٹن شکیل میں واقعی بدنصیب ہو گیا ہوں نجانے تمہارے جانے کے بعد یہ ایکس ٹو میرا کیا حشر کرے میرے لئے مغفرت کی دعا ضرور کرنا۔“ ——

سب کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے مسکراہٹ ضرور رینگی گی۔ مگر دوسرے لمحے ایکس ٹو کی ہدایت کا خیال آتے ہی وہ سب سنجیدہ ہو گئے اور پھر بغیر جواب دیئے وہ سب کمرے سے باہر چلے گئے۔

ان کے جانے کے تقریباً پندرہ منٹ بعد عمران میٹنگ روم سے نکلا اور پھر مختلف کمروں سے ہوتا ہوا آپریشن روم میں پہنچ گیا۔ جہاں بلیک زیرو موجود تھا۔

”جولیا کی اطلاع کے متعلق کیا خیال ہے عمران صاحب“ —— بلیک زیرو نے عمران کے بیٹھتے ہی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”میں اس سے خود ملوں گا۔ سعود کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ وہ آکسفورڈ میں میرا کلاس فیلو رہ چکا ہے۔“ —— عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ اس کانفرنس کے دوران نجانے کن کن تنظیموں سے واسطہ پڑے گا۔“ —— بلیک زیرو نے قدرے پریشان کن لہجے میں کہا۔

”دیکھا جائے گا اور میرے خیال میں تو ایک پارٹی میدان میں کود بھی چکی ہے۔“

مجھ پر حملے یقیناً بہت بڑے پلان کا آغاز ہے۔ عمران نے کہا اور پھر جیب سے وہ کاغذات نکال کر میز پر پھیلا دیئے جو اس نے گنجے کی میز کی درازوں سے نکالے تھے۔ وہ اس کوڈ کو حل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ بلیک زیرو خاموش بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ بلیک زیرو نے چونک کر رسیور اٹھایا۔

"سلطان اسپیکنگ"۔۔۔۔۔

دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"بلیک زیرو بول رہا ہوں جناب"۔۔۔۔۔

بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا اور اس کے جواب سے ہی عمران سمجھ گیا کہ کس کا فون ہے

"کیا عمران موجود ہے"۔۔۔۔۔ سر سلطان نے سوال کیا۔

"جی ہاں"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا اور رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"فرمایئے بادشاہ سلامت یہ بندہ حقیر فقیر پر تقصیر آپ کی کیا خدمت بجا لا سکتا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے بلیک زیرو کو آنکھ مارتے ہوئے سر سلطان سے کہا۔

"عمران بیٹے بلیک زیرو نے تمہیں صبح صدر مملکت کی میٹنگ کی تفصیلات بتلا دی ہوں گی۔ اور اس کانفرنس کی اہمیت تم خوب سمجھتے ہو"۔۔۔۔۔ سر سلطان نے اس کی بات کو ٹالتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"اہمیت تو میں نے اپنی شادی کی کبھی نہیں سمجھی۔ کانفرنس تو معمولی بات ہے"۔۔۔۔۔ عمران کا ذہن پٹڑی سے اتر چکا تھا۔

"عمران بیٹے سنجیدگی اختیار کرو۔ یہ موقع مذاق کا نہیں"۔۔۔۔۔ سر سلطان نے فہمائشی لہجے میں جواب دیا۔

"یہ کانفرنس کہیں سنجیدگی کے فائدے بتلانے کے لئے تو منعقد نہیں ہو رہی۔ آج صبح سے لفظ سنجیدگی نے مجھے بور کر رکھا ہے۔ ابھی ممبروں کے سامنے بلیک زیرو مجھے سنجیدہ رہنے کی وارننگ دے چکا ہے اب آپ سنجیدگی اختیار کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے بیزار کن لہجے میں کہا۔

"سنجیدگی کا مشورہ اس لئے دے رہا ہوں کہ یہ معاملہ بے حد اہم ہے"۔۔۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"تو کیا میرے سنجیدہ ہونے سے یہ مسئلہ غیر اہم ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہے تو سیکرٹ سروس کو چھٹی کرا دیجئے۔ ان سب کی تنخواہ مجھے دے دیجئے۔ میں سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔ خواہ مخواہ کھڑاک پھیلا رکھا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"اچھا بھئی تمہاری مرضی اب تم سے باتوں میں کون جیت سکتا ہے۔ میں نے تمہیں فون ایک اور اطلاع دینے کے لئے کیا تھا۔ وہ یہ کہ ابھی ابھی دارالحکومت کے مین بازار اور اس کے کچھ دیر بعد کینٹ میں مشین گنوں سے بے پناہ فائرنگ کی گئی ہے۔ مین بازار میں تقریباً ایک ہزار آدمی مرے اور دو ہزار زخمی ہوئے ہیں اور کینٹ میں پانچ سو آدمی مرے اور ایک ہزار زخمی ہیں"۔۔۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"اوہ اتنی بھیانک فائرنگ مگر اس کا مقصد کیا۔ عمران اس اطلاع پر یکدم سنجیدہ ہو گیا۔۔۔۔۔

"مقصد تو کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا اور نہ ہی کوئی مجرم پکڑا گیا ہے۔ بس اچانک فائرنگ شروع ہوئی اور اس طرح اچانک بند ہو گئی" ——— سر سلطان نے جواب دیا۔

"ہونہہ اس کا مطلب ہے کہ مجرم اپنی درندگی پہ اتر آئے ہیں" ——— عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ ہو گیا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے۔ مجھے تو یہ فائرنگ کانفرنس کی کوئی کڑی محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح شہر میں خوف وہراس اور بدامنی پھیلا کر وہ کانفرنس کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں" ——— سر سلطان نے خیال ظاہر کیا۔

"ہو سکتا ہے بہرحال میں خود تحقیقات کروں گا۔ اور یقین کریں اگر وہ درندگی پر اتر آئے ہیں تو مجھے اپنے سے بڑھ کر درندہ پائیں گے میں کسی کو اپنے ملک کے معصوم شہریوں کا اس طرح قتل عام نہیں کرنے دوں گا" ——— عمران کے لہجے میں بھی درندگی عود کر آئی تھی۔

"میں نے فون اس لئے کیا تھا کہ تمہیں مطلع کر دوں اور تم ہوشیار رہو" سر سلطان اس کے لہجے سے کانپ اٹھے۔

"آپ بے فکر رہیں" ——— عمران نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔

"اس طرح بے گناہ قتلِ عام تو کھلی درندگی ہے" ——— بلیک زیرو بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"میں درندگی کا جواب درندگی سے دوں گا طاہر ——— مجرموں کو شاید میری درندگی کا کبھی اندازہ نہیں ہوا۔" ———

عمران کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

"مگر جب تک کوئی کلیو نہ ملے ہم کیا قدم اٹھا سکتے ہیں" ——— بلیک زیرو نے کہا۔

"اب ہمیں کلیو ڈھونڈھنا پڑے گا طاہر۔ اگر ہم کلیو کی انتظار میں رہے اور مجرم اس طرح بے دریغ فائرنگ کرتے رہے تو دارالحکومت ان کی گولیوں کا شکار ہو جائے گا" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو جولیا سپیکنگ سر اوور" ——— دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو سپیکنگ تم اس وقت کہاں موجود ہو اوور" ——— عمران نے ایکس ٹو کے مخصوص لہجے میں پوچھا۔

"سر میں اس وقت ہوٹل شیزان سے بول رہی ہوں۔ میں نے وہاں پر کمرہ نمبر ۲۵ لے لیا ہے اوور" ——— جولیا نے جواب دیا۔

"سنو جولیا۔ صفدر، تنویر اور کیپٹن شکیل کو کال کر کے آرڈر دے دو کہ وہ سپر مارکیٹ میں موجود کپڑے کی دکان آرنلڈ برادرز کی نگرانی کریں اور اگر کوئی مشکوک آدمی نظر آئے تو اسے اغوا کر کے دانش منزل پہنچا دیں اوور" ———

"بہتر سر میں ابھی آرڈر دے دیتی ہوں اوور" ——— جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اور دوسری بات باقی تمام ممبران کو احکامات دے دو کہ وہ تمام شہر میں گشت کریں۔ کسی کو بھی کوئی مشکوک آدمی نظر آئے یا شہر میں ہونے والی فائرنگ کا کوئی کلیو ملے تو فوراً مجھے مطلع کرے اوور" ———

عمران نے مزید آرڈر دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر" ــــ جولیا نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ــــ عمران نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"آرنلڈ برادرز کو آپ کے حکم پر میں چیک کر چکا ہوں۔ دکان کو آگ لگا دی گئی تھی۔ خفیہ راستہ بند کر دیا گیا تھا۔ میں نے آپ کو رپورٹ دی تھی" ــــ طاہر نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے مگر مجرموں نے تو فوری اقدام کیا تھا۔ ہو سکتا ہے مستقل نگرانی میں کوئی کلیو مل جائے" ــــ عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور پھر سامنے رکھے ہوئے کاغذات پر جھک گیا۔ بلیک زیرو خاموش ہو گیا۔

کافی دیر تک عمران کاغذات پر جھکا رہا۔ پھر اس نے ایک سفید کاغذ پر مختلف قسم کے ہندسے اور لکیریں کھینچنی شروع کر دیں۔ وہ بار بار انہیں لکھتا اور پھر کاٹ دیتا" ــــ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

"اچھا تو یہ بات ہے" ــــ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کیا کوڈ حل ہو گیا" ــــ بلیک زیرو نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ہاں بڑی مشکل سے سمجھ میں آیا ہے بڑا عجیب و غریب اور پیچیدہ کوڈ ہے یہ" ــــ عمران نے جواب دیا اور پھر ایک سفید کاغذ پر تیزی سے لکھنا شروع کر دیا وہ ان کاغذات کو ڈی کوڈ کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے تمام کاغذ بھر دیا۔

"ہونہہ تو یہ بات ہے" ــــ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کرسی کی پشت سے کمر لگا دی۔

"کوئی کام کی بات ہے" ــــ طاہر نے پوچھا۔

"طاہر معاملات انتہائی نازک ہیں۔ اس سے زیادہ نازک جتنے ہم سمجھے بیٹھے ہیں" ــــ عمران کے لہجے میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔

"میں سمجھا نہیں سر" ــــ طاہر نے جواب دیا۔

"ہمارے ملک میں باجان کی خوفناک تنظیم ہاراکاری کام کر رہی ہے اور ان کاغذات سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ تنظیم ہاراکاری ملک میں وسیع پیمانے پر قتل و غارت بدامنی اور شورش پھیلانے کے لئے آئی ہے" ــــ عمران نے مختصر طور پر اسے بتلایا۔

"ہاراکاری" ــــ بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں یہ تنظیم باجان کی خوفناک ترین تنظیم ہے اور اسے اہم ترین منصوبوں پر ہی بھیجا جاتا ہے۔ اس کے متعلق ریکارڈ ہے کہ یہ تنظیم جہاں بھی گئی آج تک کسی مشن پر ناکام نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے یہ تنظیم ہمارے ملک میں کبھی نہیں آئی مگر ریکارڈ میں اس کی فائل موجود ہے ذرا نکال لاؤ" ــــ عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

اور بلیک زیرو کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھر آئے۔ کیونکہ جس تنظیم کو عمران خوفناک کہہ رہا ہو۔ وہ واقعی خوفناک ہو گی۔ مگر کچھ کہنے سے پہلے وہ اٹھا اور تیزی سے ریکارڈ روم کی طرف چلا گیا۔

عمران پنسل کا سرا منہ میں دبائے خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو ایک سرخ رنگ کی فائل اٹھائے آپریشن روم میں داخل ہوا اس نے فائل عمران کے آگے رکھ دی۔

عمران نے فائل کھولی تو اس میں صرف ایک کاغذ لگا ہوا تھا عمران نے کاغذ پر سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے فائل بلیک زیرو کی طرف کھسکا دی "۔۔۔۔ اسے پڑھ لو اور اسی فائل سے تمہیں اندازہ ہو جائے گا۔ کہ یہ تنظیم کتنی خطرناک ہے۔ کسی بھی ملک میں اس کی فائل موجود نہیں ہے۔ کیونکہ آج تک اس کا کوئی بھی نمائندہ زندہ گرفتار نہیں ہو سکا۔ میں نے آکسفورڈ کے زمانے میں بڑی جدوجہد کے بعد اس کے متعلق چند باتیں معلوم کی تھیں اور صرف وہی باتیں اس فائل میں موجود ہیں "۔۔۔۔ عمران نے اسے بتلایا۔

"ہوں واقعی سوائے چند باتوں کے اس میں اور کچھ درج نہیں ہے کہ یہ تنظیم باچان کی تنظیم ہے اور انتہائی بے رحمی سے کام کرتی ہے۔ اس کا ہر رکن گرفتار ہونے یا خطرات کے وقت فوری طور پر خودکشی کر لیتا ہے۔ اور ان کا سب سے بڑا اصول اپنی جان دے کر مخالف کو ختم کرنا ہوتا ہے "۔۔۔۔ بلیک زیرو نے فائل کے مندرجات پڑھے اور پھر فائل بند کر دی۔

"مگر اس تنظیم کا ہمارے ملک میں کیا مشن ہو گا "۔۔۔۔ طاہر نے سوال کیا۔

"یہ تو وقت آنے پر معلوم ہو گا۔ بہرحال یہ سوچ لو کہ اس تنظیم کو ختم کرنے میں نہ جانے ہمیں خود کتنی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ اس لئے تمام ممبران کو ہوشیار کر دو کہ وہ ہر ممکن طریقے سے اپنے بچاؤ کا خیال رکھیں۔ یہ تنظیم بات کرنے سے زیادہ گولی چلانے پر یقین رکھتی ہے۔ عمران نے جواب دیا۔ بلیک زیرو خاموش بیٹھا رہا وہ شاید اس خوفناک تنظیم کے متعلق سوچ رہا تھا۔

"اچھا میں چلتا ہوں میں فوری طور پر سعود سے ملتا ہوں۔ وہ جس ملک سے آیا ہے وہ باچان کا ہمسایہ ملک ہے۔ شاید وہ ہمیں کوئی اہم اطلاع دینے

آیا ہے "۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اٹھ کر میک اپ روم کی طرف بڑھ گیا۔

ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور ان تمام کرسیوں پر غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں کی ساخت سے ہی معلوم ہو رہا تھا۔ کہ وہ انتہائی بے رحم اور درندہ صفت دل کے مالک ہیں۔ وہ تعداد میں چھ تھے اور اس وقت خاموش بیٹھے تھے۔ بائیں طرف کی ایک کرسی خالی پڑی ہوئی تھی۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور ایک طویل القامت لحیم شحیم غیر ملکی اندر داخل ہوا۔ وہ سب اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بیٹھو "۔۔۔۔ غیر ملکی نے بڑے سنجیدہ لہجے میں ان کو بیٹھنے کے لئے کہا اور خود بھی خالی کرسی پر بیٹھ گیا

"کیا رپورٹ ہے گنتھر "۔۔۔۔ آنے والے نے اپنے قریب بیٹھے ایک غیر ملکی سے سوال کیا۔

"باس ہم نے عمران کو ختم کرنے کے لئے جال بچھایا۔۔۔۔ سیکرٹری داخلہ کی لڑکی کو قتل کر کے عمران کے فلیٹ میں پہنچا دیا اور خود انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ کو ٹیلی فون کر دیا۔ سپرنٹنڈنٹ وہاں پہنچا اور اس کے بعد سیکرٹری

داخلہ اور انٹیلی جنس کے چیف سر رحمان بھی وہاں پہنچے مگر عمران وہاں سے نکل گیا۔ عقبی دروازے پر ہمارے کارکنوں نے اسے چیک کر لیا۔ چنانچہ اسے کار ایکسیڈنٹ میں ختم کرنے کا پلان بنایا گیا۔ ہماری تینوں کاریں بھی تباہ ہو گئیں تینوں کارکن بھی مر گئے۔ مگر عمران پھر بھی بچ گیا۔ پھر وہ ہمارے کارکن کی ٹیکسی میں بیٹھ گیا چنانچہ اسے پوائنٹ ون زیرو پر لے آیا گیا۔ مگر وہ وہاں سے پوائنٹ ون کے چیف اور دو کارکنوں کو ختم کر کے آرنلڈ برادرز کی دکان سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ گنتھر نے رپورٹ پیش کی۔

"یعنی ناکامی — پہلے قدم پر ناکامی — تمہیں کس نے کہا تھا کہ اسے قتل کرنے کے لئے پلان بناؤ۔ جب تم نے فلیٹ پر لڑکی پہنچا دی تھی۔ تو کیا تم اسے قتل نہیں کر سکتے تھے یا جب فلیٹ کے عقبی دروازے سے نکلا تھا۔ اس وقت اسے گولی نہیں ماری جا سکتی تھی یا جب وہ پوائنٹ ون پر پہنچا تھا۔ تو اسے اترتے ہی ہلاک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بولو جواب دو"۔ — باس نے غصے سے سرخ ہوتے ہی ہوئے کہا۔

"سر ہمیں بتلایا گیا تھا۔ کہ یہ شخص بے حد چالاک اور عیار ہے اب سے پہلے بے پناہ لوگوں نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی۔ مگر یہ ہر بار بچ گیا تھا اس لئے اسے ختم کرنے کے لئے باقاعدہ پلان بنایا جائے چنانچہ اس ہدایت کے پیش نظر یہ تمام پلان مرتب کئے گئے تھے"۔ — گنتھر نے جواب دیا۔ مگر اس کے لہجے میں اب کپکپاہٹ عود کر آئی تھی۔

"پھر تمہارے پلان کے باوجود ختم نہیں ہوا بلکہ پانچ کارکن مارے گئے اور پوائنٹ ون جیسے اہم اڈے کو چھوڑنا پڑا۔ اس سے صاف ظاہر

ہے کہ تمہارے پلان قطعی ناقص تھے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ اب تمہارا دماغ زنگ آلود ہو چکا ہے۔ اور زنگ آلود دماغ ہمارا کارہی برداشت نہیں کر سکتی۔ چنانچہ تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم سامنے کی دیوار سے ٹکر مار کر اپنا سر پھاڑ دو۔ یہی تمہارے زنگ آلود دماغ کا علاج ہے"۔

باس نے غصے سے چیختے ہوئے فیصلہ سنا دیا۔ اور گنتھر خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ باس کا حکم سن کر اس کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ آنکھوں کی چمک یک لخت بجھ گئی تھی۔ مگر کچھ بولنے کی بجائے وہ اپنی جگہ سے مڑا اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا دیوار کی طرف گیا۔ اور پوری قوت سے اپنا سر ٹھوس دیوار سے مار دیا۔ ایک دھماکے کی آواز آئی اور گنتھر کے منہ سے ہلکی سی چیخ بھی نکل گئی۔ اس کے سر سے خون تیزی سے بہنے لگا تھا۔ ٹکر کھا کر وہ لڑکھڑاتا ہوا واپس ہوا۔ اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا تھا۔

"گنتھر ابھی زنگ نہیں اترا"۔ — باس نے انتہائی بے رحم لہجے میں کہا۔ اور گنتھر اسی طرح سر کو تھامے پیچھے ہٹتا چلا آیا۔ کرسی کے نزدیک آ کر وہ چند لمحوں کے لئے رکا۔ اس نے گردن موڑ کر باس اور دیگر ممبران کی طرف دیکھا۔ اس کا تمام چہرہ خون سے بھر چکا تھا۔ اور اس کی شکل انتہائی خوفناک ہو چکی تھی۔ مگر باس یا دیگر ممبران کسی کے بھی چہرے پر رحم یا ہمدردی کے کوئی آثار نہ تھے۔ ان سب کے چہرے سنگی چٹانوں کی طرح سپاٹ تھے۔

گنتھر نے رخ موڑا اور ایک بار پھر پوری قوت سے دوڑتا ہوا دیوار کے نزدیک گیا اور پھر پہلے سے بھی زیادہ قوت سے اپنا سر دیوار سے مار دیا۔ اس دفعہ ایسی آواز آئی۔ جیسے کوئی خربوزہ پھٹتا ہے۔ اور پھر دوسرے لمحے

گنتھر کا جسم وہیں دیوار کے قریب ہی ڈھیر ہو گیا۔ اس کا مغز چھیچھڑے کی طرح خون آلود دیوار سے لٹکتا رہ گیا۔ اس کا سر کئی قاشوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔

"آپ لوگوں نے دیکھا کہ زنگ آلود دماغ کا انجام کیا ہے۔ اگر نہیں تو وہ دیکھئے وہ سامنے دیوار سے لٹک رہا ہے"۔۔۔ باس نے باقی ممبران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے باس ہماری تنظیم کے اصولوں کے مطابق اس کا انجام یہی ہونا چاہیئے"۔۔۔ ایک ممبر نے بے رحم لہجے میں جواب دیا۔

"سابرز اب گنتھر کی ڈیوٹی تم نے ادا کرنی ہے۔ علی عمران کی فائل تمہیں پوائنٹ بتھری میں جو گنتھر کا ہیڈ کوارٹر تھا مل جائے گی۔ اسے ہر قیمت پر ختم ہونا چاہیئے"۔۔۔ باس نے ایک ممبر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس آپ بے فکر رہیں۔ میرا دماغ زنگ آلود نہیں ہے"۔۔۔ گینڈے جیسے جسم کے مالک سابرز نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"سیکومر تمہاری کیا رپورٹ ہے"۔۔۔ باس اس بار ایک اور ممبر سے مخاطب ہوا۔

"باس کامیابی۔۔۔ ہدایت کے مطابق میرے گروپ نے مین بازار میں شدید فائرنگ کی۔ بے شمار لوگ ڈھیر ہو گئے۔ پھر ہمارے گروپ نے دوسرا حملہ کینٹ کے بازار پر کیا۔ اور وہاں بھی یہی ہوا۔ بے شمار لوگ ہماری گولیوں کا نشانہ بنے"۔۔۔ سیکومر نے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

"گڈ ورکنگ۔ تمہارا کوئی آدمی ضائع تو نہیں ہوا۔" ۔۔۔ باس نے سوال کیا۔

"نو سر۔ ہم سب صحیح سلامت ہیں"۔۔۔ سیکومر نے جواب دیا۔

"باس تمام شہر پر شدید خوف و ہراس طاری ہے۔ بچاؤ کے انتظامات کے لئے پولیس اور فوج کی نفری دوگنی کر دی گئی ہے۔ پورے شہر کا نظام تقریباً معطل ہو چکا ہے"۔۔۔ سیکومر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تمہارا گروپ مسلسل فائرنگ کرتا رہے گا۔ اب تم نے پولیس اور اس کے بعد فوج کے افراد کو ختم کرنا ہے تاکہ شہریوں میں حفاظت کا تاثر ختم ہو جائے۔ اور یہ خبریں بیرونی ممالک نمایاں طور پر پہنچ سکیں"۔۔۔ باس نے اسے احکام دیتے ہوئے کہا۔

"بے فکر رہیں سر۔ ہم اس شہر کو جہنم بنا دیں گے"۔ سیکومر نے خوفناک لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں اس شہر کو جہنم بننا چاہیئے۔ تاکہ مسلم سربراہوں کی کانفرنس تو ایک طرف رہی۔ اس کا خیال بھی یہاں کی حکومت کے دلوں سے مٹ جائے"۔ باس نے جواب دیا۔

"پالاس کیا تم نے فائرنگ کی خبریں تمام ممالک کی نیوز ایجنسیوں کو پہنچا دی ہیں"۔۔۔ باس نے اس بار ایک اور ممبر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس میں نے یہ خبریں پوری تفصیل اور بھرپور مبالغے کے ساتھ خفیہ ٹرانسمیٹر پر بھیج دی ہیں۔ اس کے علاوہ میرے پاس ایک اور اہم خبر بھی ہے۔ وہ یہ کہ حکومت پاکیشیا نے آج ہی کانفرنس کے انعقاد کی تاریخ طے کر لی ہے۔ تاریخ کا اعلان تو نہیں کیا گیا۔ مگر میرے ذرائع کے مطابق یہ کانفرنس تقریباً دس دن بعد ہونے والی ہے"۔۔۔ پالاس نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں انہیں ہر قیمت پر یہ ارادہ ترک کرنا پڑے گا۔ ورنہ

ہم انتہائی اقدامات کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے ۔
" باس نے سخت لہجے میں جواب دیا ۔"——

" جیگر تم رپورٹ دو " —— باس نے آخری ممبر سے سوال کیا ۔

" سر میں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے ۔ صوبہ فائیو وائٹ کی سرکاری پارٹی کے چند ارکان سے بات چیت جاری ہے ۔ مجھے امید ہے کہ میں جلد ہی انہیں سرکاری پارٹی اور وزیر اعلیٰ فائیو وائٹ کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے پر تیار کر لوں گا " —— جیگر نے جواب دیا ۔

" صرف امید ہے یا تمہیں یقین ہے ۔ ایک بات کرو جیگر " —— باس نے سخت لہجے میں سوال کیا ۔

" سوری سر میں نے امید کا لفظ غلط استعمال کیا تھا ۔ میرا مطلب ہے مجھے یقین ہے ۔ جیگر نے چونک کر جواب دیا ۔

اسے فوری طور پر احساس ہو گیا تھا کہ اس نے غلط لفظ استعمال کیا ہے ۔ تنظیم میں امید اور شاید جیسے لچکدار الفاظ کی کوئی گنجائش نہیں تھی اور ایسے الفاظ ادا کرنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جاتی تھی ۔

" آئندہ احتیاط کیا کرو ۔—— جیگر غلط الفاظ استعمال کرنے والا غلط ذہن کا مالک ہوتا ہے اور ہارا کاری میں غلط ذہن کی کوئی جگہ نہیں ہے " —— باس نے سخت لہجے میں کہا ۔

" یس سر آئندہ احتیاط رکھوں گا " —— جیگر نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا ۔

" اب آپ نئے احکامات سن لیں اس کے بعد ہماری کوئی میٹنگ نہیں ہو گی ۔ بلکہ احکامات ہر ممبر کو ٹرانسمیٹر پر ملیں گے ۔

اپنے اپنے کاموں کی رفتار تیز کر دیں اور سب سے بڑا فیصلہ جو ہارا کاری کے اعلیٰ حکام نے کیا ہے وہ یہ کہ اس ملک کے غنڈوں اور بدمعاشوں کو زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے ۔ مگر ہم اپنے اصول کے تحت کام لینے کے بعد ان مقامی کارکنوں کو فوراً موت کے گھاٹ اتار دیں گے ۔ ایکسٹو اور اس کی ٹیم کو ہر ممکن طریقے سے ٹریس کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ انہیں فوری طور پر ختم کر کے مشن کو ہر قسم کی رکاوٹ سے پاک کر دیا جائے ۔ اس کے علاوہ قتل و غارت کے ساتھ ساتھ لوٹ مار بھی کی جائے تاکہ قتل و غارت کو مقامی شورش پسندوں کے سر ڈالا جا سکے ۔ بے جواز قتل و غارت سے معاملات بگڑ بھی سکتے ہیں ۔ اس کے علاوہ نئے احکامات آپ لوگوں کو ٹرانسمیٹر پر مل جایا کریں گے ۔ بہرحال یہ بات ذہن میں رہے کہ ہارا کاری نے ہر قیمت پر اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنا ہے چاہے اس کے لئے انتہائی اقدامات ہی کیوں نہ کرنے پڑیں " —— باس نے انہیں مختصر طور پر ہدایات دیتے ہوئے کہا ۔

اس سے پہلے کہ کوئی ممبر جواب دیتا ۔ اچانک کمرے میں ایک ہلکی سی سیٹی بجنے لگی ۔ باس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اس کا بٹن آن کر دیا ۔ سیٹی کی آواز اس ٹرانسمیٹر سے نکل رہی تھی ۔ بٹن آن ہوتے ہی آواز آنی بند ہو گئی ۔ اور چند لمحوں بعد ایک انسانی آواز کمرے میں گونج اٹھی ۔

" ایچ کے نمبر تھری ہنڈرڈ کالنگ باس اوور " ——

" باس سپیکنگ اوور " —— باس نے بٹن دباتے ہوئے جواب دیا ۔

" باس میرے پاس ایک اہم اطلاع ہے ۔ دائل ہوٹل میں میری

نظر ایک شخص پر پڑی ہے جو افریشیا کی سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ گو وہ میک اپ میں ہے۔ مگر میں نے اسے پہچان لیا ہے اوور!" ——— تھری ہنڈرڈ نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"افریشیا سیکرٹ سروس کا چیف۔ تم اسے کیسے جانتے ہو اوور" ——— باس نے حیرت بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"سر ہاراکاری میں آنے سے پہلے میں باساشی کے تحت افریشیا میں ایک مشن پر کام کر چکا ہوں۔ اس لئے میں اسے اچھی طرح پہچانتا ہوں اوور" ——— تھری ہنڈرڈ نے جواب دیا۔

"خاصی اہم اطلاع ہے تم فوری طور پر اس کے کمرے کی تلاشی لو اوور" ——— اس سے اگلوانے کی کوشش کرو کہ وہ یہاں کیوں موجود ہے اگر وہ کوئی اہم اطلاع لے کر آیا ہے تو اسے قتل کر دو اوور" ——— باس نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر میں ابھی اس کے کمرے میں جاتا ہوں اوور" ——— تھری ہنڈرڈ نے جواب دیا۔

"اپنی کارکردگی کی رپورٹ مجھے فوراً دو اوور اینڈ آل" ——— باس نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے اسے جیب میں ڈال دیا۔ "اب یہ میٹنگ برخواست کی جاتی ہے۔ آپ سب پوری تیزی سے اپنے کاموں میں مصروف ہو جائیں۔ کسی بھی قدم پر ناکامی برداشت نہیں کی جائے گی۔ آپ جا سکتے ہیں" باس نے کہا اور تمام ممبران اٹھ کر باری باری کمرے سے باہر جانے لگے۔ البتہ باس بدستور کرسی پر بیٹھا رہا۔

کیپٹن شکیل۔ صفدر اور تنویر تینوں میک اپ میں آرنلڈ برادرز کی نگرانی میں مصروف تھے۔ کبھی یہ سپر مارکیٹ میں کپڑے کی سب سے بڑی دکان تھی۔ مگر اس دن اسے اچانک آگ لگ گئی تھی۔ جس کی وجہ سے پوری دکان راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گئی تھی اور اس وقت بھی اس کی صورت ملبے کے ایک بہت بڑے ڈھیر سے زیادہ نہ تھی ان تینوں کو ملبے کے اس ڈھیر کی نگرانی کچھ عجیب سی محسوس ہو رہی تھی۔ کیپٹن شکیل اور صفدر تو خاموش رہے مگر تنویر حسب عادت خاموش نہ رہ سکا۔ وہ تینوں اس دکان کے متقابل ایک کیفے میں براجمان تھے جس کے شیشوں سے وہ بخوبی اس دکان پر نظر رکھ سکتے تھے

"میرا خیال ہے ایکسٹو کے ذہن کو اب زنگ لگ گیا ہے۔ بھلا اس ملبے کے ڈھیر میں کونسا خزانہ چھپا ہوا ہے کہ تین آدمیوں کو خواہ مخواہ پابند کر رکھا ہے" ——— تنویر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"تنویر تمہیں ہزار بار منع کیا ہے کہ پبلک پلیسز پر چیف کا نام مت لیا کرو مگر تم باز نہیں آتے" ——— صفدر نے بڑے غصیلے لہجے میں تنویر سے کہا۔ اور تنویر نہ جانے کب سے بھرا بیٹھا تھا۔ صفدر کے اس لہجے پر جیراغ پا ہو گیا۔

"صفدر۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ تم مجھ پر جا بجا رعب جھاڑنا شروع کر دو۔ جس طرح تم سیکرٹ سروس کے ممبر ہو اسی طرح میں بھی ممبر ہوں۔ میں تم سے زیادہ سیکرٹ سروس کے اصول جانتا ہوں۔ تم تو سول انٹیلی جنس سے سیکرٹ سروس میں داخل ہوتے تھے۔ اور میں ملٹری انٹیلی جنس سے آیا ہوں۔ اب تم خود اندازہ کر لو کہ سول انٹیلی جنس کا کیا درجہ ہوتا ہے" ——

تنویر نے خاصے اونچے لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ میں کہتا ہوں کہ بکواس بند کرو تم جو کچھ بھی ہو اس کا اعلان مت کرو" —— صفدر نے غراتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اس نے ایکسٹو کا نام لینے سے منع کیا تھا۔ اور تنویر نے سیکرٹ سروس کی رٹ لگا دی تھی۔

"یو شٹ اپ نانسں" —— تنویر غصے سے سرخ ہوتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے لمحہ بہ لمحہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ تنویر اپنے آپ سے باہر ہونا ہم لوگوں کو زیب نہیں دیتا۔ ہم یہاں ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ ہمیں اس بات کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیئے" کیپٹن شکیل نے بڑے پر وقار لہجے میں تنویر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لعنت ہے ایسی ڈیوٹی پر۔ میں جا رہا ہوں" ——

تنویر نے کہا اور پھر کیفے کے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

صفدر اور شکیل نے تعجب بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر کندھے اچکا کر رہ گئے کہ اچانک صفدر چونک پڑا۔ اس نے دیکھا کہ جیسے ہی تنویر دروازے سے باہر نکلا۔ قریبی میز پر بیٹھا ایک شخص

تیزی سے اٹھ کر اس کے پیچھے باہر لپک گیا۔ اس نے ایک بڑا سا نوٹ ایش ٹرے کے نیچے دبا دیا تھا اور اسی بات سے صفدر مشکوک ہو گیا تھا۔

"تم یہیں بیٹھو شکیل میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں" ——

صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"صفدر تم اپنے وقار کا خیال رکھنا۔ کیپٹن شکیل نے دھیمے لہجے میں کہا اس کی چونکہ اس میز کی طرف پشت تھی۔ اس لئے وہ سمجھا کہ صفدر تنویر کے پیچھے جا رہا ہے" ——

"یہ بات نہیں تنویر کا تعاقب ہو رہا ہے" ——

صفدر نے اسے سمجھایا اور پھر تیز قدم اٹھاتا ہوا کیفے سے باہر نکلتا چلا گیا تھا۔ اس کی بات سن کر کیپٹن شکیل بھی چونک پڑا اور پھر اس نے بھی دوسرے لمحے ایک اور آدمی کو چیک کر لیا۔ جو صفدر کے اٹھتے ہی اس کے پیچھے چل دیا تھا۔ اب کیپٹن شکیل بھی وہاں سے اٹھنے پر مجبور ہو گیا۔ کیونکہ وہ صفدر کے متعاقب کا خیال رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے قریب موجود بیرے کے ہاتھ میں ایک نوٹ تھمایا اور پھر اٹھ کر دروازے کی طرف چل پڑا۔ اسے اس بات کا احساس تھا۔ کہ ہو سکتا ہے اس کا بھی تعاقب ہو رہا ہو۔ مگر وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔

اور پھر اس نے دور تنویر کو سپر مارکیٹ کا چوک مڑ کر ٹیکسی سٹینڈ کی طرف جاتے دیکھ لیا۔ صفدر اسے کہیں نظر نہ آیا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ صفدر بھی یہیں کہیں موجود ہو گا۔ وہ چونکہ موٹر سائیکل پر یہاں آیا تھا اس لئے وہ تیزی سے سپر مارکیٹ کے قریب ایک گلی کی طرف مڑ گیا۔ جہاں اس کا موٹر سائیکل موجود تھا۔ اور پھر جیسے ہی وہ سڑک کا موڑ مڑا اسے صفدر

بھی ایک ٹیکسی میں جاتا نظر آگیا۔ کیپٹن شکیل نے اپنی نظریں صفدر کا تعاقب کرنے والے پر جما رکھی تھیں۔ وہ بھی ایک خالی ٹیکسی میں بیٹھ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے تیزی سے موٹر سائیکل سٹارٹ کر کے گلی سے باہر سڑک پر نکالا اور پھر اس ٹیکسی کے پیچھے چل دیا۔ عقبی آئینے پر اس نے نظریں ڈال کر اپنے تعاقب کو چیک کرنا چاہا۔ مگر اسے کوئی مشکوک آدمی نظر نہیں آیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ مصروف ترین سڑک سے ہٹ کر ایک قدرے غیر مصروف سڑک پر نکل آئے۔ اب پوزیشن کچھ یوں تھی۔ کہ سب سے پہلے تنویر اس کے بعد تنویر کا تعاقب کرنے والا پھر صفدر اور اس کے پیچھے صفدر کا تعاقب کرنے والا اور آخر میں کیپٹن شکیل موٹر سائیکل پر سوار تھا۔ اس کے بعد جو کاریں ٹیکسیاں آرہی تھیں۔ ان میں سے کسی ایک پر یقیناً اس کا تعاقب کرنے والا بھی موجود ہوگا۔ اس طرح تعاقب کی ایک زنجیر سی بن گئی تھی۔ کیپٹن شکیل کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اُس نے ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کو آہستہ سے اپنی ران پر مارا۔ اس نے گھڑی کو اس انداز میں ضرب دی تھی۔ کہ اس کا ونڈ بٹن دب گیا تھا۔

اب دوبارہ اس نے ہینڈل پکڑ لیا۔ مگر اب گھڑی میں سبز رنگ کا ایک نقطہ چمک رہا تھا۔

"ہیلو تنویر اور صفدر میں شکیل بول رہا ہوں۔ تم دونوں کا تعاقب ہو رہا ہے۔ تنویر تم کسی بالکل سنسان سڑک پر نکل جاؤ۔ تاکہ تعاقب کرنے والوں میں سے کسی ایک کو ہم پکڑ کر لے جاسکیں ہو سکتا ہے اس سے کلیو مل جائے اوور" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے گھڑی والا ہاتھ اٹھا کر کنپٹی پر اس

انداز میں رکھا جیسے انگلیوں سے سر کھجا رہا ہو۔

"میں گھاٹ کی طرف جا رہا ہوں اوور" ۔۔۔

دوسرے لمحے تنویر کی آواز سنائی دی۔ اس بار اس کے لہجے میں دبا دبا جوش تھا۔ شاید اپنے تعاقب کا معلوم ہوتے ہی اس کے دماغ میں چھائی ہوئی جھنجھلاہٹ کافور ہو گئی تھی۔

صفدر نے جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔ مگر کیپٹن شکیل کو معلوم تھا اس نے پیغام ضرور وصول کر لیا ہوگا۔ چنانچہ اس نے ہاتھ دوبارہ ہینڈل پر رکھا اور دوسرے لمحے اس نے ایکسیلیٹر کو پوری قوت سے گھما دیا۔ موٹر سائیکل ایک جھٹکا کھا کر یکدم آگے بڑھا اور پھر رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح اس کا موٹر سائیکل اپنے آگے جانے والی گاڑیوں کو پیچھے چھوڑتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل کو چونکہ تنویر کی منزل کا علم ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ ان سے پہلے گھاٹ کی طرف جانے والی سڑک پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ پانچ ہارس پاور کا ہیوی موٹر سائیکل تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتا ہوا تقریباً پانچ منٹ میں گھاٹ والی سڑک پر پہنچ گیا۔ یہ سڑک قطعی سنسان رہتی تھی کیونکہ اس طرف صرف علی الصبح مچھلیوں سے بھرے ہوئے ٹرک ہی شہر جاتے تھے۔ پھر تمام دن اُس سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر رہتی تھی۔ تنویر نے واقعی سنسان سڑک تجویز کی تھی۔

کیپٹن شکیل ایک درخت کے قریب رک گیا۔ اور پھر اس نے موٹر سائیکل سڑک کے کنارے زمین پر اس طرح لٹا دیا جیسے موٹر سائیکل سلپ ہو گیا ہو۔ اور خود وہ تیزی سے گھنے درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ اب ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس درخت کی گھنی شاخوں سے سڑک کو بخوبی

دیکھ رہا تھا۔ موٹر سائیکل اس نے اس لئے اس حالت میں زمین پر ڈالا
تھا۔ تاکہ تنویر کے لئے نشانی بن جائے۔ اور وہ وہیں اپنی گاڑی روک لے۔

اور پھر تقریباً دس منٹ کے بعد اسے دور سے شہر والے کنارے
کی طرف ایک گاڑی اپنی طرف بڑھتی نظر آئی۔ کیپٹن شکیل چوکنا ہو کر
بیٹھ گیا۔ گاڑی ابھی چونکہ کافی دور تھی اس لئے بہت چھوٹی سی نظر آرہی
تھی۔ آہستہ آہستہ گاڑی کا حجم بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر اسے اس گاڑی کے
پیچھے آنے والی دو اور گاڑیاں بھی نظر آگئیں۔

چند لمحوں بعد تنویر کی گاڑی کافی نزدیک آگئی۔ اور پھر اس کی
رفتار آہستہ ہونے لگی۔ شاید تنویر نے سڑک کے کنارے پڑا ہوا موٹر
سائیکل دیکھ لیا تھا۔ پھر تنویر کی ٹیکسی عین اس درخت کے نیچے آکر رک
گئی۔ اور ٹیکسی کا دروازہ کھول کر تنویر نیچے اترا۔ اس کا ہاتھ کوٹ کی
جیب میں تھا۔ ٹیکسی سے اتر کر وہ تیزی سے موٹر سائیکل کی طرف
بڑھا۔ اسی لمحے اس کے پیچھے آنے والی ٹیکسی بھی تھوڑی دور پیچھے ہی
رک گئی اور کیپٹن شکیل نے جس کی تیز نظریں اس ٹیکسی پر جمی ہوئی تھیں۔
ٹیکسی کی کھڑکی سے سائیلنسر لگی رائفل کی نال کی جھلک دیکھ لی۔ نشانہ ظاہر
ہے تنویر ہی تھا۔ اور دوسرے لمحے کیپٹن شکیل نے ریوالور کا رخ اس ٹیکسی
کی کھڑکی کی طرف کیا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ گولی چلاتا اچانک رائفل
کے رخ میں معمولی سی تبدیلی ہوئی۔ اس کا رخ ذرا سا اوپر ہوا اور پھر اسے
یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں کوئی انگارہ گھستا چلا گیا ہو۔ ایک
زبردست جھٹکا لگا اور کیپٹن شکیل اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ چنانچہ
دوسرے لمحے وہ درخت سے سر کے بل سڑک پر گرتا چلا گیا۔ ریوالور اس

کے ہاتھ سے چھوٹ کر کہیں دور جا گرا تھا۔

تنویر کیپٹن شکیل کے گرنے کا دھماکہ سن کر تیزی سے پلٹا مگر دوسرے
لمحے رائفل کی دوسری گولی نے اس کا بھی مزاج پوچھ لیا اور وہ بھی
الٹ کر موٹر سائیکل پر گر گیا۔

اتنے میں صفدر کی ٹیکسی بھی وہاں پہنچ گئی اور پھر صفدر کود کر ٹیکسی
سے نیچے اترا۔ اسی لمحے پہلی ٹیکسی کا دروازہ کھول کر رائفل بردار بھی
نیچے اتر آیا۔ صفدر چونکہ ابھی ابھی وہاں پہنچا تھا اس لئے اسے صحیح
صورت حال کا علم نہ تھا۔ مگر جیسے ہی رائفل بردار نے تیزی سے مڑ کر
اپنی رائفل کا رخ صفدر کی طرف کیا۔ صفدر نے انتہائی پھرتی سے ریوالور
کا ٹریگر دبا دیا۔ اور گولی رائفل بردار کے سینے میں گھستی چلی گئی۔ رائفل بردار
اچھل کر نیچے گرا۔ صفدر اس کے گرتے ہی تیزی سے سڑک پر پڑے ہوئے
تنویر اور کیپٹن شکیل کی طرف بھاگا۔ وہ دونوں سڑک پر بڑی بے ترتیبی
کی حالت میں پڑے تھے ان کی یہ حالت دیکھ کر صفدر یہ بھی بھول گیا کہ
اس کے پیچھے بھی ایک ٹیکسی تیزی سے بڑھی چلی آرہی ہے اور اس سے پہلے
کہ وہ سنبھلتا اچانک پچھلی ٹیکسی سے دور مار رائفل کے ذریعے صفدر پر گولی
چلا دی گئی۔ اور صفدر جو کیپٹن شکیل اور تنویر کے قریب پہنچ چکا تھا ایک
جھٹکا کھا کر نیچے گر گیا۔

پچھلی ٹیکسی جس سے صفدر پر گولی چلائی گئی تھی تیزی سے آگے بڑھتی
چلی آرہی تھی۔ اسی لمحے تنویر، صفدر اور شکیل کے تعاقب کرنے والی تینوں
ٹیکسیاں یکدم جھٹکا کھا کر آگے بڑھیں اور پھر کمان سے نکلے تیر کی طرح
آگے بڑھتی چلی گئیں۔ شاید ان کے ڈرائیوروں نے اس خطرناک صورتحال

کا احساس کرتے ہوئے نکل جانے میں ہی عافیت دیکھی ہو گی۔ اور پھر اس ٹیکسی کی بریکیں ان تینوں کے قریب آکر چیخ پڑیں۔ جس سے صفدر پر گولی چلائی گئی تھی۔

ٹیکسی کے رکتے ہی ایک سنہری بالوں والا نوجوان تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ریوالور موجود تھا۔ دور مار رائفل شاید ٹیکسی کے اندر رہی تھی۔

"مائیکل جلدی باہر نکلو۔ یہ تینوں بے ہوش اور زخمی پڑے ہیں۔ انہیں اٹھا کر ہیڈ کوارٹر لے چلیں" ۔۔۔ سنہری بالوں والے نے ٹیکسی ڈرائیور کو آواز دیتے ہوئے کہا اور اس کی آواز سنتے ہی ٹیکسی ڈرائیور بھی نیچے اتر آیا۔ وہ تیز قدم اٹھاتا ہوا سنہرے بالوں والے کی طرف آ رہا تھا۔

"کیا ضرورت ہے ارنال میرے خیال میں تو ریوالور کی ایک ایک گولی سے تینوں کو ٹھنڈا کرو اور ہم آگے بڑھ جاتے ہیں۔ کہیں آگے کی ٹیکسیوں والے کسی کو لے کر نہ آجائیں" ۔۔۔ مائیکل نے بڑے ٹھنڈے لہجے میں ان تینوں کو ٹھنڈا کرنے کی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ تینوں یہاں کی سیکرٹ سروس کے رکن ہیں اور باس کو ان کی شدت سے تلاش تھی۔ ان تینوں سے ہیڈ کوارٹر میں بڑی بیش قیمت معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں تم جلدی سے انہیں اٹھا کر ٹیکسی میں ڈالو" ۔۔۔

ارنال نے جھک کر بے ہوش صفدر کو کاندھے پر اٹھا کر ٹیکسی کی طرف لے جاتے ہوئے کہا اور پھر مائیکل بھی کندھے جھٹک کر تنویر کو اٹھانے میں

مصروف ہو گیا۔ اس طرح ان دونوں نے تنویر۔ صفدر اور نشکیل کو ٹیکسی کی دونوں سیٹوں کے درمیانی جگہ پر ایک دوسرے پر اس طرح ڈال دیا جیسے وہ انسانوں کی بجائے کھاد کی بوریاں لے جا رہے ہوں۔ البتہ اپنے ساتھی کی لاش وہیں چھوڑے جا رہے تھے۔

مائیکل ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور ارنال ریوالور سنبھالے پچھلی نشست پر ٹک گیا۔ مائیکل نے تیزی سے گاڑی موڑی۔ اسی لمحے ارنال کو ایک خیال آیا اور اس نے کھڑکی سے سر نکال کر ریوالور کا رخ موٹر سائیکل کی طرف کیا اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ گولی ریوالور کی نال سے نکل کر سیدھی موٹر سائیکل کی ٹینکی پر پڑی اور پھر چند لمحوں بعد ہی ایک دھماکہ سے موٹر سائیکل کے پٹرول ٹینک نے آگ پکڑ لی۔

ارنال جو کھڑکی سے سر نکالے دیکھ رہا تھا۔ آگ لگتے دیکھ کر اطمینان سے مسکرایا اور پھر اس نے سر اندر کر لیا۔ اب وہ بغور سیکرٹ سروس کے ان تین ارکان کو دیکھ رہا تھا۔ جسے وہ اغوا کر کے لے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مسرت اور غرور کی چمک تھی اور واقعی ایک لحاظ سے وہ ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیئے جا رہا تھا۔

عمران اس وقت ایک بزنس مین کے میک اپ میں تھا۔ اس نے کشمشی رنگ کا بہترین نمائش کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کا چشمہ تھا۔ اور سر پر ایک خوب صورت فیلٹ ہیٹ رکھے ہاتھ میں ایک بریف کیس پکڑے وہ رائل ہوٹل کے مین گیٹ میں داخل ہوا۔ تو اسے دیکھ کر یہی احساس ہوتا تھا۔ جیسے وہ ایک کامیاب بزنس مین ہو۔ چہرے پر چھائی ہوئی حماقت اس وقت غائب تھی اور اس کی جگہ ایک پُر وقار سنجیدگی نے لے لی تھی۔ سعود کے کمرے کا نمبر اسے معلوم تھا اس لئے اس نے کاؤنٹر پر رکنے کی کوشش بھی نہ کی۔ اور تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تیز رفتار جدید ترین لفٹ نے بغیر کوئی وقت ضائع کئے اسے تیسری منزل پر پہنچا دیا۔ عمران نے بریف کیس کو بائیں ہاتھ میں منتقل کیا اور پھر تیزی سے طویل راہداری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی وہ سعود کے کمرے کے سامنے کھڑا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے گیلری پر نظر ڈالی۔ گیلری میں کئی لوگ آجا رہے تھے۔ لوگوں کا احساس کر کے عمران نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی مگر دستک دیتے ہی وہ چونک پڑا۔ کیونکہ جیسے ہی اس نے دستک دی تھی

اس کے حساس کانوں میں اندر سے ایک مدہم سی کراہ کی آواز سنائی دی تھی۔ جیسے کسی نے زور سے کراہتے ہوئے آدمی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا ہو اور پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ عمران نے دوسرے لمحے گیلری میں موجود لوگوں کا خیال کئے بغیر تیزی سے کی ہول کے ساتھ آنکھ لگا دی۔ اور پھر وہ تیزی سے سیدھا ہو گیا۔ کیونکہ کی ہول سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دروازے کے سامنے ایک دبیز پردہ پڑا ہوا تھا۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے جیب سے ایک مڑا ہوا تار نکال کر اس کا ایک سرا کی ہول میں ڈالا اس کا انداز یوں تھا جیسے چابی سے دروازہ کھول رہا ہو۔ اس نے تار کو مخصوص انداز میں ایک دو دفعہ دائیں بائیں گھمایا اور پھر ٹک کی آواز سے تالا کھلتا چلا گیا۔ عمران نے تار جیب میں ڈالی اور پھر ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھول کر بجلی کی سی تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ پردہ ہٹاتے ہی وہ لٹو کی طرح اپنی جگہ سے گھوم گیا۔ وہ اس طرح ہونے والے ممکنہ حملے سے اپنے آپ کو بچانا چاہتا تھا۔ مگر اس پر کوئی حملہ نہیں ہوا۔ کمرے کے درمیان میں سعود قالین پر پڑا ہوا تھا۔ شاید وہ زندگی کے آخری لمحوں سے گزر رہا تھا۔ عمران نے بیگ ایک طرف پھینکا اور پھر تیزی سے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر سعود پر جھکتا چلا گیا۔

”سعود سعود میں ایکسٹو کا نمائندہ ہوں۔ مجھے بتلاؤ کیا بات تھی۔“ عمران نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ عمران سمجھ گیا تھا کہ سعود اب مرنے کے قریب ہے۔ اب اسے مرنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی اس لئے وہ اسے بچانے کی بجائے اس سے معلومات لے لینا چاہتا تھا۔ ایکسٹو کا لفظ جیسے ہی سعود کے کانوں میں پڑا۔ اس کی پھٹی ہوئی مگر

تیزی سے بے نور ہوتی ہوئی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے دوبارہ چمک پیدا ہو گئی اور پھر دوسرے لمحے اس کے لبوں نے حرکت کی، عمران نے کان اس کے لبوں سے لگا دیا۔

"بارہ کاری ——— تباہی ——— مسلم کانفرنس ——— عظیم تباہی" ———

سعود رک رک کر کہہ رہا تھا اور پھر آخری لفظ کہتے ہی ایک جھٹکا کھا کر اس کی گردن ڈھلک گئی۔ افریشیا سیکرٹ سروس کا چیف ختم ہو چکا تھا۔

اس کے ختم ہوتے ہی عمران نے سر اٹھایا اور اس لمحے عمران کا چہرہ قابل دید تھا۔ چہرے پر موجود سنجیدگی اب درندگی میں تبدیل ہو چکی تھی وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور دوسرے لمحے اس نے بڑی پھرتی سے ایک طرف چھلانگ لگا دی خنجر اس کے قریب سے گزرتا چلا گیا اور پھر ایک قلابازی کھا کر وہ سیدھا ہوا۔ اس نے سامنے ہی ایک نوجوان کو کھڑے دیکھا وہ نوجوان ایک بڑی سی الماری کے قریب کھڑا تھا۔ شاید وہ اس الماری کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔

خنجر کا نشانہ خطا ہوتے دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے آثار نمایاں تھے۔ اس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک اور خنجر اس کے ہاتھ میں چمکنے لگا۔ عمران اس سے چند فٹ کے فاصلے پر خاموش کھڑا بڑی خوفناک نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ گو اس وقت عمران کی پشت اس نوجوان کی طرف تھی۔ جب نوجوان نے اس پر خنجر کا پہلا وار کیا تھا۔ جیسے عمران کی پشت پر بھی آنکھیں موجود ہوں اور اس بات پر وہ نوجوان بھی حیرت زدہ تھا۔ اسے شاید معلوم نہیں تھا۔ کہ یہ کمال عمران کی خداداد پھرتی کے علاوہ اس سنہرے فریم کی عینک کا بھی تھا۔ جو اس وقت

عمران کی ناک پر موجود تھی۔ فریم کے دونوں طویل بازو جو عمران کے کانوں پر ٹکے ہوئے تھے کچھ اور پشت کی طرف چلے گئے تھے۔ ایک لحاظ سے ٹیلی وژن انٹینا کا کام دیتے تھے۔ اور عینک کے شیشوں پر پشت کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔

یہ عینک کو مخصوص انداز میں جھٹکنے کا نتیجہ تھا۔ حالانکہ اس وقت وہ عینک سے صاف سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔

"تم نے اسے قتل کیا ہے" ———

عمران نے انتہائی سپاٹ لہجے میں نوجوان سے سوال کیا۔ اس کی نظریں نوجوان کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

نوجوان نے جواب دینے کی بجائے خنجر والے ہاتھ کو مخصوص انداز میں اٹھایا۔ اس کے انداز سے ہی صاف ظاہر تھا کہ وہ خنجر زنی میں مہارت تامہ کا درجہ رکھتا تھا۔ وہ شاید عمران کی بات کا جواب خنجر سے دینا چاہتا تھا۔

"خنجر نیچے پھینک دو اور میری بات کا جواب دو" ——— عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ عمران کے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ مگر اس کی تیز نظریں نوجوان کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔ مگر دوسرے لمحے کمرے میں بجلی سی کوند گئی۔ نوجوان حملہ کر چکا تھا۔ خنجر بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور پھر ایک حیران کن منظر سامنے تھا۔ نوجوان تو واقعی حیرت اور خوف سے بت بنا کھڑا رہ گیا۔

اس کا پوری قوت سے پھینکا ہوا خنجر جیسے ہی عمران کے جسم کے قریب پہنچا۔ عمران نے اپنے جسم کو مخصوص انداز میں موڑ کر نہ صرف اپنے آپ کو اس حملے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کا ہاتھ برق کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کے قریب سے گزرتا ہوا خنجر دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ میں موجود تھا اور عمران اسی طرح اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ اڑتے ہوئے خنجر کو اس پھرتی اور مہارت

سے تھام لینا ایک ایسا کارنامہ تھا جو شاید نوجوان نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ یہ بات شاید اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھی کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایسا ہوتے دیکھ کر نوجوان کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"اب بتلاؤ کہ اسے تم نے قتل کیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے خنجر تھامتے ہی پہلے کی طرح سپاٹ لہجے میں سوال دہرایا۔

نوجوان جو حیرت زدہ کھڑا تھا۔ عمران کی آواز سنتے ہی جیسے ہوش میں آگیا۔ اس کی نظریں ایک لمحے کے لئے کمرے کی عقبی کھڑکی کی طرف اٹھیں۔ جو کھلی ہوئی تھی اور دوسرے لمحے اس نے کھڑکی کی طرف بھرپور چھلانگ لگا دی۔ وہ تقریباً اپنی جگہ سے اڑتا ہوا کھڑکی کی طرف گیا تھا عمران نے بھی اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی تھی۔ اور اس کا ہاتھ نوجوان کے کوٹ پر بھی پڑا تھا مگر اس کا ہاتھ کوٹ کو گرفت میں نہ لے سکا۔ اور نوجوان کا جسم فرانسیسی طرز کی بنی ہوئی اس کھڑکی سے گزرتا ہوا چوتھی منزل سے نیچے تیر کی طرح اڑتا چلا گیا۔ اور تقریباً چند ہی لمحوں میں ایک چیخ اور زوردار دھماکے سے اس کا جسم نیچے پختہ سڑک سے جا ٹکرایا اور عمران نے اس کے جسم کو سڑک سے ٹکرا کر اچھلتے پھڑ پھڑاتے اچھلتے اور پھر ـــــــــــــ گوشت اور ہڈیوں کے ایک ملغوبے کی طرح سڑک پر پھیلتے دیکھ لیا۔ نوجوان عمران کو کچھ بتانے کی بجائے اپنی جان دے چکا تھا۔

عمران تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔ اب نوجوان کے اس طرح مرجانے پر اسے قطعی تعجب نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ تنظیم ہاراکاری ہے۔ اور اس کا ممبر ہاراکارین ہے۔ انہیں تربیت بھی اسی طرح دی جاتی

ہے کہ پکڑے جانے کی صورت میں اپنے آپ کو بغیر وقت ضائع کئے ہلاک کر لیں اپنے آپ کو اس طرح ہلاک کرلینے کو ہی جاپانی زبان میں ہاراکاری کہتے ہیں۔ اور اسے ان کے مذہب میں تقدس کا درجہ حاصل تھا۔

عمران پیچھے ہٹ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا اور پھر اس نے اسے لاک کر دیا۔ اب وہ سعود کی لاش کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے سعود کی لاش کی اچھی طرح تلاشی لی۔ مگر کوئی کام کی چیز۔ اس کے ہاتھ نہ لگ سکی عمران نے اب غور سے کمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور پھر اس کی نظریں کمرے کے کونے میں موجود ردی کی ایک چھوٹی سی ٹوکری پر جم گئیں جس میں کاغذوں کے پھٹے ہوئے ٹکڑے صاف نظر آرہے تھے۔ عمران جانتا تھا کہ سعود سیکرٹ سروس کا چیف تھا۔ اگر اس نے کوئی چیز چھپانی چاہی ہو گی تو اس نے ایسی جگہ کا انتخاب کیا ہو گا جو بظاہر قطعی غیر اہم معلوم ہوتی ہو۔ یہ ایک نفسیاتی نکتہ تھا اور عمران بھی کئی بار اسے کامیابی سے استعمال کر چکا تھا۔

ڈھونڈھنے والا اہم جگہوں پر اسے ڈھونڈتا رہ جاتا تھا۔ عمران نے سب سے پہلے اس ردی کی ٹوکری سے ہی کمرے کی تلاشی کا آغاز کیا اور پھر جیسے ہی اس نے ردی کی ٹوکری فرش پر الٹی۔ اسے ایک تڑا مڑا سا کاغذ نظر آگیا۔ اس نے اسے جھپٹ کر اٹھا لیا۔ بظاہر اس کاغذ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے بے خیالی میں اس پر لکیریں کھینچی ہوں۔ اور پھر اسے ہاتھ میں مروڑ کر ٹوکری میں پھینک دیا ہو۔ مگر کاغذ کو سیدھا کرتے ہی عمران کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ اس کاغذ پر افریشیائی کوڈ میں بہت کچھ تحریر تھا اور عمران اس کوڈ سے بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ وہ اسی طرح اس کاغذ کو پڑھتا چلا گیا۔ جیسے صاف اردو میں لکھا گیا ہو۔ کاغذ دونوں طرف سے بھرا ہوا تھا جوں

جوں عمران پڑھتا جاتا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کاغذ کو دوبارہ مٹھی میں مروڑ دیا۔ چند لمحے وہ کھڑا سوچتا رہا۔ پھر اس نے کاغذ کو جیب میں ڈال دیا۔ اب وہ سعود کی لاش کی طرف مڑ گیا۔ سعود کے چہرے کا رخ عمران کی طرف ہی تھا اور ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے سعود کی بے نور آنکھیں عمران پر جمی ہوئی ہوں۔

"شکریہ دوست تم نے واقعی دوستی اور مسلم بھائی چارے کا حق ادا کر دیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں چند لمحے لیٹ پہنچا مگر پھر بھی میں تمہارا انتقام تمہارے دشمنوں سے ایسا خوفناک لوں گا۔ کہ تمہاری روح خوش ہو جائے گی"۔۔۔۔ عمران نے سعود کے بے نور چہرے کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا اور پھر کونے میں پڑا ہوا اپنا بریف کیس اٹھا کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے عینک اتار کر جیب میں ڈال لی تھی اور اس عینک کے اتارتے ہی اس کے چہرے میں خاصی تبدیلی آنے لگی۔

دروازہ کھول کر وہ نکلا اور پھر لفٹ کے ذریعے جلد ہی ہال میں پہنچ گیا۔ مگر ہال کا بیرونی دروازہ بند تھا۔ اور ہال کے اندر بھی پولیس موجود تھی ایک پولیس انسپکٹر کاؤنٹر پر کھڑا کاؤنٹر مین سے باتیں کر رہا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ اس نوجوان کی موت کی تحقیقات ہو رہی ہو گی۔ عمران جیسے ہی لفٹ سے نکلا ہال میں موجود ہر فرد اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور اسی لمحے عمران کے چہرے پر حماقت کی پرچھائیاں تیرنے لگیں۔ وہ بریف کیس سنبھالے بڑے اطمینان سے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر کاؤنٹر پر کھڑے پولیس انسپکٹر نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا۔

"رک جاؤ مسٹر تم باہر نہیں جا سکتے"۔۔۔۔ لحیم شحیم پولیس انسپکٹر نے بڑے کرخت لہجے میں اسے روکتے ہوئے کہا۔

"کس کے باہر ہوٹل کے۔ اپنی حدود کے عزت کے دائرے سے یا تمہاری اوقات سے۔ آخر کس کے باہر نہیں جا سکتا"۔۔۔ عمران نے رک کر بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا اور کاؤنٹر پر کھڑے آدمی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"زیادہ ٹرٹر مت کرو ایک جھانپڑ دوں گا تو طبیعت صاف ہو جائے گی"۔۔۔۔ پولیس انسپکٹر نے اپنے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"کمال ہے اگر اتنی آسانی سے صفائی ہو سکتی ہے تو ہمارے شہر کی کارپوریشن نے خواہ مخواہ دو تین ہزار بھنگی نوکر رکھے ہوئے ہیں۔ اکیلے تم ہی کافی تھے۔ ایک جھانپڑ صبح اٹھ کر شہر کو دیا اور تمام شہر صاف۔ واہ واہ بچت ہی بچت۔ میں آج ہی اخبار کے ایڈیٹر کو مراسلہ بھیجتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے بدستور اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور پولیس انسپکٹر کا ہاتھ انتہائی غصے کی حالت میں گھوم گیا۔ بھلا وہ کب برداشت کر سکتا تھا کہ بھرے ہوٹل میں اس کی کوئی اس طرح بے عزتی کر دے۔ مگر ظاہر ہے مقابل میں عمران تھا اس لئے وہ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ اور پولیس انسپکٹر ہوا میں ہی ناچ کر رہ گیا۔

"گرفتار کر لو فوراً"۔۔۔۔ انسپکٹر نے خفت مٹانے کے لئے چیخ کر قریب کھڑے سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"واہ واہ کیا بات کی ہے مولوی مدن کی سی۔ مگر گرفتاری کے حکم سے پہلے ناچنا ضروری ہوتا ہے۔ کیا پولیس کوڈ میں نئی تبدیلی ہوئی ہے"۔۔۔۔ عمران نے اسے چڑاتے ہوئے کہا۔ اپنی گرفتاری کا حکم سن کر بھی اس کے

اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اور اس بات پر ہال میں موجود تمام افراد حیران تھے۔ جیسے ہی سپاہی اس کی طرف بڑھا عمران نے بریف کیس اس کی طرف بڑھا دیا اور خود انسپکٹر سے مخاطب ہو گیا۔

"کیا بات ہے انسپکٹر صاحب آپ کچھ پریشان سے نظر آ رہے ہیں۔ میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں"۔۔۔۔

اس کے لہجے میں ایسا وقار تھا اور ایسا دبدبہ تھا کہ انسپکٹر بھی گڑبڑا گیا۔

"تت تم کون ہو"۔۔۔ انسپکٹر نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

"میں عمران" نے کہا اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک وزٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔ پولیس انسپکٹر نے جیسے ہی کارڈ پر نظر ڈالی اس کی آنکھیں تعجب سے پھیلتی چلی گئیں۔ اس طرح تعجب سے عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ اس کے سامنے کھڑا ہو۔۔۔۔

"تت۔۔۔ تو کیا واقعی آپ۔۔۔۔" اس کے منہ سے خوف اور تعجب کے مارے فقرہ نہ نکل سکا۔

"تمہیں کوئی شک ہے انسپکٹر۔ شناختی کارڈ دکھلاؤں"۔۔۔ عمران کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ پر وقار تھا۔

"مم معافی چاہتا ہوں سر۔ مجھے معلوم نہیں تھا"۔۔۔ انسپکٹر نے کھٹ سے باقاعدہ سیلوٹ جھاڑ دیا۔ اور وہاں موجود باقی سپاہیوں نے بھی اس کی پیروی کی اور ہال میں موجود تمام افراد تعجب کے مارے سن رہ گئے۔

عمران نے کارڈ انسپکٹر کے ہاتھ سے واپس لے لیا اور پھر اس پر ایک سرسری نظر ڈال کر دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ اس کی جیبوں میں ایسے موقع

کے لئے کئی کارڈ پڑے رہتے تھے۔ اور کارڈ نکال کر دیتے وقت اسے خود بھی معلوم نہیں تھا کہ کون سا کارڈ اس نے انسپکٹر کو دیا ہے۔ اب جو اس نے کارڈ پر نظر ڈالی تو اسے معلوم ہوا کہ کارڈ شہزادا احمد پرسنل سیکرٹری گورنر صوبہ فائیو واٹر درج تھا۔ اور ظاہر ہے ایک پولیس انسپکٹر کی گورنر کے پرسنل سیکرٹری کے سامنے کیا حیثیت تھی۔

"دروازے کیوں بند کر رکھے ہیں کیا بات ہے"۔۔۔۔ عمران نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے کہا۔

"سر باہر سڑک پر ایک آدمی اوپر سے گر کر ہلاک ہو گیا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اسے اسی ہوٹل کی کسی منزل سے باہر پھینکا گیا ہے"۔۔۔۔ انسپکٹر نے وضاحت کی۔

تمہیں کس نے انسپکٹر بنایا ہے نانسنس۔ تمہارا خیال ہے کہ ہال میں موجود افراد نے اسے اوپر سے دھکیلا ہے۔ جو تم انہیں گھیرے کھڑے ہو" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"سر ہو سکتا ہے اوپر سے پھینک کر کوئی نیچے اتر آیا ہو"۔۔۔۔ انسپکٹر نے بوکھلا کر جواب دیا۔

اپنی عقل کا آج ہی فاتحہ دلاؤ انسپکٹر مجرم تمہارے انتظار میں یہاں ہال میں بیٹھا نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہو گا۔ تم پہلے اس بات کا اندازہ کرو کہ اسے کہاں سے پھینکا گیا ہے۔ پھر وہیں سے تفتیش کا دائرہ آگے بڑھاؤ۔ دروازے کھول دو نانسنس"۔۔۔۔ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بہتر سر"۔۔۔۔ انسپکٹر سے اس کے علاوہ اور کوئی جواب نہ بن سکا اور

پھر عمران خود ہی تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ انسپکٹر خاموش کھڑا اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تعجب، تشکک اور خوف کے ملے جلے تاثرات تھے جیسے وہ کسی فیصلے پر نہ پہنچ رہا ہو۔

باہر جا کر عمران نے سپاہی کے ہاتھ سے بیگ لیا اور پھر پارکنگ شیڈ میں موجود اپنی سپورٹس کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کار کا دروازہ کھول کر اس نے بیگ پچھلی سیٹ پر اچھال دیا۔ اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے کار سٹارٹ ہو کر ایک لمبا ٹرن لیتی ہوئی ہوٹل کے کمپاؤنڈ گیٹ سے باہر نکل کر سڑک پر دوڑنے لگی۔ اب عمران کے ذہن میں بجلیاں کوند رہی تھیں۔ سعود کے کوڈ میں لکھے ہوئے کاغذ نے تمام کیس روشن کر دیا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ اس بار بچانے کتنے نازک اور خطرناک ترین حالات سے گزرنا پڑے گا۔

پہلا موڑ کاٹتے ہی جیسے ہی اس نے کار کی رفتار تیز کی اچانک اس کی چھٹی حس نے اسے چونکا دیا۔ اسے یوں محسوس ہوا۔ جیسے ابھی کچھ ہونے والا ہے۔ مگر بظاہر حالات بے حد پرسکون تھے۔ عمران نے تیز نظروں سے کار کا اندرونی جائزہ لیا۔ مگر اسے کوئی مشکوک چیز نظر نہ آئی۔ مگر اس کی چھٹی حس بار بار اسے چونکا رہی تھی۔ اور عمران کو اپنی چھٹی حس پر مکمل اعتماد تھا۔ چنانچہ اس نے بڑی تیزی سے کار کو ایک سائیڈ پر کرتے ہوئے بریک لگائی۔ اور ٹائر ایک طویل چیخ مار کر سڑک پر جم گئے۔ جیسے ہی کار رکی عمران نے دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ حیرت سے سن رہ گیا۔ کیونکہ ہینڈل پر پوری قوت لگانے کے باوجود بھی دروازہ نہیں کھل رہا تھا۔ عمران نے دوسرے دروازے پر زور آزمائی

کی مگر بے سود اور پھر اس نے چاروں دروازوں کو چیک کر لیا۔ مگر ہر دروازے نے کھلنے سے انکار کر دیا۔ اس نے شیشے نیچے گھمانے والا ہینڈل گھمانا چاہا مگر وہ بھی جام ہو چکا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کسی نامعلوم قوت نے کار کا تمام میکنزم مفلوج کر دیا ہو۔ اس نے جھنجھلا کر دوبارہ کار سٹارٹ کر دی اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ اس بار کار نے سٹارٹ ہونے سے بھی یکسر انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ سیلف لگنا تو ——— ایک طرف رہا۔ کار کا پنکھا چلنے کی آواز بھی نہ آئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کار میں انجن ہی موجود نہ ہو۔

"کمال ہے بھئی یہ تو کسی کو پکڑنے کا واقعی نیا طریقہ ہے"۔ ——— عمران نے آخر جدوجہد چھوڑ کر کار کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے کہ تم ہمارے نمائندے کو ہارا کاری پر مجبور کر دینے کے بعد اتنی آسانی سے نکل جاؤ گے" ———

اچانک ایک کرخت آواز کار میں گونجی اور عمران ایک لمحے کے لئے چونکا۔ مگر دوسرے لمحے اس کے لبوں پر اطمینان سے بھری مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

"تمہارا نمائندہ تو بے حد بزدل تھا۔ جو اس نے یوں کھڑکی سے کود کر خودکشی کر لی۔ ورنہ میں تو اس کی صرف خیریت پوچھنے گیا تھا"۔ ——— عمران نے جواب دیا۔

"وہ بزدل نہیں تھا۔ بلکہ اس نے تنظیم کے اصول کے مطابق تنظیم کے راز چھپانے کے لئے ہارا کاری کی ہے"۔ ——— دوسری طرف سے پہلے سے بھی زیادہ کرخت لہجے میں جواب دیا۔

"خیر تم جو کچھ بھی کہو میں تو اسے بزدلی ہی کہوں گا۔ مگر تم یہ بتلاؤ کہ تم نے

مجھے میری ہی کار میں کیوں قید کر رکھا ہے۔ اگر تم کہو تو میں بھی تمہارے نمائندے کی طرح کار کی کھڑکی سے کود کر ہارا کاری کرنے پر تیار ہوں۔ مگر کھڑکی کھلنا شرط ہے۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم نے کھڑکی یا دروازہ کھولنے کی اب کوشش کی تو تمہاری کار ایک دھماکے سے اڑ جائے گی"۔۔۔ دوسری طرف سے اسے تنبیہہ کی گئی۔

"دھماکے والی شرط غلط ہے۔ اگر بغیر دھماکے سے اُڑانے کا وعدہ کرو تو میں ابھی کوشش کرتا ہوں۔ دھماکے سے میرے اعصاب پر ناگوار اثر پڑتا ہے"۔۔۔ عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

مگر اس سے پہلے کہ اسے کوئی جواب ملتا۔ کار کا انجن اچانک خود بخود جاگ پڑا اور دوسرے لمحے کار تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ عمران چونکہ سمجھ گیا تھا کہ کار ریڈیو کنٹرول ہو چکی ہے۔ اس لئے وہ بڑے اطمینان سے سیٹ سے پشت لگائے بیٹھا رہا۔ کار خود بخود مختلف راستوں پر مڑتی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ عمران اگر چاہتا تو کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل جاتا یا کار کو ریڈیو کنٹرول سے آزاد کرا لیتا۔ اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ مگر عمران نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو حالات پر ڈال دیا تھا۔ کم از کم اس طرح اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کی بجائے وہ کسی کلو تک تو پہنچ سکتا تھا۔ چنانچہ یہی سوچ کر وہ خاموش بیٹھا تھا اور کار خود بخود سڑک پر اپنا راستہ بناتی چلی جا رہی تھی۔

ٹائیگر ایک لمحے کے لئے جھجکا مگر دوسرے لمحے اس نے ہاتھ بڑھا کر شراب کا جام اٹھا لیا۔ اور پھر ایک ہی سانس میں وہ اسے حلق کے نیچے انڈیل چکا تھا۔ جام دوبارہ میز پر رکھ کر اس نے رومال سے اپنا منہ پونچھا اور چمکتی ہوئی نظروں سے مقابل کو دیکھنے لگا۔ میز کے دوسرے سرے پر ایک انتہائی لحیم شحیم مگر بے حد سڈول اور طاقتور جسم کا مالک ادھیڑ عمر آدمی موجود تھا۔ اس کے چہرے پر بے شمار زخم تھے۔ آنکھوں میں خوفزدہ کرنے والی سرخی ہر وقت تیرتی رہتی تھی۔ اس کے جبڑے کی بناوٹ ہی ایسی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ یہ شخص سخت بے رحم اور انتہائی ظالم فطرت کا مالک ہے۔

"ویری گڈ ٹائیگر۔ تم نے دنیا کی تیز ترین شراب کا جام۔ ایک ہی سانس میں پی کر مجھ پر اپنے حوصلے کا اچھا اثر ڈالا ہے"۔۔۔ اس خوفناک آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی مسکراہٹ ہی ایسی تھی جیسے کوئی زخمی چیتا غرا رہا ہو۔

"میرے لئے یہ کوئی بات نہیں ٹابر۔ میں ایسی شرابوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا"۔۔۔

ٹائیگر نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوش میں رہ کر بات کرو دوست۔ ٹابر دوستوں کے منہ سے بھی اپنے وقار کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا۔ جس بات کو میں اہمیت دے رہا ہوں۔ اسے تمہیں بھی اہمیت دینی پڑے گی۔"——

ٹابر نے میز پر زور سے مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ٹابر یہ ٹھیک ہے کہ تم زیر زمین دنیا کے بے تاج بادشاہ ہو۔ تمہارا نام ہی زیر زمین دنیا کے لئے زلزلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہ کہ تمہاری اور میری ابھی نئی نئی دوستی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ میں تمہارا احترام کرتا ہوں مگر کان کھول کر سن لو کہ میں صرف اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ میں چاہوں تو کسی بات کو اہمیت دوں چاہوں تو نہ دوں۔ تم مجھے اس پر مجبور نہیں کر سکتے۔"——

ٹائیگر نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے تم میری توہین کر رہے ہو۔ تم ایک بے ضرر کیچوے ہو۔ صرف نام ٹائیگر رکھ لینے سے تم ٹائیگر نہیں بن سکتے۔ اور اگر تم ٹائیگر ہو بھی سہی تو ٹابر کو فخر ہے کہ وہ تم جیسے ٹائیگروں کو چٹکی میں مسل کر پھینک دیتا ہے۔ بولو جواب دو۔ تمہاری یہ جرأت کیسے ہوئی کہ تم ٹابر کی توہین کر سکو۔"——

ٹابر کی آنکھوں میں سرخی گہری ہو گئی۔ اور اس کے نتھنے پھڑکنے لگے۔

"ٹابر خواہ مخواہ غصے میں مت آؤ۔ دوستی اچھی چیز ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ معمولی سی بات پر دوستی دشمنی میں تبدیل ہو جائے۔ اور دشمنی میں ہم دونوں کا نقصان ہے۔"——

ٹائیگر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ اس کا لہجہ بے حد صلح کن قسم کا تھا۔

ٹابر چند لمحے بغور ٹائیگر کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے بڑے زور سے "ہونہہ" کہہ کر فرش پر تھوک دیا۔

"بزدل"—— اس کے منہ سے نکلا۔ مگر دوسرا لمحہ اس پر بہت بھاری پڑا۔ ٹائیگر جو اب تک صلح کے موڈ میں بیٹھا تھا۔ ٹابر کے اس طرح تھوکنے اور بزدل کہنے پر یکدم بھڑک اٹھا۔ چنانچہ بے اختیار اس کا ہاتھ پوری قوت سے گھوم گیا۔ ٹابر کے منہ پر پڑنے والے ٹائیگر کے تھپڑ سے کمرہ گونج اٹھا۔ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ ٹابر الٹ کر کرسی سے نیچے جا گرا۔ مگر نیچے گرتے ہی وہ انتہائی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک ہاتھ اس نے گال پر رکھا ہوا تھا۔ جس پر تھپڑ پڑا تھا۔ اور اس کی آنکھوں سے شدید تعجب نمایاں تھا۔

ٹائیگر اسی طرح بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ ٹابر کی آنکھوں میں تعجب کی بجائے غصے کی چمک ابھرنے لگی۔ اور ٹائیگر کے اعصاب تن گئے۔ چنانچہ ٹابر کے ہاتھ نے برق کی سی تیزی سے حرکت کی اور پھر ایک بھاری بھرکم ریوالور اس کے ہاتھ میں چمکنے لگا۔

"تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھا کر اپنی موت کی خود تصدیق کر دی ہے۔ میں تمہارے اب اس احسان کو بھول چکا ہوں۔ جب تم نے میری زندگی اچانک حملے سے بچائی تھی۔ اور میں نے اس کے بدلے تمہیں دوست بنا لیا تھا۔ مگر اب تم......" ٹابر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور فقرہ مکمل کرنے سے پہلے ٹریگر دبا دیا۔

مگر اس کے ٹریگر دبانے سے پہلے ٹائیگر اپنی جگہ سے حرکت کر چکا تھا۔

چنانچہ جیسے ہی اس نے ٹریگر دبایا ۔ ٹائیگر نے درمیان میں پڑی ہوئی گول میز کو اٹھا کر ایک جھٹکے سے اٹھا کر ٹابر پر پھینک دیا۔ مگر ٹابر کو بھی ایسے کھیل کھیلتے عمر بیت چکی تھی۔ چنانچہ اس نے بڑی پھرتی سے آتی ہوئی میز کو لات ماری اور میز ایک جھٹکا کھا کر گھومی اور کمرے کے کونے کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر گئی ۔ اب ٹائیگر اور ٹابر آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ٹابر کے ہاتھ میں خوفناک ریوالور تھا اور ٹائیگر خالی ہاتھ کھڑا تھا۔ گو ٹابر کے ریوالور سے نکلی ہوئی پہلی گولی اپنا رخ موڑ کر کہیں اور جا لگی تھی۔ مگر دوسری گولی کے متعلق ٹابر کو یقین کہ وہ سیدھی اس کے سینے میں پیوست ہو جائے گی۔

"اچھا دوست اب تم سدھارو بہر حال میں تمہارے حوصلے کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ بہت کم لوگ اس دنیا میں ایسے پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے ٹابر پر انگلی اٹھانے کی جرأت کی ہے۔"

ٹابر نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا اور اس کی انگلی ٹریگر پر حرکت کرنے لگی۔

ٹائیگر جو خاموش کھڑا تھا۔ اچانک بجلی کی طرح اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر اس کی بھرپور لات ٹابر کے ریوالور پر پڑی اور ریوالور ٹابر کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ ٹائیگر ایک بار پھر قلا بازی کھا کر سیدھا ہو چکا تھا۔ اب وہ دونوں خالی ہاتھ کھڑے تھے۔

ٹابر کے چہرے پر اب تحسین کے آثار ابھر آئے تھے۔ اس کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے وہ ٹائیگر کی پھرتی پر دل ہی دل میں داد و تحسین کے ڈونگرے برسا رہا ہو۔

"کسی نہتے پر ریوالور نکالنے سے پہلے یہ سوچ لیا کرو ٹابر کہ ایسا کرنا بہادری کی بجائے بزدلی کہلاتا ہے۔"

ٹائیگر نے اس بار بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

مگر ٹابر جواب دینے کی بجائے اچانک اچھل کر ٹائیگر پر آ پڑا۔ ٹائیگر نے اسے ڈاج دینے کی کوشش کی۔ مگر ٹابر پر داؤ نہ چل سکا اور ٹابر نے ٹائیگر کو اس طرح دبوچ لیا۔ جیسے کوئی باز چھوٹی سی چڑیا کو اپنے پنجوں میں دبا لیتا ہے۔ ٹابر کے ضخیم شحیم اور گینڈے نما جسم کے سامنے ٹائیگر کے چھریرے بدن کی حیثیت ایسی تھی۔ جیسے ہاتھی کے سامنے کسی خرگوش کی۔ ٹابر نے ایک ہاتھ ٹائیگر کی کمر میں ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی ایک ٹانگ پکڑ لی اور پھر اس نے اسے اس طرح دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا جیسے بچہ کسی کھلونے کو اٹھاتا ہے۔ مگر ٹائیگر کے جسم میں بے پناہ پھرتی تھی اور وہ عمران کے ہاتھوں تربیت پا چکا تھا۔ اس لئے وہ قطعی نہیں گھبرایا بلکہ جیسے ہی ٹابر نے اسے اوپر اٹھایا ٹائیگر نے پوری قوت سے اپنی لات ٹابر کے سینے پر مار دی۔ اور پھر اس کی دونوں ٹانگیں اس تیزی سے ٹابر کے سینے پر پڑنے لگیں۔ جیسے کوئی مشین چل رہی ہو۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ پانچ سات لاتوں میں ہی ٹابر چیں بول گیا۔ اور اس کے ہاتھ خود بخود ڈھیلے پڑ گئے اور ٹائیگر اس کے ہاتھوں سے کسی چکنی مٹی کی طرح پھسل گیا ٹابر سینہ پکڑے کھڑا تھا ٹائیگر کے قدم جیسے ہی زمین پر لگے۔ اس نے اچھل کر پوری قوت سے ٹابر کے سینے پر ٹکر مار دی اور گینڈہ نما ٹابر کسی بھاری بھرکم شہتیر کی طرح ایک دھماکے کے ساتھ فرش پر گر گیا۔ اور اسی لمحے ٹائیگر نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ زمین پر گرے ہوئے

ثابر کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"اب بتلاؤ ثابر دوستی اچھی تھی یا دشمنی" ——
ٹائیگر کا لہجہ اس بار نرم تھا۔

ثابر چند لمحے خاموش پڑا ٹائیگر کو دیکھتا رہا۔ اور پھر اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تندی یک لخت نرمی میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ آنکھوں میں بھی انتقام کی بجائے دوستی کی جھلکیاں نمایاں ہوتی چلی گئیں۔ اور ٹائیگر نے ایک طویل سانس لے کر ریوالور دوبارہ جیب میں ڈال دیا۔ ثابر اب اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔——

"اب تم میرے پکے دوست ہو ٹائیگر۔ تم نے مجھے جس انداز میں شکست دی ہے۔ میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ میں بہادروں کی قدر کرتا ہوں" ——

ثابر نے مصافحے کے لئے ٹائیگر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ٹائیگر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اب بیٹھو" —— ثابر نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور ٹائیگر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے اپنے حالات بتلاؤ دوست میں تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں" —— ثابر اب مکمل طور پر دوستی پر آمادہ تھا۔

"سب ٹھیک ہے میں اپنے مسئلے خود نپٹا لیتا ہوں۔ بہرحال تمہاری پیش کش کا شکریہ" ——
ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لڑنے کے طریقے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم بھی ہماری ہی لائن

کے آدمی ہو۔ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتلاؤ" —— ثابر نے کہا۔

"میری لائن مخصوص ہے۔ میں صرف بڑی بڑی غیر ملکی تنظیموں کیلئے کام کرتا ہوں۔ چھوٹے موٹے کام کرنا میری توہین ہے" ——
ٹائیگر نے جواب دیا۔

"مثلاً کس قسم کے کام" —— ٹائیگر نے غیر ملکی تنظیموں کا نام سن کر بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہر قسم کے کام دنگا، فساد، جاسوسی، قتل، اغوا، مگر صرف غیر ملکی تنظیموں کے لئے کیونکہ وہ لوگ رقم دینے کے معاملے میں بڑے فراخ دل ہوتے ہیں اور پھر یہ بڑی بڑی تنظیمیں اپنے کارکنوں کا تحفظ بھی پوری طرح کرتی ہیں" —— ٹائیگر نے تفصیل بتلائی۔

"آج کل کوئی کام ہے" —— ثابر نے سوال کیا۔

"نہیں کافی عرصے سے فارغ ہوں۔ اس ملک میں کوئی بڑی غیر ملکی تنظیم سی نہیں آ رہی" —— ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر میں تمہیں کام دے دوں تو کیسا رہے" ——
ثابر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہیں بتلایا ہے کہ میں صرف بڑی غیر ملکی تنظیموں کے لئے کام کرتا ہوں اور اگر ایسی کوئی تنظیم آئے تو وہ سب سے پہلے ٹائیگر سے بات کرتی ہے" ——
ٹائیگر نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تو پھر دوست تم بھی کیا یاد کرو گے میں تمہیں اتنی بڑی تنظیم کا کام دیتا

ہوں کہ تم ہمیشہ یاد کرو گے "۔۔۔۔
ٹابر نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

" اچھا ۔۔۔۔ کمال ہے ۔ اگر ایسا ہے تو پھر وہ تنظیم اس ملک میں پہلی بار آئی ہے ۔ اسی لئے وہ مجھ سے کنٹکٹ نہیں کر سکی ۔
ٹائیگر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" ہاں تمہاری یہ بات درست ہے ۔ یہ تنظیم اس ملک میں پہلی بار آئی ہے ۔ کبھی باجان کی ہاراکاری کا نام سنا ہے "۔۔۔۔
ٹابر نے ٹائیگر کی حیرت سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

" ہاراکاری ۔ یہ میرے لئے واقعی نیا نام ہے ۔ اس تنظیم کے کیا کوائف ہیں "۔۔۔۔ ٹائیگر نے مزید حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا ۔ وہ مجرموں کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھا ۔ کہ اگر ان کے سامنے حیرت ظاہر کی جائے تو وہ اپنی معلومات کی فراوانی پر بے حد خوش ہوتے ہیں۔

" یہ باجان کی انتہائی خفیہ اور خطرناک تنظیم ہے ۔ تمام دنیا کے جاسوس اس کے نام سے کانپتے ہیں ۔ یہ تنظیم آج تک اپنے کسی مشن میں ناکام نہیں رہی ۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہ یہ تنظیم ہمیشہ صرف اپنے ممبروں کے ذریعے کام کرتی ہے ۔ مگر پاکیشیا میں انہوں نے مقامی کارکن بھی طلب کئے ہیں ۔ اس سے ظاہر ہے کہ کام بے حد وسیع ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ مال بھی بے شمار ملے گا "۔۔۔۔
ٹابر نے مزید کوائف بتلاتے ہوئے کہا۔

" کس قسم کے کارکن چاہتے ہیں کیا انہوں نے تفصیل نہیں بتلائی "۔۔۔۔
ٹائیگر نے سوال کیا۔

" کام وہ تمہیں ڈائریکٹ بتلائیں گے ۔ انہوں نے مجھ سے ایک سو کارکن طلب کئے ہیں اور ایک کارکن ایسا طلب کیا ہے ۔ جو بے حد اہم کام کر سکے ۔ میں نے سو چھوٹے کارکن تو انہیں دے دیئے ہیں ۔ ایک کے متعلق میں نے اپنے ایک آدمی کے متعلق سوچا تھا ۔ مگر اب تمہارے دم خم اور دوستی کا لحاظ رکھتے ہوئے میں تمہیں ریفر کروں گا "۔۔۔۔
ٹابر نے جواب دیا۔

" تم کیا کمیشن لو گے "۔۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ٹابر اس قسم کے کاموں میں باقاعدہ کمیشن لیتا ہے۔

" ویسے تو میرا اصول ہے کہ میں پچیس فیصد کمیشن لیتا ہوں ۔ مگر میں نے تمہیں خلوصِ دل سے دوست بنا لیا ہے ۔ اس لئے تم سے کوئی کمیشن نہیں لوں گا "۔۔۔۔
ٹابر نے فراخ دلانہ پیش کش کی۔

" نہیں دوست یہ میرے اصول کے خلاف ہے ۔ اگر مجھے ڈائرکٹ کام ملتا اور تم کمیشن مانگتے تو میں مرنا قبول کر لیتا لیکن کمیشن نہ دیتا ۔ مگر اب جب کہ مجھے تمہاری معرفت کام مل رہا ہے ۔ تو کمیشن لینا تمہارا حق ہے اس لئے میں تمہیں پچیس فیصد کمیشن ضرور دوں گا "۔۔۔۔
ٹائیگر نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے تمہاری مرضی "۔۔۔۔
ٹابر نے فوراً پیش کش قبول کر لی ۔ کیونکہ اسے علم تھا کہ اہم کام کا معاوضہ کثیر ملے گا ۔ چنانچہ کمیشن کی رقم بھی خاصی مل جائے گی۔

" تو پھر کب کام دلا رہے ہو ۔ کام کا سن کر اب میرے اعصاب

میں بے چینی پیدا ہو گئی ہے"۔۔۔۔۔
ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ابھی ٹابر نے جواب دیا"۔۔۔۔۔ تم اپنا مستقل پتہ اور ٹیلی فون نمبر مجھے دے دو۔ میں ان سے بات کر لیتا ہوں"۔۔۔۔۔ ٹابر نے جواب دیا

"میرا کوئی مستقل پتہ نہیں ہے اور نہ میں نے کبھی رکھا ہے۔ البتہ کیفے گارڈن میں اکثر بیٹھتا ہوں۔ انہی کا فون نمبر بھی استعمال کرتا ہوں"۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"چلو یہی کافی ہے۔ میں ابھی تمہارے سامنے بات کرتا ہوں"۔۔۔۔۔ ٹابر نے کہا اور پھر زور سے تالی بجائی۔ چند لمحوں بعد ایک انتہائی خوبصورت اور سمارٹ سی لڑکی مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی اس نے باقاعدہ جھک کر ٹابر کو سلام کیا۔

"پیٹریشیا وہ میز کونے سے اٹھا کر یہاں رکھو اور کھڑی کا ٹرانسمیٹر لے آؤ"۔۔۔۔۔
ٹابر نے بڑے نخوت بھرے انداز میں پیٹریشیا کو حکم دیا۔

پیٹریشیا تیزی سے کونے کی طرف مڑی اور پھر اس نے میز اٹھا کر ان کے درمیان میں رکھ دی اسکرٹ کی جیب سے رومال نکال کر اس نے میز صاف کی اور پھر ایک الماری کی طرف بڑھ گئی اس نے الماری کھول کر ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھ دیا۔

"مزید کوئی حکم"۔۔۔۔۔ پیٹریشیا نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"پینے کے لئے کچھ لے آؤ"۔۔۔۔۔ ٹابر نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر کا ایریا راڈ باہر کھینچنے لگا۔ پیٹریشیا تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلی گئی چند

لمحوں بعد وہ شراب کی بوتل اور دو جام ٹرے میں رکھ کر واپس آئی۔ اس نے ٹرے میز پر رکھ دیا اور پھر خاموشی سے کمرے کے باہر چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد ٹابر نے فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر بٹن آن کر دیا۔ گو اس نے فریکوئنسی ٹائیگر سے جان بوجھ کر چھپانی چاہی۔ مگر ٹائیگر بھلا ایسے موقعوں پر کیسے چوک سکتا تھا۔ اس لئے ذرا سی گردن اونچی کی اور پھر اس نے ٹابر کی ہاتھ کی حرکات سے فریکوئنسی معلوم کر لی۔ بہر حال وہ خاموش بیٹھا رہا۔ اس نے ٹابر پر یہی ظاہر کیا کہ اس نے کچھ نہیں دیکھا۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"کنگ ٹابر سپیکنگ اوور"۔۔۔۔۔ ٹابر نے بڑے باوقار لہجے میں گفتگو کی کا آغاز کیا۔

"مارا کا رہی سپیکنگ اوور"۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک کرخت قسم کی آواز گونجی۔

"اہم کام کے لئے ایک آدمی میرے پاس موجود ہے جو ہر لحاظ سے مکمل اور تعاون کرنے والا ہے اوور"۔۔۔۔۔ ٹابر نے ٹائیگر کی طرف بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ لہجہ اسی طرح باوقار تھا۔

"کیا تم پوری طرح مطمئن ہو" اوور ۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے لہجہ پہلے سے بھی زیادہ کرخت ہو گیا۔

"ہاں ہر لحاظ سے اوور"۔۔۔۔۔ ٹابر نے جواب دیا۔

"معاوضے کی بات کرو اوور"۔۔۔۔۔ کرخت لہجے میں جواب دیا گیا۔

"معاوضہ کام کی نوعیت پر منحصر ہے۔ تم کام بتلاؤ پھر معاوضہ بھی طے

کر لیا جائے گا۔ اوور"۔۔۔۔

ٹابر کسی ہوشیار بزنس مین کی طرح سودا کر رہا تھا۔

"بس ہر قسم کا کام سمجھ لو جو بھی ہم لینا چاہیں۔ کام کی نوعیت پہلے نہیں بتلائی جا سکتی۔ اوور"۔۔۔۔ لہجہ لمحہ بہ لمحہ کرخت ہوتا جا رہا تھا۔

"اس طرح سودا نہیں ہو سکے گا۔ مسٹر ہم اندھا جوا نہیں کھیلتے اوور"

ٹابر کو بھی شاید غصہ آگیا تھا۔

"تم اس بات کو چھوڑو ۔۔۔۔ جو زیادہ سے زیادہ معاوضہ کسی کام کا ہو سکتا ہے وہ بتلاؤ اوور"۔۔۔۔

سپاٹ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"اگر ایسی بات ہے تو اس آدمی کا معاوضہ دس لاکھ روپیہ ہوگا۔ بولو اوور"۔۔۔۔ ٹابر نے منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"دس لاکھ کا سن کر ٹائیگر کے کان بھی کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ یہ اتنی رقم تھی جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔

"ٹھیک ہے ہمیں منظور ہے۔ مگر ایک بات ہے اگر آدمی کام کا ثابت نہ ہوا پھر اوور"۔۔۔۔

دوسری طرف سے بڑے لاپرواہانہ لہجے میں جواب دیا گیا جیسے دس لاکھ روپیہ ان کی نظروں میں کوئی حقیقت نہ رکھتا ہو۔

ادھر دس لاکھ روپے کی منظوری کا سن کر ٹابر کا منہ بھی بڑی حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس نے شاید طنزیہ طور پر دس لاکھ کا کہا تھا۔ جب دوسری طرف سے بڑی بے نیازی سے مطالبہ منظور کر لیا گیا تو کنگ ٹابر کا دماغ گھوم گیا۔

ٹائیگر بھی سخت حیران تھا۔ ایک بار پھر وہ عمران کی عقل کی دل ہی دل میں داد دے رہا تھا۔ جس نے اسے ٹابر کو ٹٹولنے کا حکم دیا تھا اور اسی کے حکم کے تحت اس نے باقاعدہ ایک پلان کے تحت خود ہی ٹابر پر مصنوعی حملہ کر دیا تھا اور پھر خود ہی اس کو بچا لیا تھا۔ گو اس طرح اسے ایک کرائے کے قاتل کا خون بھی کرنا پڑا تھا۔ مگر سودا مہنگا نہ رہا۔ ٹابر اس کے احسان کو سامنے رکھ کر اسے اپنے خاص دفتر میں لے آیا۔

یہاں ایک جھڑپ میں اس نے ٹابر کو موم کر لیا۔ اور اب ٹابر کے ذریعے یہ اہم انکشاف ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے جس کام کا معاوضہ دس لاکھ روپے بغیر کسی حیل و حجت کے قبول کر لیا گیا تھا وہ کام کتنا اہم ہو گا۔ اور ملکی مفاد کے پیش نظر وہ کتنا خطرناک ہوگا۔ اور پھر جو تنظیم کسی کام کا معاوضہ دس لاکھ روپے دے۔ وہ تنظیم کتنی بڑی اور کتنی خطرناک ہو سکتی ہے۔

"میں نے ایک بار کہہ دیا ہے کہ آدمی ہر لحاظ سے کام کا ہے پھر ایسی بات کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔ اگر یہ آدمی کام نہ کر سکے تو نہ صرف تم اپنے دس لاکھ واپس لے لینا۔ بلکہ میں اس آدمی کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دوں گا۔ اوور"۔۔۔۔ ٹابر نے جواب دیا۔

"یہ کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ناکامی کا لفظ کسی قیمت پر سننا نہیں چاہتے۔ رقم کی پرواہ نہیں ہے۔ دس لاکھ کی بجائے پندرہ لاکھ بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر ناکامی نہیں ہونی چاہیے۔ اور تم کیا سمجھتے ہو کہ ناکامی کی صورت میں تمہارا آدمی تم تک زندہ پہنچ جائے گا۔ اوور"۔۔۔۔

دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔

اب تو ٹابر بھی گھبرا گیا۔ کیونکہ اب وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ وہ کام کیا ہو گا جس کے لئے یہ تنظیم اتنی رقم خرچ کر رہی ہے۔

اس نے سوالیہ نظروں سے ٹائیگر کی طرف دیکھا کہ آیا اس صورت میں بھی وہ کام کرنے پر رضامند ہے یا نہیں۔

ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے اثباتی انداز میں سر ہلا دیا۔

"پندرہ لاکھ نہیں صرف دس لاکھ جو ہم نے کہہ دیا ہے وہ ٹھیک ہے آدمی ناکام نہیں ہو گا۔ اوور"۔۔۔۔

ٹابر نے ٹائیگر کا اشارہ پا کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہمارا کارڈ دے کر دو گھنٹے بعد اس آدمی کو ولنگٹن روڈ کے تیسرے چوراہے پر بھیج دو۔ ہم خود اسے پک کر لیں گے اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے بات طے کرنے کے موڈ میں جواب دیا گیا۔

"مگر معاوضہ اوور"۔۔۔۔ ٹابر نے فوراً پوچھا۔

"معاوضہ آج ہی تمہارے دفتر پہنچ جائے گا۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ دوسری طرف سے سپاٹ لہجے میں جواب دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

ٹابر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے بٹن آف کر دیا۔

"بڑے خوش قسمت ہو دوست۔ دس لاکھ روپیہ معاوضہ میری پوری زندگی میں آج تک کسی کو یک مشت نہیں ملا"۔۔۔۔

ٹابر نے ٹرانسمیٹر ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مگر یہ بھی تو سوچو جو پارٹی دس لاکھ دینے پر تیار ہے وہ کام بھی تو کوئی اونچا ہی لے گی"۔۔۔۔

ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور ٹابر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اٹھا اور پھر اس دیوار میں لگا ہوا ایک خفیہ بٹن دبایا۔ دیوار درمیان میں سے شق ہو گئی۔ ٹابر اندر داخل ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا۔ اس نے باہر نکل کر دیوار دوبارہ برابر کی اور پھر وہ دوبارہ کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سرخ رنگ کا کارڈ تھا۔

"یہ کارڈ رکھ لو اور دو گھنٹے بعد ولنگٹن روڈ کے تیسرے چوراہے پر پہنچ جانا"۔۔۔۔ ٹابر نے کارڈ ٹائیگر کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر نے کارڈ لے کر دیکھا۔ چھوٹے سے سرخ رنگ کے کارڈ پر ایک نقاب پوش کی تصویر تھی جو بڑا سا ریوالور اٹھائے نشانہ لئے ہوئے تھا۔ اس آدمی کے چہرے پر سرخ رنگ اس مہارت سے استعمال کیا گیا تھا۔ کہ جس سے وہ آدمی انتہائی خطرناک معلوم ہو رہا تھا۔ بہرحال خاصا مرعوب کر دینے والا کارڈ تھا۔ ٹائیگر نے کارڈ کو ایک نظر دیکھا اور پھر اسے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

"تمہارا معاوضہ میرے پاس محفوظ رہے گا دوست۔ کام ختم ہونے کے بعد کسی بھی وقت آ کر وصول کر لینا"۔۔۔۔ ٹابر نے کہا۔

"کوئی بات نہیں مجھے تم پر ہر لحاظ سے اعتماد ہے"۔۔۔۔ ٹائیگر نے یوں لاپرواہی سے کہا جیسے دس لاکھ کی رقم اس کے لئے کچھ زیادہ حیثیت نہ رکھتی ہو۔

"ہاں ٹائیگر مجھے کام کے متعلق ضرور بتلانا تاکہ مجھے اندازہ ہو کہ وہ کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی بھی وقت کسی بھی کام کے لئے

تمہیں کوئی الجھن پیش آئے تو میری اور میرے تمام گروپ کی خدمات تمہارے لئے وقف رہیں گی۔ تم مجھے فون کر دینا "۔۔۔۔

" تھینک یو "۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

" اچھا اب مجھے اجازت دو۔ میں نے وہاں جانے سے پہلے کچھ تیاری بھی کرنی ہے "۔۔۔۔

ٹائیگر نے اجازت طلب لہجے میں کہا۔

" او۔کے وش یو گڈ لک "۔۔۔۔ ٹابر نے اس سے باقاعدہ مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر اس نے زور سے تالی بجائی۔ فوراً دروازہ کھلا اور پیٹریشیا اندر داخل ہوئی۔

" کسی کو ان کے ساتھ بھیج دو وہ انہیں باہر چھوڑ آئے "۔۔۔۔

ٹابر نے پیٹریشیا سے کہا اور پیٹریشیا نے مسکراتے ہوئے ٹائیگر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور ٹائیگر خاموشی سے پیٹریشیا کے پیچھے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

سر سلطان نے پردہ اٹھایا اور پھر بڑے مؤدبانہ انداز میں اس وسیع و عریض اور انتہائی شاندار طرز پر سجے ہوئے دفتر میں داخل ہو گئے۔ ایک بہت بڑی میز کے پیچھے وزیر اعظم بیٹھے تھے۔ ان کی میز پر تقریباً دس رنگ کے ٹیلی فون اور بے شمار انٹرکام موجود تھے۔

اور وہ خود ایک ضخیم فائل کے مطالعے میں ہمہ تن محو تھے۔ سر سلطان کے اندر داخل ہوتے ہی وہ چونک پڑے اور پھر سر سلطان کو دیکھ کر ان کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

" تشریف رکھیئے "۔۔۔۔ وزیر اعظم نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور سر سلطان سلام کر کے کرسی پر بیٹھ گئے اور وزیر اعظم دوبارہ فائل کے مطالعے میں غرق ہو گئے۔ جب انہیں کافی دیر ہو گئی تو سر سلطان کو خود انہیں متوجہ کرنا پڑا۔

" سر آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا "۔۔۔۔

" اوہ ویری ساری سلطان دراصل کام اتنا زیادہ ہے کہ میرا ذہن ہمہ وقت مصروف رہتا ہے "۔۔۔۔ وزیر اعظم نے چونک کر جواب دیا اور پھر فائل بند کر کے اسے ہاتھ سے ایک طرف کھسکا دیا۔

"سر سلطان بحیثیت سیکرٹری وزارتِ خارجہ آپ کو علم ہی ہے کہ پاکیشیا تمام مسلم سربراہوں کی کانفرنس منعقد کر رہا ہے۔ میں نے آج آپ کو اس سلسلے میں مزید بات چیت کرنے کے لئے بلایا ہے۔" ——— وزیر اعظم نے گفتگو کا باقاعدہ آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ مجھے علم ہے اور مجھے اس بات کا بخوبی احساس ہے۔ کہ اس سلسلے میں ہمارے کاندھوں پر غیر معمولی ذمہ داریاں آن پڑی ہیں۔" ——— سر سلطان نے جواب دیا۔

"وہ درست ہے مگر آج کی بات چیت کرنے کا موضوع خارجہ معاملات کی بجائے اندرونی معاملات سے ہے۔ سیکرٹ سروس آپ کے انڈر کام کرتی ہے اور میرے خیال میں اس ملک میں آپ واحد آدمی ہیں جو سیکرٹ سروس کے چیف کو ذاتی حیثیت سے جانتے ہیں گو مجھے بھی اس عظیم شخصیت کو بغیر نقاب کے دیکھنے کا بے حد اشتیاق ہے مگر میں ایکسٹو کے اصول کی وجہ سے باز رہا ہوں۔" ——— وزیر اعظم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر گستاخی معاف اگر آپ ایکسٹو کو بے نقاب دیکھنا چاہتے ہیں تو مجھے اس سلسلے میں معذور سمجھیئے یہ ایکسٹو کا اصول ہے اور وہ اصول پر اپنی جان اور عہدہ قربان کر دینے کا عادی ہے۔" ——— سر سلطان نے فوراً پیش بندی کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں سلطان صاحب میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ آپ کو تو علم ہے کہ اس کانفرنس کے میزبان ملک کی حیثیت سے ہم پر کتنی زبردست ذمہ داریاں آن پڑی ہیں۔ میرے خیال میں کم از کم اڑتیس ممالک کے سربراہ اس کانفرنس

میں ضرور شرکت کریں گے۔ ان سب کی حفاظت ہماری اولین ڈیوٹی ہے اور ہماری حکومت نے انہیں ہر قسم کے تحفظ کا یقین دلایا ہے۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ کانفرنس سے پہلے اور کانفرنس کے دوران ہمارا ملک غیر ملکی سازشوں کا اکھاڑہ بن جائے گا۔ اور چند ممالک اپنے مخصوص مفادات کی بنا پر اس کانفرنس کو ہر قیمت پر سبوتاژ کرنے کے درپے ہیں۔ ان حالات میں گو میں نے سر رحمان کی انٹیلی جنس کو ہر لحاظ سے چوکنا رکھنے کا حکم دے دیا ہے اور پولیس تو ظاہر ہے کہ ہر قسم کا خیال رکھے گی مگر مجھے اچھی طرح علم ہے۔ کہ غیر ملکی سازشوں سے بخوبی نپٹنے کی صلاحیت ان دونوں محکموں میں سے کسی ایک میں بھی نہیں ہے اس لحاظ سے میری نظریں سیکرٹ سروس پر پڑتی ہیں۔ میں آپ کی معرفت ایکسٹو کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ وہ ملک کی عزت کا ہر لحاظ سے خیال رکھیں۔" ——— وزیر اعظم نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"سیکرٹ سروس پر اس اعتماد کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سیکرٹ سروس آپ کے اعتماد پر ہر قیمت پر پوری اترے گی۔ ویسے اگر آپ خود ایکسٹو سے بات کر لیں تو میرے خیال میں یہ بہتر رہے گا۔" ——— سر سلطان نے تجویز پیش کی۔

"میں نے سوچا بھی تھا کہ ایکسٹو سے ڈائریکٹ رابطہ قائم کروں مگر کام کی کثرت کی وجہ سے یہ خیال ہر بار ذہن سے نکل گیا۔ میں ابھی ایکسٹو سے بات کرتا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کو بھی کہوں گا کہ آپ ہمہ وقت سیکرٹ سروس کو چوکنا رکھیں۔" ——— وزیر اعظم نے کہا اور پھر انٹر کام کا بٹن دبا کر باوقار لہجے میں کہا۔

"ایکسٹو سے بات کراؤ۔" ———

"یس سر۔" دوسری طرف سے ان کے پرسنل سیکرٹری کی آواز سنائی دی اور پھر چند لمحوں بعد کمرے میں ہلکی ہلکی دل کش موسیقی گونجنے لگی۔
وزیراعظم نے سرخ رنگ کے ٹیلی فون کا رسیور اٹھالیا۔ رسیور کے اٹھاتے ہی موسیقی بند ہوگئی۔
"ایکسٹو سپیکنگ۔" ——
دوسری طرف سے ایکسٹو کی باوقار آواز سنائی دی۔ ——
"مسٹر ایکسٹو جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ ہم مسلم کانفرنس طلب کر رہے ہیں۔ اور مجھے معلوم ہے کہ اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کے لئے کچھ طاقتور ممالک ہر ممکن کوشش کریں گے۔ میں نے آپ کو فون اس لئے کیا ہے کہ آپ نے ہر قیمت پر اس کانفرنس کو کامیاب بنانا ہے۔ اس میں نہ صرف ہمارے ملک کی عزت کا مسئلہ ہے۔ بلکہ یہ پاکیشیا کے روشن مستقبل کے لئے بھی ضروری ہے۔" ——
وزیراعظم نے بات شروع کی۔
"جناب مجھے خود اس بات کا احساس ہے۔ اور میں اس سلسلے میں کئی دنوں سے کام شروع کر چکا ہوں۔ جہاں تک کانفرنس کی سیاسی کامیابی کا تعلق ہے یہ آپ کی ذمہ داری ہے اور جہاں تک اس کی داخلی کامیابی کا تعلق ہے یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں اور قطعی بے فکر رہیں۔" ——
ایکسٹو نے لگی لپٹی رکھے بغیر دوٹوک الفاظ میں صاف بات کر دی۔
"تھینک یو مسٹر ایکسٹو۔ مجھے آپ سے یہی امید تھی۔ کیا اس کے لئے مجھے پھر آپ کو یاد دہانی کرانی پڑے گی۔ یا یہی بات کافی ہوگی۔" ——
وزیراعظم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ اگر یہ بات نہ بھی کرتے تب بھی مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس ہے۔ البتہ میں درخواست ضرور کروں گا۔ وہ یہ کہ جب تک کانفرنس ختم نہ ہو جائے آپ نہ ہی پبلک پلیسز پر جائیں اور نہ کسی عوامی جلسے سے خطاب کریں خاص طور پر صوبہ فائیو واٹر میں۔" —— ایکسٹو نے وزیراعظم کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔
"بہتر میں آپ کی اس ہدایت کی پوری پابندی کروں گا۔ کیونکہ ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور تعاون کر کے ہی ہم اپنے اس عظیم مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔" ——
وزیراعظم نے فوراً ایکسٹو کی بات مانتے ہوئے کہا۔
"تھینک یو سر۔" —— ایکسٹو نے جواب دیا۔ اور وزیراعظم نے رسیور رکھ دیا۔
"کیا آپ مجھے بتلا سکتے ہیں کہ ایکسٹو نے مجھے ایسی ہدایت کرنی کیوں ضروری سمجھی۔" ——
رسیور رکھ کر وہ سر سلطان سے مخاطب ہوئے۔
"صاف بات ہے سر کہ یہ کانفرنس صرف آپ کی پسندیدہ بین الاقوامی شخصیت اور غیر معمولی فراست کی بنا پر ہی ہو رہی ہے۔ اور اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کی شخصیت کو نقصان پہنچا دیا جائے۔" —— سر سلطان نے جواب دیا۔
"ہو سکتا ہے بہر حال میں ایکسٹو کی ہدایت کا پورا خیال رکھوں گا۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ آپ کو بلانے کا مقصد یہ تھا کہ میں اب اتنا مصروف ہو جاؤں گا کہ اس قسم کی ہدایات نہیں دے سکوں گا۔ چنانچہ سیکرٹ سروس

کو سنبھالنا آپ کی ڈیوٹی ہو گی "۔۔۔۔ وزیر اعظم نے کہا۔

سر سلطان وزیر اعظم سے مل کر اپنے دفتر میں آ گئے۔ مگر وزیر اعظم سے ملنے کے بعد وہ اپنے اعصاب میں زیادہ بے چینی محسوس کر رہے تھے۔ کیونکہ کانفرنس ان کے اعصاب پر سوار ہو گئی تھی۔ بحیثیت سیکرٹری وزارتِ خارجہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وزیر اعظم نے اسی کانفرنس کے لئے کس حد تک محنت کی ہے اور مزید کتنی محنت کی ضرورت ہے اور اگر خدانخواستہ یہ کانفرنس کامیاب نہ ہوئی۔ تو ان کے ملک کی ساکھ کو ایک ایسا دھچکا پہنچے گا۔ جس کا ازالہ صدیوں تک نہ ہو سکے گا۔ مگر جب ان کا خیال عمران کی طرف جاتا تو ان کے دل میں اطمینان کی لہر سی دوڑ جاتی۔ انہیں عمران اور اس کے ساتھیوں پر اندھا اعتماد تھا۔ دارالحکومت میں ہونے والی تشدد آمیز فائرنگ سے ہی وہ سمجھ گئے تھے۔ کہ کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کے منصوبے کا آغاز ہو چکا ہے۔ اسی لئے انہوں نے عمران کو اس سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔

اس کے بعد عمران نے ان سے رابطہ ہی قائم نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اسی بے چینی کے تحت انہوں نے ایکسٹو کو فون کیا۔ مگر فون پر کوئی موجود نہیں تھا۔ اور اسی بات سے سر سلطان کا اطمینان ہو گیا۔ کیونکہ ان کے نظریے کے مطابق فون پر طاہر یا عمران کا نہ ملنا ہی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ کام کر رہے ہیں اور جب عمران کام کر رہا ہو تو پھر ناکامی کے لفظ کا تصور بھی حماقت تھی۔ چنانچہ انہوں نے رسیور رکھا اور پھر اطمینان سے اپنے دفتری کام میں مصروف ہو گئے۔

جولیا ہاتھ میں پرس اٹھائے شاپنگ سنٹر کے معروف ترین بازار میں گھوم رہی تھی۔ بظاہر اس کا مقصد شاپنگ ہی معلوم ہوتا تھا۔ مگر دراصل وہ ایکسٹو کی ہدایت پر مشکوک افراد کی تلاش میں تھی۔ اسے اس طرح بازاروں میں گھومتے آج دوسرا دن تھا۔

مگر اب تک اسے کوئی مشکوک فرد نظر نہ آیا تھا۔ تمام کاروبار بڑے اطمینان و سکون سے چل رہے تھے۔ آخر چلتے چلتے جب وہ بمبینو ریسٹورنٹ کے سامنے سے گزری تو بے اختیار اس کا رخ ریسٹورنٹ کی طرف مڑ گیا۔ وہ اب بور ہو چکی تھی۔ اس لئے تازہ دم ہونے کے لئے کافی کا ایک کپ اس نے ضروری سمجھا۔ ریسٹورنٹ کی ایک خالی میز پر پرس رکھ کر وہ ٹوائلٹ کی طرف مڑ گئی۔ اور پھر چند لمحوں بعد وہ ٹوائلٹ میں اپنے میک اپ کا جائزہ لے رہی تھی کہ اچانک اسے کچھ خیال آیا۔ تو اس نے کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی کا ونڈ بٹن زور سے دوبار دبایا۔

گھڑی کے ڈائل پر ایک ہندسہ چمکنے لگا۔ اور جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ہلکی سی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

" نعمانی سپیکنگ اوور "۔۔۔۔

"نعمانی میں جولیا بول رہی ہوں۔ شاپنگ سنٹر کے بمبینو ریسٹورنٹ سے۔ تم اس وقت کہاں موجود ہو۔ اوور" ـــــ جولیا نے سنجیدہ لہجے میں سوال کیا۔

"مس جولیا میں اور چوہان دونوں صبح سے موٹر سائیکلوں پر تمام شہر کا گشت لگا رہے ہیں اور اس وقت بوریت کی آخری سرحدوں پر پہنچ چکے ہیں۔ کیونکہ مشکوک فرد تو ایک طرف رہا۔ کوئی مشکوک چڑیا تک نظر نہیں آئی اوور" ـــــ

نعمانی نے قدرے مزاحیہ لہجے میں جواب دیا۔

"نعمانی مشکوک فرد اپنے گلے میں تختی لٹکائے پھرنے سے تو رہا۔ یہ تو اتفاق ہے کہ کوئی ایسی بات نظر آجائے۔ جس سے ہم مشکوک ہو جائیں اس لئے یہ خاصا محنت طلب کام ہے۔ بہرحال تم دونوں بمبینو ریسٹورنٹ آجاؤ۔ تینوں بیٹھ کر کافی پی لیں گے۔ تو کچھ بوریت دور ہو جائے گی اوور" جولیا نے تجویز پیش کی۔

"اوہ تھینک یو مس جولیا ہم دونوں ابھی پہنچ رہے ہیں اور نعمانی کی آواز اس بار زندگی سے بھرپور تھی ـــــ

"میں انتظار کر رہی ہوں اوور اینڈ آل" ـــــ جولیا نے کہا اور پھر گھڑی کا ونڈ بٹن باہر کی طرف کھینچ لیا۔ جس سے ڈائل پر چمکتا ہوا ہندسہ دوبارہ اصلی حالت پر آگیا۔ چنانچہ ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی اور پھر وہ تیزی سے اپنی میز کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اسی لمحے اس کے ملحقہ ٹوائلٹ کا دروازہ کھلا اور ایک غیر ملکی نوجوان اس سے نکل کر تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

جولیا نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس کا رُخ بیرونی دروازے کی طرف کر لیا تاکہ جب نعمانی اور چوہان آئیں تو وہ انہیں اشارے سے بلا سکے کیونکہ وہ خود بھی میک اپ میں تھی۔ اور اسے علم تھا۔ کہ وہ دونوں میک اپ میں ہوں گے۔ مگر جولیا انہیں ان کے قد و قامت سے بخوبی پہچان سکتی تھی۔

کاؤنٹر پر جلنے والا غیر ملکی اب کاؤنٹر پر بازو ٹکائے کسی کو ٹیلی فون کر رہا تھا۔ اس کی نظریں جولیا پر جمی ہوئی تھیں اور آنکھوں میں ایسی چمک تھی۔ جیسے بھوکے شیر نے اچانک کسی ہرن کو سامنے دیکھ لیا ہو۔ چند لمحے کی بات چیت کے بعد اس نے رسیور رکھ دیا۔ اور پھر جیب سے ایک چھوٹا سا نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر پھینک دیا۔ اور خود مضبوط قدموں سے چلتا ہوا بیرونی دروازے کے قریب ہی ایک خالی میز کے پیچھے بیٹھ گیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد دروازے پر نعمانی اور چوہان نظر آئے۔ گو وہ دونوں میک اپ میں تھے۔ مگر جولیا نے ایک نظر ڈالتے ہی ان کو پہچان لیا اور پھر جولیا نے دور سے ہاتھ ہلایا۔ اور وہ دونوں ہال کا گہری نظروں سے جائزہ لیتے ہوئے سیدھے جولیا کی ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔ ان کو وہاں بیٹھے ابھی چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ دو اور غیر ملکی ہال میں داخل ہوئے اور وہ دونوں دروازے کی قریبی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے پہلے والے غیر ملکی کے پاس بیٹھ گئے۔

"وہ ستون کے قریب سے تیسری میز پر جو تین افراد بیٹھے ہیں۔ غیر ملکی عورت کا نام جولیا ہے۔ اور دونوں مردوں کا نام نعمانی اور چوہان ہے۔ اور جہاں تک میرا آئیڈیا ہے یہ تینوں سیکرٹ سروس کے رکن ہیں۔"

پہلے والے غیر ملکی نے دوسروں کو بتلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اس آئیڈیے کی وجوہات"۔۔۔ نوواردوں میں سے ایک نے قدرے سخت لہجے میں پوچھا۔

اور اس نے ٹوائلٹ میں ہونے والی جولیا کی تمام گفتگو حرف بحرف سناتے ہوئے کہا۔

"میں نے یہ گفتگو اتفاق سے سن لی آپ کو شاید معلوم نہیں کہ ایکسٹو کی فائل میں اس کی ایک لیڈی ماتحت کا نام جولیانا بتلایا گیا ہے۔ اسی لئے میرے ذہن میں یہ آئیڈیا آیا ہے"۔۔۔

"ہو سکتا ہے بہرحال یہ تینوں مشکوک ہیں۔ چنانچہ انہیں فوری طور پر گولی مار دینی چاہیئے"۔۔۔ ایک غیر ملکی نے سرگوشی کرتے ہوئے تجویز پیش کی۔

"نہیں اگر یہ واقعی سیکرٹ سروس کے رکن ہیں تو پھر انہیں اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر لے جانا پڑے گا۔ کیونکہ باس نے ان کے متعلق یہی احکامات دیئے ہیں"۔۔۔ دوسرے نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔ باس کا حکم سنتے ہی باقی دونوں بھی اس سے متفق ہو گئے۔ یہ فیصلہ کر کے وہ تینوں اب اطمینان سے ویٹر سے منگوائی ہوئی کافی کی چسکیاں لینے لگے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد نعمانی نے ویٹر سے بل طلب کیا اور اسی لمحے بعد میں آنے والے دونوں غیر ملکی تیزی سے اٹھ کر ہال سے باہر چلے گئے۔ پہلے والا غیر ملکی وہیں بیٹھا رہ گیا۔ نعمانی اور چوہان چند لمحوں بعد اٹھ

کر ہال سے باہر نکلتے چلے گئے۔ اب وہاں اکیلی جولیا بیٹھی تھی۔

تقریباً پانچ منٹ بعد وہ اٹھی اور پھر وہ بھی ہال سے باہر نکل گئی۔ غیر ملکی جو بل پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔ جولیا کے باہر جانے کے چند لمحوں بعد بڑے اطمینان سے اٹھا۔ اور پھر ہال پر ایک گہری نظر ڈالتا ہوا بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

جولیا بڑے اطمینان سے پرس ہاتھ میں تھامے شاپنگ سنٹر کے برآمدے میں چلی جا رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ کسی دکان میں چلی جاتی اور کافی دیر تک دکان میں موجود مختلف چیزوں کا جائزہ لیتی رہتی اور پھر باہر آجاتی۔ شاپنگ سنٹر میں کافی رش تھا۔ اس لئے وہ غیر ملکی جولیا کے بالکل ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ شاپنگ سنٹر میں دو رویہ دکانیں دور دور تک چلی گئی تھیں اور ہر دو دکانوں کے سامنے ایک وسیع برآمدہ بنا ہوا تھا۔ درمیانی سڑک سے زیادہ رش اس برآمدے میں تھا۔ وہ دونوں چلتے ہوئے آخری دکان تک جا پہنچے۔ وہاں جولیا برآمدے سے اتر کر سڑک پر آگئی۔ شاید اس کا ارادہ دوسرے برآمدے میں جانے کا تھا۔ کہ اچانک غیر ملکی نے آگے بڑھ کر اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو مس"۔۔۔ غیر ملکی نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا تاکہ جولیا اپنا نام بتلا دے۔

"مارگریٹ"۔۔۔ جولیا نے فرضی نام بتلاتے ہوئے کہا ویسے اس کے چہرے پر تشک کی پرچھائیاں منڈلانے لگی تھیں۔

"میرا نام جونی ہے۔ حال ہی میں جرمنی سے آیا ہوں۔ آپ کو دیکھ

کر بات کرنے کو جی چاہا تو میں نے آپ کو روک لیا۔ کیا آپ میرے ساتھ کمپنی کریں گی "۔۔۔۔

غیر ملکی نے بڑے میٹھے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" ویری سوری مسٹر جونی میں آپ کے ساتھ ضرور کمپنی کرتی۔ مگر میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ میں نے ایک ضروری چیز خریدنی ہے۔ اور پھر مجھے ڈیوٹی پر جانا ہے "۔۔۔۔

جولیا نے اس سے جان چھڑانے کے لئے بہانہ بناتے ہوئے کہا۔

" ایک کپ چائے پینے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ دراصل میں کئی دنوں سے اپنے آپ کو بالکل اکیلا محسوس کر رہا ہوں۔ یہاں کے لوگوں میں سے کسی کے ساتھ آزادانہ گفتگو بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ لوگ چاہے کتنے ہی مہذب کیوں نہ ہوں پھر بھی انہیں ایٹی کیٹ سے مکمل واقفیت نہیں ہے "۔۔۔۔ جونی نے دوستانہ لہجے میں اصرار کرتے ہوئے کہا۔

اور اب جولیا بھی مجبور ہو چکی تھی۔ کیونکہ جونی نے ایٹی کیٹ کا حوالہ دے کر دراصل اس پر طنز کیا تھا۔ کیونکہ یورپ میں کسی کی دعوت کو رد کرنا بھی ایٹی کیٹ کے خلاف ہے۔

" ہاں ایک کپ چائے تو پی جا سکتی ہے "۔۔۔۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" تو چلیے ادھر قریب ہی ایک چھوٹا سا سنیک بار ہے "۔۔۔۔

جونی نے شاپنگ سنٹر کے اختتام کے بعد شمال کی طرف جانے والی سڑک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ سڑک سنسان رہتی تھی کیونکہ

تمام رش شاپنگ سنٹر میں رہتا تھا۔ ادھر سے تو کبھی کبھار کوئی اکا دکا کار گزر جاتی تھی۔ تقریباً سو گز کے فاصلے کے بعد پھر مشرق کی طرف دوکانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ جہاں لوگوں کا رش ہوتا۔ ان دوکانوں کے سرے پر ہی ایک سنیک بار موجود تھا۔

" چلیے "۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے شمال کی طرف سنسان سڑک پر چلنے لگے۔ تھوڑی دور ایک بڑی سی کار فٹ پاتھ کے قریب موجود تھی۔ جونی جیسے ہی اس کار کے قریب سے گزرا اس نے اچانک ایک جھٹکے کے ساتھ اس کا دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے ایک زوردار جھٹکے سے اس نے دوسرے ہاتھ پر موجود جولیا کا بازو پکڑ کر اسے کار کے اندر دھکیل دیا۔ اور پھر خود بھی اچھل کر کار کے اندر بیٹھ گیا۔ اس سے پہلے کہ جولیا اس اچانک افتاد پر سنبھلتی۔ جونی کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔

" خاموش بیٹھی رہو گڑیا اگر شور مچانے کی کوشش کی تو یہ ریوالور قطعی لحاظ نہیں کرے گا "۔۔۔۔ جونی نے سخت لہجے میں اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

" تم کیا چاہتے ہو "۔۔۔۔ جولیا نے بڑے مطمئن لہجے میں سوال کیا۔

" کیا تم یہاں کی سیکرٹ سروس کی رکن ہو "۔۔۔۔

جونی نے اچانک پوچھا۔ وہ بغور جولیا کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ یہ سوال اتنا اچانک تھا کہ جولیا ایک لمحے کے لئے بوکھلا گئی اس کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی نہیں تھا۔ کہ جونی اس طرح اچانک سوال کر دے گا۔ مگر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"سیکرٹ سروس ——— نہیں ؛ میں تو یہاں ایک دفتر میں سیکرٹری ہوں "———

جولیا نے جواب دیا مگر چالاک جونی تو سوال کے فوراً بعد اس کی آنکھوں میں تیرنے والی بوکھلاہٹ سے ہی اپنے سوال کا جواب سمجھ گیا تھا۔

"بکواس مت کرو مس جولیا میں تمہارے متعلق تمام تفصیل جانتا ہوں "——— جونی نے انتہائی سخت لہجے میں اس کے اصل نام سے پکارتے ہوئے کہا۔ اور جولیا خاموش ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ اب وہ کیا جواب دیتی۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد آخر جولیا نے پوچھا۔

"تم کیا چاہتے ہو اور کون ہو "———

"مس جولیا مجھے حکم تو یہی ملا ہے کہ میں تمہیں دیکھتے ہی فوراً گولی مار دوں۔ اور میرا ارادہ بھی یہی تھا۔ مگر تمہیں دیکھنے کے بعد میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے "——— جونی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا مگر اس کی مسکراہٹ زہر میں بجھی ہوئی تھی۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں "——— جولیا نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا "

"ڈارلنگ دراصل میں کافی دنوں سے اپنے وطن سے نکلا ہوا ہوں اور میں عورتوں کے قرب کا بے حد عادی ہوں۔ مگر یہاں کام کی رفتار ہی ایسی رہی کہ مجھے فرصت ہی نہیں ملی اب تمہیں دیکھنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں چند گھنٹے تمہارے ساتھ گزاروں گا۔ اور اس کے بدلے میں تمہارے ساتھ یہ رعایت کرتا ہوں کہ تمہیں

قتل کرنے کی بجائے صرف بیہوش کر کے چلا جاؤں گا "——— جونی نے اپنا پروگرام بتلاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو مسٹر جونی ——— میں تمہارے ساتھ مکمل تعاون کروں گی "

جولیا نے اس بار اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ جیسے جونی کے اس فیصلے نے واقعی اس کی جان بچا دی ہو۔

"ٹھیک ہے ——— سیٹ پر سے کود کر آگے جاؤ اور ڈرائیونگ کرو میں تمہیں یہیں سے کور کرتا ہوں۔ اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی۔ تو میری طرف سے کسی قسم کی رعایت کی توقع نہ کرنا "———

جونی نے جواب دیا۔ اور جولیا خاموشی سے اٹھ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

چابی اگنیشن میں موجود تھی۔ اس لئے اسے گاڑی سٹارٹ کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی۔

"سیدھی چلی چلو۔ اگلے چوک سے دائیں ہاتھ پر مڑ جانا "———

جونی نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔ اور جولیا نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ چوک سے دائیں ہاتھ پر مڑتے ہوئے جولیا نے سپیڈ تیز کر دی کیونکہ یہ شہر کی طویل ترین سڑک تھی۔ جو تقریباً بیس میل تک بالکل سیدھی چلی گئی تھی۔

جونی پچھلی سیٹ پر ریوالور لئے بیٹھا تھا۔ سپیڈ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ سڑک کے درمیان میں تو گاڑی باقاعدہ فراٹے بھرنے لگی تھی۔ جولیا نے عقبی آئینے پر نظر ڈالی اور اس کے عقب میں کافی دور تک کوئی گاڑی نہیں تھی۔ یہاں پر دوکانیں ختم ہونے کے بعد

کوٹھیوں کی پشت تھی اس لئے قریب کوئی آدمی بھی نہیں تھا۔

"سیدھی چلی جاؤ مائی ہنی —— خبردار کوئی حرکت نہ کرنا" —— جوزی نے اسے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر مسٹر جوزی میں آپ کے احکامات کی پوری پابندی کروں گی"۔ جولیا نے بڑے دوستانہ لہجے میں جواب دیا اور جوزی مسکرا دیا مگر اس کی مسکراہٹ ادھوری ہی رہی۔ کیونکہ دوسرے لمحے جولیا نے پوری قوت سے بریک لگا دی تھی۔ اور اسی میل کی سپیڈ پر دوڑتی ہوئی گاڑی کو جب یوں اچانک فل بریک لگایا جائے تو جو حشر ہونا چاہیے وہ اظہر من الشمس تھا۔ کار کے ٹائر ایک طویل چیخ مار کر سڑک کے سینے پر بیجے گاڑنے لگے۔ مگر سپیڈ کی وجہ سے کار یک لخت گھوم گئی اور جوزی جو جولیا کی بات پر مسکرا رہا تھا۔ بریک لگتے ہی ایک جھٹکا کھا کر سر کے بل اچھل کر اگلی سیٹ اور انجن کے درمیانی حصے میں آگرا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر سیٹ پر ہی گر گیا۔ جب کار گھوم کر رکی تو جولیا نے جھپٹ کر جوزی کا ریوالور اٹھا لیا۔ اسی لمحے جوزی نے بھی اٹھنے کی کوشش کی مگر چونکہ اس کے سر پر خاصی چوٹ آئی تھی۔ اس لئے وہ بار بار سر اٹھاتا اور پھر جھک جاتا۔ شاید وہ اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کافی دیر بعد جوزی سیدھا ہوا اور اس نے جولیا کی طرف دیکھا۔ تو اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا"۔

"اٹھ کے بیٹھ جاؤ مسٹر جوزی" ——

جولیا نے انتہائی سپاٹ لہجے میں جوزی کو حکم دیتے ہوئے کہا اور جوزی خاموشی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"دروازہ کھول کر کار سے باہر نکل جاؤ" —— جولیا نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور جوزی کے چہرے پر یکدم تازگی ابھر آئی ویسے اسے حیرت بھی تھی کہ جولیا اسے اتنی آسانی سے کیسے چھوڑ رہی ہے۔ بہرحال یہ اس کے لئے غنیمت تھا۔ چنانچہ اس نے تیزی سے مڑ کر دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ ڈالا۔ مگر دوسرا لمحہ اس پر قیامت کا گزر گیا۔

جولیا نے اس کے مڑتے ہی ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اس کی کھوپڑی پر مار دیا تھا۔ اور جوزی پہلے ہی وار سے کار سے لڑھک گیا۔ مگر جولیا نے نیچے گرتے ہوئے جوزی کے سر پر دوسرا وار بھی کر دیا اور پھر تیسرا وار بھی کر دیا اور پھر وہ چند لمحے تک انتظار کرتی رہی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ جوزی واقعی بے ہوش ہو گیا ہے تو اس نے ریوالور گود میں رکھا اور کار کو آگے بڑھا دیا۔ وہ جوزی کو فوری طور پر دانش منزل لے جانا چاہتی تھی۔

کار مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی پھر جولیا نے دانش منزل کے گیٹ پر کار روکی اور خود اتر کر اس نے گیٹ کے باہر موجود کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور جولیا کار سمیت دانش منزل میں داخل ہو گئی۔ کار اس نے برآمدے کے قریب روکی اور خود سیدھی برآمدے میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"جولیا یہ کار کس کی ہے" —— دوسری طرف سے ایکسٹو کی پُر وقار آواز سنائی دی۔

اور جولیا نے شاپنگ سنٹر سے یہاں تک کے تمام واقعات تفصیل سے سنا دیئے۔

"ٹھیک ہے اب تم جا سکتی ہو اپنا میک اپ اور رہائش بھی تبدیل کر دو"۔۔۔ ایکسٹو نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور جولیا خاموشی سے دانش منزل سے باہر نکلتی چلی گئی۔ اس کے باہر نکلتے ہی دانش منزل کا گیٹ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔

جولیا دانش منزل سے ہٹ کر جیسے ہی مین روڈ کے چوراہے پر پہنچی۔ اچانک ایک تیز رفتار کار اس کے قریب ایک طویل چیخ مار کر رکی اور اسی لمحے دو آدمی کار کا دروازہ کھول کر اس پر جھپٹ پڑے۔ جولیا اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئی۔ ان دونوں آدمیوں نے اسے اٹھا کر کار میں ڈالنا چاہا۔ مگر جولیا نے اپنی جوتی کی باریک نوک حملہ آور کی پنڈلی پر پوری قوت سے ماری۔ اور حملہ آور ایک تیز چیخ مار کر دوہرا ہو گیا۔

دوسرے حملہ آور نے جولیا کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹنا چاہا۔ مگر جولیا نے دوسرے ہاتھ میں پکڑا ہوا پرس گھما کر پوری قوت سے اس حملہ آور کی ناک پر مار دیا۔ اور وہ حملہ آور بھی اس ضرب کی تاب نہ لا سکا۔ اسی لمحے اچانک کار کی ڈرائیونگ سیٹ سے فائر ہوا اور جولیا ایک جھٹکا کھا کر سڑک پر گرنے لگی۔ مگر حملہ آور جس کی پنڈلی پر ضرب لگی تھی۔ اب سیدھا کھڑا ہو چکا تھا۔ اس نے جھپٹ کر گرتی ہوئی جولیا کو سنبھالا اور پھر اسے تقریباً اٹھا کر کار کے کھلے دروازے میں اندر سیٹ پر پھینک دیا۔ اور خود اچھل کر تیزی

سے کار کے اگلے دروازے میں گھس گیا۔ ناک پر ضرب کھانے والا حملہ آور تیزی سے پچھلے دروازے کی طرف جھپٹا اور پھر دوسرے لمحے کار ایک جھٹکا کھا کر تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔

دوسرا حملہ آور کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی اور مستعدی سے ہوا کہ ارد گرد موجود لوگ اس حیرت انگیز منظر کو بت بنے کھڑے دیکھتے رہ گئے اور انہیں ہوش اس وقت آیا۔ جب کار جولیا کو اغوا کر کے کافی آگے بڑھ چکی تھی۔ ان میں سے دو چار نے سکوٹروں اور موٹر سائیکلوں پر کار کا تعاقب کرنے کا ارادہ بھی کیا مگر اتنی دیر میں کار آگے بڑھ کر ان کی نظروں سے غائب ہو چکی تھی۔

سب سے پہلے کیپٹن شکیل کو ہوش آیا۔ پہلے چند لمحے تو وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں پڑا رہا۔ پھر جب اس کے ذہن کی سادہ پلیٹ پر شناسائی کے نقش ابھرنے لگے تو وہ یکدم چونک کر اٹھ بیٹھا اور دوسرے لمحے اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ کیونکہ اس نے دیکھا کہ اس کے جسم پر سے تمام کپڑے اتار لئے گئے ہیں۔ اور وہ قطعی طور پر مادر زاد برہنہ بیٹھا ہے۔ اور ساتھ ہی تنویر اور صفدر بھی اسی حالت میں بے ہوش پڑے ہیں۔ ان دونوں کے جسموں پر کپڑے کا ایک تار بھی نہ تھا۔ کیپٹن شکیل تو شرم کے مارے زمین میں گڑ کر رہ گیا۔ اس سے پہلے زندگی بھر ان کے ساتھ ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بلب جل رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہاں روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔ کمرہ قطعی طور پر ہر قسم کے سازوسامان سے خالی تھا کیپٹن شکیل سوچنے لگا۔ کہ یہ کس قسم کے مجرم ہیں۔ جنہوں نے ان کے ساتھ یہ انوکھی حرکت کی ہے۔ کمرے میں ایسی کوئی چیز نہ تھی۔ جس سے وہ اپنا جسم ڈھانپتا۔ ابھی غنیمت تھا۔ کہ تنویر اور صفدر دونوں

بے ہوش پڑے تھے۔ مگر کسی بھی لمحے ان دونوں کو ہوش آسکتا تھا۔ پھر ان کی کیا حالت ہو گی۔ کیپٹن شکیل اپنے آپ کو بڑی عجیب سی سچویشن میں محسوس کرنے لگا۔ اسے ایسا لگا جیسے اس کے کپڑے اتار کر اسے قطعی طور پر بے بس کر دیا گیا ہو۔ یہی سوچتے ہوئے اسے اچانک ایک خیال آیا۔ اور وہ اچھل پڑا۔ اسے یاد آیا تھا کہ جب وہ درخت پر موجود تھا تو اسے گولی لگی تھی۔ اور اس کے بعد اسے اتنا تو یاد رہا کہ وہ درخت سے سر کے بل سڑک پر گر رہا تھا مگر اس کے بعد اس کے ذہن میں تاریکی ہی تاریکی تھی۔ اس نے تیزی سے اپنے جسم پر ہاتھ پھیرا مگر کہیں بھی کوئی زخم موجود نہیں تھا۔ اسے یاد تھا۔ کہ گولی اسکے بازو میں بائیں طرف لگی تھی۔ مگر اب بایاں بازو بالکل ٹھیک تھا۔

زخم تو ایک طرف رہا وہاں خراش تک کا نشان نہ تھا۔ اس نے تنویر اور صفدر کے جسموں پر نگاہ دوڑائی۔ مگر وہ دونوں بھی ٹھیک ٹھاک تھے۔ اسے اس بات پر حیرت ہو رہی تھی۔ کہ اگر انہیں گولی نہیں لگی تھی تو پھر وہ بے ہوش کیسے ہو گئے تھے۔ اسی لمحے تنویر کسمسانے لگا اور کیپٹن شکیل اٹھ کر تیزی سے کمرے کے ایک کونے میں چلا گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ تنویر اٹھ کر اسے یوں ننگا دیکھے جیسے ہی وہ بیٹھا۔ اچانک اس کے جسم میں کوئی چیز چبھنے لگی اس نے ہٹ کر دیکھا تو فرش کی اینٹ کا ایک کونہ ٹوٹا ہوا تھا کیپٹن شکیل نے وہ ٹکڑا ہاتھ میں اٹھا لیا اور دوسرے لمحے اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی اس نے بیٹھے بیٹھے ٹکڑے کو ہاتھ میں تولا اور پھر ایک نظر کمرے کے درمیان میں جلتے ہوئے بلب پر ڈالی۔ دوسرے لمحے اس کا ہاتھ پوری قوت

سے گھوما اور اس کے ہاتھ میں موجود پتھر رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح اڑتا ہوا بلب کی طرف گیا اور پھر ایک دھماکہ سے بلب کے پرخچے اڑ گئے اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں تاریکی چھا گئی۔

کیپٹن شکیل نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اندھیرا ہونے کے بعد اس کی جان میں جان آئی تھی۔

روشنی کے بعد فوری طور پر اندھیرا ہونے سے چند لمحوں تک تو کیپٹن شکیل کی آنکھوں کے سامنے سیاہ چادر سی تنی رہی پھر جیسے جیسے اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہوتی گئیں۔ اسے کمرے کا ماحول دوبارہ نظر آنے لگا۔

اس نے دیکھا کہ اب تنویر اور صفدر دونوں اٹھ کر بیٹھ گئے ہیں اور اندھیرے میں اِدھر اُدھر حیرت سے دیکھ رہے ہیں شاید بلب پھٹنے کے دھماکے نے ان کے ہوش میں آتے ہوئے حواس کو جھنجھوڑ دیا تھا۔ وہ بڑی حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے کیپٹن شکیل سمجھ رہا تھا۔ کہ ابھی چند لمحوں کے لئے وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ اسی لمحے تنویر کی حیرت سے بھرپور آواز سنائی دی۔

"ارے میرے کپڑے۔ ارے یہ کیا!" ——— تنویر نے اپنے جسم پر بے اختیار ہاتھ پھیرتا گیا۔ اس کے منہ سے شدید تعجب آمیز آوازیں نکلتی گئیں۔

اور پھر صفدر کا بھی یہی حال ہوا۔ وہ دونوں اس سچوئیشن سے سخت پریشان تھے۔

"ہم مادر زاد برہنہ ہیں اس لئے میں نے پتھر مار کر بلب توڑ دیا

ہے۔" ——— کیپٹن شکیل نے کونے سے آواز دیتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے انتہائی ذلیل مجرم ہیں یہ تو۔" ———

صفدر کی آواز میں شدید غصہ تھا۔ اپنے برہنہ ہونے کا احساس ہوتے ہی باوجودیکہ کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہ دونوں بالکل سمٹ کر بیٹھ گئے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں واقعی عجیب بے بسی کا عالم تینوں پر طاری تھا۔ سیکرٹ سروس کے تربیت یافتہ جاسوس جو خطرناک سے خطرناک سچوئیشن میں بھی ماتھے پر کبھی شکن نہیں لاتے تھے۔ اب مجرموں کے صرف کپڑے اتار دینے پر اپنے آپ کو عجیب بے بسی میں مبتلا محسوس کر رہے تھے۔ اسی لمحے اچانک دروازے کے باہر قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں اور پھر آوازیں دروازے کے قریب آ کر رک گئیں۔ چند لمحے خاموشی طاری رہی پھر ایک کرخت سی آواز آئی وہ کسی کو حکم دے رہا تھا۔

"اندر تو اندھیرا ہو رہا ہے۔ لائٹس جلا دو۔" ———

اور پھر ایک کھٹ کی آواز آئی اور کمرے میں جیسے روشنی کا سیلاب آ گیا۔ صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر تینوں نے ایک ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر شرم کے مارے اور زیادہ سمٹ گئے۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور تین مشین گن بردار اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے ایک نظر ان تینوں پر ڈالی اور پھر انہیں یوں بری طرح سمٹے دیکھ کر وہ بے اختیار ہنس پڑے۔

"چلو اٹھو تمہیں باس نے بلایا ہے۔" ——— ان میں سے ایک نے بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ہمارے لباس کہاں ہیں "۔۔۔ صفدر نے جواباً پوچھا۔

"تمہیں ایسے ہی چلنا پڑے گا۔ ہم نے تمہارے لباس جان بوجھ کر اتار لیتے ہیں۔ اس طرح تم فرار ہونے کے متعلق کبھی نہ سوچو گے"۔ اسی مشین گن بردار نے جواب دیا اور ویسے ان کا یہ نفسیاتی نکتہ تھا بھی بے حد کامیاب۔ کیونکہ اس حالت میں فرار تو ایک طرف رہا وہ اٹھ کر کھڑے ہونے سے قاصر تھے۔

"کم از کم انڈر ویئر تو لا دو "۔۔۔ صفدر نے دوبارہ کہا۔

"نہیں ہمیں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اب تم تینوں خاموشی سے کھڑے ہو جاؤ اور اطمینان سے چلے چلو ورنہ ہمیں گولی مار دینے کا بھی حکم ہے "۔۔۔

مشین گن بردار نے مشین گن کا رخ ان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو یہ انسانیت کے خلاف ہے۔ ہم اس طرح ننگے نہیں چل سکتے۔ اپنے باس سے جا کر کہو وہ ہمیں لباس واپس کر دے ہم فرار نہیں ہوں گے "۔۔۔ اس بار تنویر نے کہا۔

"تم اٹھتے ہو یا نہیں انسانیت کے بچے۔ جتنا میں تم سے آرام سے بات کر رہا ہوں اتنا ہی تم اکڑتے جا رہے ہو "۔۔۔ اسی مشین گن بردار نے بڑے اکھڑ لہجے میں کہا اور غصے سے دو قدم اور آگے بڑھ آیا۔

"جاؤ جو مرضی آئے کر لو ہم نہیں اٹھتے "۔۔۔

تنویر کو بھی غصہ آگیا چنانچہ اس نے بڑے فیصلہ کن لہجے میں جواب دے دیا۔

اور مشین گن بردار جو تنویر کے قریب موجود تھا۔ اچھل کر تنویر کی کنپٹی پر لات مارنی چاہی۔ مگر تنویر نے وہیں بیٹھے بیٹھے دونوں ہاتھوں سے اسکی ٹانگ پکڑ لی اور دوسرے لمحے اس نے ایک زوردار جھٹکا دیا اور وہ مشین گن بردار مردہ چھپکلی کی طرح پیٹ سے پشت کے بل فرش پر گر پڑا۔ اس کے ہاتھ سے مشین گن نیچے گر پڑی۔ دوسرے مشین گن برداروں نے گنوں کا رخ تنویر کی طرف کیا اور ٹریگر دبانا چاہتے تھے۔ کہ اچانک صفدر نے اپنی جگہ سے چیتے کی طرح چھلانگ لگائی اور ان دونوں مشین گن برداروں کو بیک وقت فرش پر گھسیٹتا چلا گیا اور پھر انتہائی پھرتی سے اس نے نیچے گرے ہوئے ایک آدمی کو اٹھا کر کمرے کے اس کونے کی طرف جہاں شکیل موجود تھا اس طرح پھینک دیا۔ جیسے اولمپک گیمز میں کوئی طاقتور کھلاڑی ڈسکس تھرو کرتا ہے اور دوسرے آدمی کو خود چھاپ لیا۔ جو اس دوران اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اس آدمی کو بڑی پھرتی سے کیچ کر لیا۔

اور پھر تین ننگے آدمی ان تینوں سے وحشیوں کی طرح لپٹ گئے اور چند ہی منٹوں میں وہ تینوں فرش پر بے ہوش پڑے تھے۔ سب سے پہلے تنویر نے مقابل کی پینٹ اتار لی اور دوسرے لمحے وہ اس کی پینٹ خود پہن چکا تھا۔ گو تنویر کے جسم کے لحاظ سے وہ پینٹ کافی تنگ تھی مگر مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اس وقت وہی غنیمت تھی اور تنویر کے جسم پر پینٹ یوں معلوم ہو رہی تھی جیسے سارنگی پر غلاف چڑھا ہوا ہو۔ کیپٹن شکیل اور صفدر بھی اپنے مقابل

کی پتلونیں پہن چکے تھے۔ کیپٹن شکیل کو پینٹ چھوٹی تھی۔ اس کے گھٹنے تنگ ہو رہے تھے۔ البتہ صفدر کو پینٹ بالکل فٹ آئی تھی۔ پتلونیں پہننے کے بعد ان تینوں نے پہلی بار ایک دوسرے کو اطمینان بھری نظروں سے دیکھا اور دوسرے لمحے بے اختیار ہنس پڑے۔

"میرے خیال میں ان کی قمیضیں بھی لے لینی چاہئیں"

صفدر نے رائے دی۔

"ٹھیک ہے تمہیں تو لباس فٹ آگیا۔ ہماری پوزیشن دیکھو۔ تنویر کی تو پتلون اتنی تنگ ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے تنویر نے ٹانگ ہلائی اور پتلون پھٹی۔ اور مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے۔ جیسے میں نے شرعی پتلون پہن رکھی ہو" ——

کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل کے ریمارک پر وہ دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

"چلو نہ ہونے سے تو بہتر ہے"—— صفدر نے جواب دیا۔ اور پھر وہ بے ہوش آدمی کے جسم سے قمیض بھی اتارنے لگا۔ تنویر اور کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی اور چند لمحوں کی جدوجہد کے بعد وہ قمیض بھی پہن چکے تھے۔

"کسی کو بے بس کرنے کا یہ اچھا طریقہ سوچا ہے انہوں نے"——

کیپٹن شکیل نے فرش پر پڑی ہوئی مشین گن اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تینوں مشین گنیں اٹھاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے۔ کمرے کو باہر سے انہوں نے بند کر دیا۔ یہ ایک خاصی طویل راہداری تھی۔ جو دونوں سروں سے دائیں طرف مڑ گئی تھی۔ ان کا کمرہ تقریباً

درمیان میں تھا۔

"بائیں طرف چلو یہ لوگ دائیں طرف سے آئے تھے"—— صفدر نے کہا اور پھر وہ بائیں طرف چل پڑا۔ تنویر اور کیپٹن شکیل بھی اس کے پیچھے چل دیئے۔ راہداری کا موڑ مڑتے ہی وہ تینوں ٹھٹھک کر رک گئے۔ کیونکہ آگے دیوار تھی۔ ادھر سے راہداری قطعی بند تھی۔

"واپس چلو ادھر تو راستہ ہی نہیں"—— صفدر نے کہا اور پھر وہ تینوں واپس مڑ گئے اور جب وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے دائیں طرف کے موڑ پر پہنچے تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ ادھر بھی سپاٹ دیوار تھی۔ راستہ ادھر بھی نہیں تھا۔ اور اب وہ تینوں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

"اپنی مشین گنیں دور پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھا دو ورنہ ایک سیکنڈ بعد تم تینوں کی لاشیں پھڑک رہی ہوں گی۔ اچانک راہداری میں آواز گونجی اور صفدر نے سب سے پہلے اپنی مشین گن دور پھینک دی تنویر اور کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی اور اب وہ تینوں ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے۔ اور دوسرے لمحے اچانک ایک تیز سرسراہٹ کی آواز گونجی اور سامنے موجود دیوار تیزی سے ایک طرف سمٹتی چلی گئی۔ اب وہاں پانچ مشین گن بردار کھڑے تھے انہوں نے پھرتی سے ان تینوں کے گرد گھیرا ڈال لیا۔

"چلو ان میں سے ایک نے انہیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ خاموشی سے آگے بڑھنے لگے۔ تھوڑی ہی دور جا کر وہ تینوں ایک کمرے کے کھلے دروازے میں داخل ہو گئے۔ اور دوسرے لمحے

وہ چونک پڑے کیونکہ سامنے ایک ستون سے جولیا اور دوسرے ستون سے عمران بندھا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ میک اپ میں تھے۔ مگر یہ میک اپ ان کے لئے نیا نہیں تھا انہوں نے بغور عمران کی طرف دیکھا مگر عمران کی نظروں میں اجنبیت دیکھ کر ان کے چہرے اپ سیٹ ہو گئے اور پھر مشین گنوں کے زور پر ان تینوں کو بھی علیحدہ علیحدہ ستونوں سے باندھ دیا گیا۔

یہ ایک بڑا سا ہال تھا اس میں اس وقت تقریباً بیس کے قریب مشین گن بردار موجود تھے۔ اور وہ سب دیواروں کے ساتھ اس طرح کھڑے تھے جیسے وہ صرف پہرے دار ہوں۔ چند لمحوں بعد دو غیر ملکی ہال میں داخل ہوئے ان کے اندر داخل ہوتے ہی تمام مشین گن بردار مؤدبانہ انداز میں جھک گئے۔ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان کی طرف آئے اور عمران سے چند قدم کے فاصلے پر آکر رک گئے۔ ان دونوں کی نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔

"وہ کاغذ کہاں ہے جو تم نے مسعود کے کمرے سے حاصل کیا تھا" ان میں سے ایک نے بڑے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"میرے پیٹ میں" — عمران بڑے ہی نرم لہجے میں بولا۔

"کیا مطلب کاغذ کا تمہارے پیٹ سے کیا تعلق" — غیر ملکی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اس لئے کہ میں وہ کاغذ کھا چکا ہوں" — عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"دیکھو نوجوان ہمیں سختی پر مجبور نہ کرو وہ کاغذ خاموشی سے ہمارے

حوالے کر دو اس میں تمہاری بہتری ہے" — غیر ملکی نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"تمہیں یقین کیوں نہیں آتا۔ دراصل میں کاغذ خور ہوں جیسے کوئی شخص گوشت خور ہوتا ہے۔ کوئی سبزی خور اور تم حرام خور ہو اور اسی طرح میں کاغذ خور ہوں" — عمران نے بڑی معصومیت سے تشریح کرتے ہوئے کہا۔

اور اس غیر ملکی کے چہرے کے نقوش بگڑنے لگے۔ ظاہر ہے اسے غصہ آ رہا تھا۔ اس نے مڑ کر ایک مشین گن بردار کو اشارہ کیا اور وہ مشین گن بردار تیزی سے آگے بڑھ آیا۔

"اس کا پیٹ چاک کر کے اس میں سے کاغذ نکال لو" — غیر ملکی نے مشین گن بردار کو حکم دیتے ہوئے کہا۔ مشین گن بردار نے مشین گن وہیں رکھی اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ایک [illegible]سا چاقو نکال لیا اور اسے کھولنے لگا۔

"اس کے علاوہ ایک ترکیب اور بھی ہے۔ اگر تم چاہو تو اس پر عمل کر سکتے ہو" — عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں غیر ملکی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے چاقو اس کے پیٹ میں گھسنے کے لئے نہ کھل رہا ہو بلکہ اس لئے کھل رہا ہو کہ اس کی رسیاں کاٹ دی جائیں گی۔

"کیا ترکیب ہے وہ" — غیر ملکی نے سخت لہجے میں سوال کیا۔

"یہ کہ تم تھوڑے عرصے صبر کرو۔ جب مجھے لیٹرین کی حاجت ہو گی میں وہاں سے فارغ ہو کر نکلوں — تم جا کر چیک کرنا تمہیں ضرور

کاغذ کی لئی مل جائے گی"۔۔۔۔

عمران نے مسکراتے ہوئے ترکیب بتلائی۔

"یوشٹ اپ نانسنس"۔۔۔۔ غیر ملکی غصّے سے چیخ پڑا
اُس کا چہرہ غصّے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔

"چلو اس کا پیٹ پھاڑ دو"۔۔۔ غیر ملکی نے چاقو بردار کو حکم دیا
اور چاقو بردار ہاتھ میں چاقو پکڑے تیزی سے عمران کی طرف بڑھنے
لگا۔ قریب جاکر وہ رک گیا اس نے چاقو والا ہاتھ اوپر اٹھایا اور
پھر جیسے ہی اس کا ہاتھ عمران کے پیٹ کی طرف بڑھا۔ عمران نے
پوری قوت سے لات اس کے پیٹ میں ماردی اور وہ شخص اچھل کر
دو قدم دور جا گرا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

"اس کی ٹانگیں نہیں باندھی تھیں"۔۔۔ غیر ملکی نے غصّے سے چیخ کر کہا

"باندھی تھیں جناب"۔۔۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کہا۔

"کتے کے بچے۔ اگر باندھی ہوتیں تو وہ اس طرح ٹانگ چلا سکتا
تھا"۔۔۔ غیر ملکی نے کہا اور دوسرے لمحے جیب سے ریوالور نکال کر
اس نے اس پر فائر جھونک دیا۔ گولی اس کے سینے پر پڑی اور وہ
وہیں فرش پر تڑپنے لگا۔

"اس کی ٹانگیں دوبارہ باندھو اور اچھی طرح کس کر باندھو"۔۔۔
غیر ملکی نے دوسرے آدمیوں کو حکم دیا اور تقریباً چار پانچ آدمی بیک
وقت عمران کی ٹانگوں سے لپٹ گئے۔ انہوں نے چند ہی لمحوں میں
عمران کی دونوں ٹانگیں ستون سے اچھی طرح کس دیں۔

"اب جاکر چاقو ماردو"۔۔۔ غیر ملکی نے اس چاقو بردار سے

مخاطب ہو کر کہا۔ جو اس دوران اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ اور وہ چاقو
بردار قدم بہ قدم دوبارہ عمران کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی وہ عمران
کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ اچانک ہال کمرے میں ایک تیز سیٹی کی
آواز گونجنے لگی۔

سیٹی کی آواز سنتے ہی غیر ملکی چونک پڑا اور پھر تیزی سے وہ
ایک دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دیوار پر لگے ہوئے ایک
سوئچ بورڈ کا درمیانی بٹن دبایا۔ بٹن دبتے ہی سیٹی کی آواز آنی بند ہو
گئی اور وہ غیر ملکی واپس ہال کے درمیان میں آگیا۔ چاقو بردار عمران
کے سامنے چاقو سنبھالے اس غیر ملکی کے حکم کے انتظار میں کھڑا تھا۔

اسی لمحے دروازے میں سے تین افراد داخل ہوئے ان میں سے
دو کے کاندھوں پر بے ہوش آدمی لدے ہوئے تھے۔ ان بیہوش
افراد کو دیکھتے ہی جولیا چونک پڑی کیونکہ یہ نعمانی اور چوہان تھے۔

"یہ بھی ان کے ساتھی ہیں سر"۔۔۔۔
آنے والے نے غیر ملکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"انہیں ستون سے باندھ دو اور ہوش میں لے آؤ"۔۔۔۔
غیر ملکی نے بڑے سرد لہجے میں حکم دیا اور وہ ان دونوں کو ستونوں
سے باندھنے میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران غیر ملکی نے ستونوں
سے بندھے ہوئے سیکرٹ سروس کے ارکان پر نظریں دوڑانی شروع
کر دیں اور جب اس کی نظریں صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر پر پڑیں تو
وہ چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے مخمصے کے آثار
نمایاں ہوئے۔ دوسرے لمحے اس نے ایک مشین گن بردار سے مخاطب

ہو کر پوچھا۔

"یہ لوگ کون ہیں ان کے جسموں پر ہمارے آدمیوں کی وردیاں کیوں نظر آرہی ہیں"۔۔۔۔

غیر ملکی کے لہجے میں غصے کے ساتھ ساتھ حیرت کے عنصر کی آمیزش بھی تھی۔

"باس یہ تینوں بھی سیکرٹ سروس کے رکن ہیں اور ایکسٹو کے نمائندے ہیں چنانچہ انہیں ایک سڑک پر گھیر کر سینس لیس گنوں سے بے ہوش کر کے یہاں لایا گیا۔ چونکہ یہ لوگ بے حد خطرناک سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے آپریشن انچارج نے ان کے تمام کپڑے اتار لینے کا حکم دیا۔ اور انہیں برہنہ کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اب آپ کی آمد پر ہم نے تین آدمی انہیں لانے کے لئے بھیجے مگر انہوں نے ان تینوں کو بے ہوش کر کے ان کے کپڑے اتار کر پہن لئے اور ان کی مشین گنیں اٹھا کر راہداری میں نکل آئے۔ مگر آپریشن انچارج نے ویژن سکرین پر انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔ چنانچہ راہداری کے دونوں دروازے بند کر دیئے گئے اور پھر انہیں غیر مسلح کر کے یہاں لایا گیا ہے"۔۔۔۔

"وہ تینوں افراد کہاں ہیں جن کے کپڑے انہوں نے اتار کر پہن لئے ہیں" غیر ملکی نے تلخ لہجے میں پوچھا۔۔۔۔

"سر انہیں قید کر لیا گیا ہے"۔۔۔۔ اسی نوجوان نے جواب دیا۔

"ان تینوں بزدلوں کو یہاں لے آؤ"۔۔۔۔ غیر ملکی نے حکم دیا اور وہ نوجوان اثبات میں سر ہلا کر تیزی سے مڑ گیا۔

غیر ملکی اس بار اپنے ساتھ والے غیر ملکی سے مخاطب ہوا۔

"ٹام ان سب کا تعارف کراؤ۔ ان تینوں کے متعلق تو معلوم ہو گیا ہے۔ باقی کے متعلق بتلاؤ"۔۔۔۔

"باس یہ نوجوان جس کے پاس کاغذ ہے۔ ایکس ٹو کا نمائندہ ہے۔ سعود کے پاس ہمارا جو نمائندہ گیا تھا۔ اس کے پاس ویژن ٹرانسمیٹر تھا۔ اس پر مجھے اس کی باتیں سن کر معلوم ہو گیا۔ کہ اس کا تعلق ایکس ٹو سے ہے۔ چنانچہ اس کی کار کو ریڈیو کنٹرول کر کے یہاں لایا گیا۔ اور اب یہ آپ کے سامنے ہے"۔۔۔۔

ٹام نے عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ چاقو بردار نوجوان ابھی تک چاقو کھولے عمران کے نزدیک حکم کے انتظار میں کھڑا تھا۔

"تم پیچھے ہٹ جاؤ"۔۔۔۔ غیر ملکی نے چاقو بردار کو حکم دیا اور وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔

"نمبر سیون اس نوجوان کے سینے پر کراس کا نشان لگا دو"۔۔۔۔

غیر ملکی نے اپنے قریب کھڑے ایک اور نوجوان کو حکم دیا۔ اور اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر جیب سے ایک موٹی سی پنسل نکال کر عمران کے سینے پر سرخ رنگ کا کراس بنا دیا۔

"اس لڑکی کا نام جولیانا ہے۔ ہمارے ایک رکن کو ٹوائلٹ میں اس کی گفتگو سننے کا اتفاق ہو گیا۔ جہاں اس نے ٹرانسمیٹر پر اپنے دو ساتھیوں کو بلایا تھا۔ یہ مشکوک افراد کی چیکنگ کے لئے گھوم رہے تھے۔ چونکہ ایکس ٹو کی فائل میں جولیانا لڑکی کا نام موجود تھا۔ اس لئے اسے چیک کر لیا گیا۔ اور پھر ہمارا نمائندہ اپنی ریڈیو ویژن کار میں اسے یہاں لے آنے لگا۔ مگر اس نے ہمارے نمائندے کو بے بس کر لیا۔ میں چاہتا تو

اسے اسی وقت بے بس کر دینا۔ مگر میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ ہمارے نمائندے کو کہاں لے جانا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس طرح ہمیں سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ معلوم ہو گیا۔ وہاں ایکسٹو کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ جب یہ لڑکی ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلی تو ہمارے آدمی اسے اغوا کر کے یہاں لے آئے۔" —— ٹام نے پوری تفصیل سے بتلایا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے اس پر بھی کراس لگا دو۔" ——

غیر ملکی نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے حکم دیا اور جولیا کے سینے پر بھی کراس کا نشان لگا دیا گیا۔

"ہیڈ کوارٹر کے متعلق کیا ہوا؟" —— غیر ملکی نے ٹام سے سوال کیا۔

"باس ہماری ریڈیو ویژن کار ہیڈ کوارٹر میں موجود ہے اس کے ذریعے ہم جائزہ لے رہے ہیں۔ جیسے ہمیں مزید معلومات ملیں ہم اس پر دھاوا بول دیں گے۔ دراصل ہم چاہتے ہیں کہ کسی طرح ایکسٹو سکرین پر آ جائے۔" —— ٹام نے جواب دیا۔

ان تینوں کے متعلق تو آپ سن ہی چکے ہیں کہ یہ سیکرٹ سروس کے رکن ہیں۔" —— ٹام نے شکیل، صفدر اور تنویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ان کے سینوں پر بھی کراس لگا دو۔" ——

غیر ملکی نے کہا اور ان تینوں کے سینوں پر بھی کراس لگا دیا گیا۔ اتنے میں نعمانی اور چوہان کو بھی ہوش آ چکا تھا اور پھر غیر ملکی کے اشارے پر ان کے سینوں پر بھی کراس کا نشان لگا دیا گیا۔

اسی اثنا میں ہال میں ایک بار پھر سیٹی کی آواز گونجی۔ غیر ملکی کے

اشارے پر بٹن دبایا گیا۔ اور پھر دروازہ کھلا اور تین آدمی اندر ویر میں اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے زرد تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے کپڑے کیپٹن شکیل، تنویر اور صفدر نے پہن رکھے تھے۔

وہ غیر ملکی کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

"ہونہہ بزدل مسلح ہونے کے باوجود تین نہتوں کو قابو نہیں کر سکے۔"

غیر ملکی نے چند لمحے انہیں نفرت آمیز نظروں سے گھورتے ہوئے بڑے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔ پھر اس نے ایک مشین گن بردار کو اشارہ کیا اور دوسرے لمحے ان کے جسموں پر مشین گن کی گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ اور چند ہی لمحوں میں وہ تینوں ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ غیر ملکی کے اشارے پر ان تینوں کی لاشوں کو اٹھا کر باہر لے جایا گیا اور پھر غیر ملکی دوبارہ عمران کی طرف متوجہ ہوا۔ مگر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی عمران بول پڑا۔ ——

"آپ نے ہمارا تعارف تو سن لیا اب کم از کم آپ اپنا تعارف تو کرا دیجیے تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو کہ آپ کون سے جنگل کے وحشی ہیں۔"

عمران کے لہجے میں نفرت کی آمیزش تھی شاید وہ غیر ملکی کی اس خواہ مخواہ کی درندگی پر برافروختہ ہو گیا تھا۔

"شٹ اپ۔" —— غیر ملکی نے پھنکارتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا یعنی تمہارا نام شٹ اپ یعنی سیمون اپ کی تو تلیں بیچنا ہو گا۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" —— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم سب کے سینوں پر کراس کے نشان لگ چکے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہاری موت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ہم ایکس ٹو کے کسی

نمائندے کو زندہ رہنے کا حق نہیں دے سکتے۔ اگر تم میں سے کوئی ہمیں مزید معلومات دینے کی پیشکش کرے تو اس کی سزا میں تخفیف کے متعلق سوچا جا سکتا ہے۔"۔۔۔ غیر ملکی نے ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"مسٹر شٹ اپ یہ ایکسٹو آخر کیا بلا ہے جو تمہارے اعصاب پر سوار ہو چکا ہے کچھ ہمیں بھی بتلاؤ۔"۔۔۔ عمران نے بھی جواب دیا۔

"ہونہہ اب تم مجھے ڈاج دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ سیکرٹ سروس کی ٹیم قابو آ جانے اور ہیڈ کوارٹر کے متعلق علم ہو جانے کے بعد اب ہمارے لئے سعود کے کاغذ کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی۔ اس لئے سب سے پہلے تمہاری زبان کو خاموش کر دیا جائے۔ تو زیادہ بہتر ہے۔"۔۔۔ غیر ملکی نے بڑے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اگر میں تمہیں معلومات مہیا کر دوں تو کیا تم مجھے چھوڑ دو گے۔"۔۔۔ اس سے پہلے کہ غیر ملکی کچھ اور کہتا تنویر بول پڑا اور سب حیرت سے تنویر کو دیکھنے لگے۔

"کیسی معلومات۔"۔۔۔ غیر ملکی نے بڑی دلچسپی سے پوچھا۔

"جیسی تم چاہو۔"۔۔۔ تنویر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں اگر تم صحیح معلومات مہیا کر دو تو ہم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔"۔۔۔ غیر ملکی نے بڑے شاہانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تو پوچھو تم کیا چاہتے ہو۔"۔۔۔ تنویر نے جواب دیا۔ اس کے لہجے

سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ واقعی سب کچھ بتلانے کا فیصلہ کر چکا ہو۔

"اپنے ساتھیوں کے اصل ناموں سے مطلع کرو اور بتلاؤ کہ ایکسٹو کی ٹیم کے باقی ممبر کتنے ہیں اور کہاں ہیں۔"۔۔۔ غیر ملکی نے سوال کیا۔

"یہ نوجوان جو تم سے مذاق کر رہا ہے۔ اس کا اصل نام علی عمران ہے۔ یہ میک اپ میں ہے۔"۔۔۔ تنویر نے عمران کا پول کھولتے ہوئے کہا۔

"علی عمران۔"۔۔۔ غیر ملکی یہ سنتے ہی حیرت سے اچھل پڑا۔ اس کے شاید تصور میں بھی نہ تھا کہ جس سے وہ اب تک باتیں کر رہا ہے۔ وہی عمران ہے جس کے متعلق انہیں خاص طور پر ہدایات دی گئی تھیں۔ اور جس کو ختم نہ کرنے کی پاداش میں چیف باس نے ایک اہم ممبر کو خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"یہ علی عمران ہے۔"۔۔۔ غیر ملکی نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسے شاید یقین نہیں آ رہا تھا۔ غیر ملکی کے ساتھ ساتھ ٹام بھی حیرت سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ہاں یہ عمران ہے اور اس لڑکی کا نام جولیا نا ہے۔ یہ ایکسٹو کے بعد سیکرٹ سروس کی چیف ہے۔ میرا نام تنویر ہے۔ یہ کیپٹن شکیل، صفدر، نعمانی اور چوہان ہیں۔ سیکرٹ سروس کے تمام کے تمام ممبران تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔"۔۔۔ ہمارے علاوہ اور کوئی ممبر نہیں ہے تنویر شاید سب کچھ ہی بتلانے پر تل گیا تھا۔

"تنویر ہوش میں آؤ" ——— صفدر سے رہا نہ جا سکا چنانچہ اس نے تنویر کو جھاڑ دیا۔

"میں ہوش میں آگیا ہوں، مسٹر صفدر۔ اب میں مزید ایکسٹو کے ظلم نہیں سہہ سکتا۔ میں ان کے ساتھ مل کر ایکسٹو اور تمام ٹیم سے خوفناک انتقام لوں گا۔ تم لوگوں نے ہمیشہ میرا مذاق اڑایا ہے اور ایکسٹو اس نے تو ہمیں کبھی ایک کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اب دیکھو ہم موت کے منہ میں کھڑے ہیں اور وہ چوہا کسی بل میں گھسا اطمینان سے بیٹھا چین کی بنسری بجا رہا ہوگا۔ لعنت ہے ایسے باس پر اور ایسی نوکری پر" ———

تنویر نے صفدر کے جواب میں اپنا غصہ نکالتے ہوئے کہا۔

"تنویر کی رسیاں کھول دو اور اسے ہمارے پاس لے آؤ۔ اس نے واقعی قابلِ قدر کام کیا ہے" ———

غیر ملکی نے ٹام کو حکم دیا اور ٹام کے اشارے پر اس کی رسیاں فوراً کھول دی گئیں اور تنویر قدم بڑھاتا ہوا غیر ملکی کے قریب آگیا۔

"مسٹر تنویر ہم تمہاری سزائے موت منسوخ کرتے ہیں کیا تم ہمیں مزید معلومات مہیا کرو گے" ——— غیر ملکی نے تنویر سے باقاعدہ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سر ——— میں آپ کو تمام معلومات مہیا کر دوں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ ان سب کو میرے سامنے قتل کر دیں" ———

تنویر نے نفرت بھری نگاہوں سے تمام ممبروں کو دیکھتے ہوئے درخواست کی۔

"تمہاری درخواست قبول کی جاتی ہے بلکہ تم ان سب کو اپنے ہاتھ

سے قتل کر دو تاکہ تمہارے انتقام کی پیاس بجھ جائے" ——— غیر ملکی نے اس کے جذبات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ شکریہ یہ میری حسرت تھی جو آج تمہاری وجہ سے پوری ہو جائے گی۔ میں تا زندگی تمہارا غلام رہوں گا" ———

تنویر نے جوشِ مسرت سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔ ٹیم کے تمام ممبران بڑی کینہ توز نظروں سے تنویر کو دیکھ رہے تھے۔ البتہ عمران اسی طرح پرسکون تھا۔ ٹیم کے باقی ممبران کے دماغوں میں لاوا کھول رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تنویر اتنا کمینہ بھی ہو سکتا ہے۔

"اس کو ایک مشین گن دو" ——— غیر ملکی نے ایک مشین گن بردار کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"سر گستاخی معاف یہ کوئی چال نہ ہو" ——— ٹام نے جو اب تک خاموش کھڑا تھا ڈرتے ڈرتے غیر ملکی سے کہا۔

"چال ہاہا۔ اس میں کیا چال ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی چال ہے بھی سہی تو ہمارا کیا نقصان ہوگا۔ اس ہال میں بیس مشین گن بردار موجود ہیں جو میرے ایک اشارے پر تمام ممبران کو تنویر سمیت بھون کر رکھ دیں گے۔ اور دوسری طرف ٹام میری زندگی تجربات سے پُر ہے۔ میں انسان کو ایک ادا سے پہچان جاتا ہوں کہ وہ سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ تنویر کی آنکھوں میں موجود چمک بتلا رہی ہے کہ وہ انتقام کی آگ بجھانے کے لئے تڑپ رہا ہے اور اس طرح تنویر کا امتحان بھی ہو جائے گا" ——— غیر ملکی نے فاتحانہ قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ٹام آپ ابھی دیکھ لیں گے کہ میں سچ بول رہا ہوں یا یہ میری چال

ہے۔ باس کو واقعی انسان کے پرکھنے کا ملکہ حاصل ہے" ـــــــ تنویر نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا اور پھر مشین گن ایک آدمی سے پکڑ لی۔

"باس میں سب سے پہلے عمران کو قتل کروں گا۔ میں اسے اتنی گولیاں ماروں گا کہ اس کا جسم شہد کی مکھیوں کا چھتہ بن کر رہ جائے گا۔ یہ ہمیشہ میرا مذاق اڑاتا رہا ہے۔ آج میں اسے گولیوں سے اڑا دوں گا" ـــــــ تنویر نے مشین گن کا رخ عمران کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھنا تنویر آج سیکرٹ سروس کی لاج رکھ لینا۔ تمہاری گولیاں صرف میرے جسم پر پڑنی چاہئیں۔ ستون پر ایک بھی گولی کا نشان نہیں ہونا چاہیئے ورنہ یہ غیر ملکی سمجھیں گے کہ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے رکن کی تربیت ابھی ناپختہ ہے" ـــــــ عمران نے تنویر کو مزید چڑاتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو میں تمہاری یہ حسرت ضرور پوری کر دوں گا" ـــــــ تنویر نے جواب دیا۔

"تنویر تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تم پاگل ہو گئے ہو" ـــــــ جولیا نے اچانک چیخ کر کہا۔ غصے کی شدت سے اس کا سرخ و سفید چہرہ سیاہ پڑ گیا تھا۔

"ہاں جولیا آج میں پاگل ہو گیا ہوں۔ تمہارا بھی نمبر ابھی آئے گا۔ تم نے بھی ہمیشہ میری محبت کا مذاق اڑایا ہے" ـــــــ تنویر نے کہا اور پھر دو قدم عمران کی طرف بڑھ گیا۔

ہال میں موجود تمام افراد کی نظریں اب تنویر اور عمران پر جمی ہوئی تھیں۔ تنویر کی انگلی مشین گن کے ٹریگر پر تھرتھرا رہی تھی اس کی آنکھوں میں پراسرار چمک تھی۔ اور پھر اس نے دانت بھینچ کر ٹریگر دبا دیا اور گولیوں کی بوچھاڑ عمران کی طرف موت بن کر لپکی۔

ٹائیگر کار ڈرائیو کرتا ٹھیک وقت پر ولنگٹن روڈ کے تیسرے چوراہے پر پہنچ گیا۔ ٹابر کے ہال سے جانے کے بعد اس نے عمران سے رابطہ قائم کرنے کی بے حد کوشش کی مگر نجانے عمران سے کیوں رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ بہرحال بی فور کا ٹرانسمیٹر اس کے پاس تھا۔ اس نے سوچا کہ منزل پر پہنچ کر دوبارہ عمران سے رابطہ قائم کرے گا۔

ابھی اسے چوراہے پر ٹھہرے پانچ منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ ایک لمبی سی سیاہ کار اس کے قریب آ کر رک گئی۔ کار کا دروازہ کھلا اور ایک طویل القامت غیر ملکی اس میں سے باہر نکل آیا۔ اس نے لمحے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس سنسان چوراہے پر اکیلے کھڑے ٹائیگر کی طرف بڑھنے لگا۔

"آپ کے پاس ماچس تو ضرور ہو گی دراصل یہاں سگریٹ کی کوئی دکان نظر نہیں آ رہی ورنہ میں آپ کو تکلیف نہ دیتا" ـــــــ غیر ملکی نے جیب سے ایک سگریٹ کی ڈبیا نکالتے ہوئے کہا اور اس ڈبیا کے ساتھ ایک چھوٹا سا کارڈ بھی باہر نکل آیا تھا۔

ٹائیگر کی عقابی نظروں نے اس کارڈ کو ایک ہی لمحے میں چیک کر لیا تھا

وہ کارڈ بالکل اسی کارڈ سے مماثل تھا۔ جو اس وقت ٹائیگر کے پاس موجود تھا
چنانچہ ٹائیگر نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ٹابر کا دیا ہوا کارڈ غیر ملکی کی طرف
بڑھا دیا۔

"تمہیں یہ کارڈ کس نے دیا ہے" ——— غیر ملکی نے سگرٹ کی ڈبیا
دوبارہ جیب میں رکھتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں پوچھا۔

"ٹابر نے" ——— ٹائیگر نے مختصر سا جواب دیا۔

غیر ملکی نے ایک لمحے کے لئے ٹائیگر کو سر سے پیر تک دیکھا اور پھر پہلے
سے بھی زیادہ سخت لہجے میں حکم دیا۔

"کار میں بیٹھ جاؤ" ———

ٹائیگر خاموشی سے چلتا ہوا کار کی طرف بڑھا اور پھر وہ کار کا پچھلا
دروازہ کھول کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی غیر ملکی نے بھی
ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور کار سٹارٹ کرنے سے پہلے اس نے ڈیش
بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی ٹائیگر کے ارد گرد موجود
کار کے شیشوں پر سیاہ رنگ کی چادر چڑھ گئی۔ حتیٰ کہ ڈرائیور اور اس
کے درمیان بھی سیاہ رنگ کی شیشے کی دیوار کھڑی ہو گئی تھی۔ اب ٹائیگر
قطعی اندھیرے میں تھا۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے سیٹ پر پشت لگائے بیٹھا
ہوا تھا اس نے کار کے موڑ اور ان کی سمت یاد کرنے کی کوشش کی مگر
شاید ڈرائیور کو اس بارے میں کوئی خصوصی ہدایات تھیں۔ کیونکہ ایک
گھنٹے کے سفر میں اس نے کار کو اتنی بار مختلف سمتوں میں گھمایا تھا۔ کہ ٹائیگر
کی یادداشت جواب دے گئی۔ دوسرے لمحے سیاہ رنگ کی چادریں
شیشوں پر سے ہٹ گئیں اور روشنی کا ایک سیلاب سا کار کے اندر

داخل ہو گیا۔ ایک گھنٹے تک گھپ اندھیرے میں رہنے کے بعد یکدم
تیز روشنی کی وجہ سے ٹائیگر کی آنکھیں چندھیا گئیں اور اس نے اپنی
آنکھیں مضبوطی سے بند کر لیں مگر اس کے باوجود اسے احساس ہو گیا
کہ روشنی سورج کی نہیں بلکہ مصنوعی ہے۔

"باہر آ جاؤ" ——— ڈرائیور نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر نے
آنکھیں کھول دیں اور پھر کار سے باہر آ گیا۔

اس نے سر اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ یہ ایک خاصی بڑی عمارت تھی
جس کے پورچ میں اس وقت کار موجود تھی۔

"میرے پیچھے چلے آؤ" ——— نوجوان نے اشارہ کیا اور خود اندر جانے
والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر اس کے پیچھے جا رہا تھا۔
مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے دروازے کے سامنے
رک گیا۔ دروازے کے باہر مشین گنوں سے مسلح دو افراد پہرہ دے رہے
تھے اور دروازہ پر ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے بجلیاں کوند رہی ہوں۔
ٹائیگر سمجھ گیا کہ دروازہ کی حفاظت کے لئے الیکٹرونک نظام بھی موجود ہے۔
ٹائیگر اور کار ڈرائیور جیسے ہی دروازے کے سامنے رکے۔ دونوں
محافظوں نے سٹین گن کا رخ ان دونوں کی طرف کر دیا۔

ڈرائیور نے جیب سے ایک چھوٹا سا بیج نکالا اور ایک محافظ کے
ہاتھ پر رکھ دیا۔ محافظ نے اس بیج کو بغور دیکھا اور پھر دروازے کے
قریب موجود لیٹر بکس نما آلے میں کارڈ ڈال دیا۔ چند لمحوں بعد ایک ہلکا
سا کھٹکا ہوا۔ اور آلے کی نچلی سطح پر ایک چھوٹا سا دروازہ کھلا اور کارڈ
باہر نکل آیا۔ کارڈ پر مخصوص روشنائی سے او۔ کے لکھا ہوا تھا۔ محافظ

نے اور کے کا لفظ دیکھتے ہی سٹین گن ہٹائی ۔ اور پھر جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس پر مخصوص نشان لگایا اور دوبارہ اس آلے میں ڈال دیا۔ کارڈ کے اندر جاتے ہی ایک جھماکہ ہوا اور دروازے پر کوندنے والی بجلی کی لہریں یکدم بجھ گئیں ۔ دروازے کے اوپر لگا ہوا سبز رنگ کا بلب جل اٹھا اور دوسرے لمحے دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

دروازہ کھلتے ہی ڈرائیور نے ٹائیگر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور قدم آگے بڑھا دیا۔ اندر کمرہ بالکل تاریک نظر آ رہا تھا۔

ٹائیگر اور ڈرائیور نے جیسے ہی قدم اندر رکھا دروازہ ان کے پیچھے خود بخود بند ہو گیا۔ اور وہ دونوں گھپ اندھیرے میں کھڑے رہ گئے۔ ایک لمحے بعد چٹ کی آواز سنائی دی اور ان دونوں پر جیسے روشنی کا سیلاب بہنے لگا۔ یہ روشنی چھت کی طرف سے آ رہی تھی ۔ روشنی اس انداز سے ان پر پڑ رہی تھی کہ صرف وہ روشنی میں تھے اور باقی تمام کمرے میں اندھیرا تھا۔ البتہ روشنی کی قریبی جگہ ملگجی سی تھی۔

" کیا یہی وہ آدمی ہے جسے ٹابر نے بھیجا ہے " ـــــ اندھیرے سے ایک پر وقار مگر انتہائی کرخت آواز سنائی دی۔

" یس باس یہ ہدایت کے مطابق ولنگٹن روڈ کے تیسرے چوراہے پر کھڑا تھا ۔ اور اس کے پاس وہ مخصوص کارڈ موجود ہے جو ٹابر کو اسی مقصد کے لئے دیا گیا تھا " ـــــ ڈرائیور نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

" تمہارا کیا نام ہے نوجوان " ـــــ اس بار براہِ راست ٹائیگر سے بات کی گئی۔

" ٹائیگر " ـــــ ٹائیگر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

" کیا سچ مچ ٹائیگر ہو یا صرف نام کے ٹائیگر ہو " ـــــ باس کے لہجے میں تلخی تھی۔

" وقت آنے پر آپ کو خود معلوم ہو جائے گا " ـــــ ٹائیگر نے اسی طرح اطمینان سے بھرے لہجے میں جواب دیا۔

" کیا ٹابر نے تمہیں بتلا دیا ہے کہ تم کس کام کے لئے آئے ہو " باس نے سوال کیا۔

" میری خدمات صرف آپ کے حوالے کی گئی ہیں ۔ کام تو آپ بتلائیں گے " ـــــ ٹائیگر نے جواب دیا۔

" جو کام ہم تمہیں بتلانے والے ہیں وہ تقریباً ناممکن ہے " ـــــ باس نے کہا۔

" ٹائیگر میں ناممکن کو ممکن بنانے کی جرأت ہے ۔ باس آپ صرف حکم کریں " ـــــ ٹائیگر نے بڑے مغرورانہ لہجے میں جواب دیا۔

" اس سے پہلے تم نے کوئی بڑا کام کیا ہے " ـــــ باس نے جرح جاری رکھی۔

" میرا تو پیشہ ہی یہی ہے ۔ بہرحال آپ یہ سوچیں کہ ٹابر نے مجھے آپ کے مخصوص کام کے لئے منتخب کیا ہے ۔ تو کچھ سوچ سمجھ کر کیا ہو گا۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

" جیکال ٹائیگر کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس کا روم نمبر ۲ میں امتحان لو اگر یہ کامیاب ہو جائے تو مجھے رپورٹ دو اگر ناکام رہے تو تم جانتے

ہو کہ کیا کرنا چاہیے "۔۔۔۔

باس اس بار ڈرائیور جس کا نام جیکال تھا سے مخاطب ہوا

"یس باس "۔۔۔ جیکال نے مؤدبانہ انداز میں جھکتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے چٹ کی آواز سے کمرے میں دوبارہ گھپ اندھیرا چھا گیا اور اس کے ساتھ ہی ان کی پشت پر دروازہ کھل گیا۔ وہ دونوں بیک وقت مڑے اور پھر کمرے سے باہر نکل آئے۔

"میرے پیچھے چلے آؤ "۔۔۔ جیکال نے دائیں طرف مڑتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔ راہداری مڑتے ہی وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے اور پھر جیکال نے ایک خفیہ دروازہ کھولا اور اسے اندر آنے کا کہا۔ یہ ایک طویل سرنگ تھی۔ جس کا اختتام ایک اور دروازے پر ہوا۔ ٹائیگر نے دروازہ کھولا اور اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ ٹائیگر اندر داخل ہوا۔ اندر داخل ہوتے ہی اچانک ٹائیگر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اس کے پیٹ پر زوردار پنچ لگا۔ کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ اور چونکہ ٹائیگر اس تمام کارروائی کے لئے ذہنی طور پر قطعی تیار نہ تھا۔ اس لئے وہ مار کھا گیا۔ جیسے ہی وہ لڑکھڑا کر دوسری طرف گیا۔ اچانک اس کے سینے پر زوردار فلائنگ کک لگی اور ٹائیگر الٹ کر جا گرا۔ پیچھے شاید دیوار تھی جس سے اس کا سر ٹکرا گیا۔ اور اسی لمحے اس کی آنکھوں کے سامنے ستارے سے ناچ گئے۔ اور ٹائیگر فرش پر پڑا تھا۔

"یہ تو بالکل بودا نکلا "۔۔۔ ایک کرخت سی آواز ٹائیگر کے کانوں میں پڑی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اب اسے اندھیرے میں کچھ مدھم

مدھم نقوش نظر آنے لگے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہوتی چلی گئیں۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جس میں اس وقت تقریباً پانچ آدمی موجود تھے۔ یہ پانچوں بے حد قوی ہیکل اور قد آور تھے ان کے ہاتھوں پر لوہے کے پنج چڑھے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے ویٹ لفٹنگ کی یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔

اور اسی لمحے ٹائیگر کے ذہن میں غصے کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ انہیں ایک اچھا سبق دینے کیلئے تیار ہو چکا تھا۔

"ارے یہ چوہا پھر دم کے بل اٹھ کھڑا ہوا "۔۔۔۔ ان میں سے ایک نے بڑے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔ اور وہ پانچوں پھر ایکشن میں آنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

ادھر ٹائیگر نے اپنے قریب والے جوان کو تاڑ لیا اور دوسرے لمحے وہ بجلی کی طرح اچھلا اور پھر اس کے سر کی زوردار ٹکر مقابل کی ناک پر پڑی اور وہ ادغ کی آواز نکالتا ہوا چار پانچ قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اور اسی لمحے باقی چاروں نے اس پر یورش کر دی۔ ٹائیگر نے ٹکر مارتے ہی اپنی جگہ سے قلابازی کھائی اور وہ کسی سرکس کے جوکر کی طرح ان کے سروں پر سے ہوتا ہوا ہاتھوں کے بل ان کے پار جا گرا اور دوسرے لمحے وہ اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے اس کے جسم میں سپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ وہ چاروں آپس میں ٹکرا کر رہ گئے۔ اور ٹائیگر کے تو پیروں میں بجلی بھر گئی۔ اس نے اچھل کر ایک آدمی کی پشت پر فلائنگ کک لگائی اور پھر اس کا مکہ ایک دوسرے آدمی کے پہلو میں پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے

ٹائیگر نے ایک اور وار کر دیا اور پھر تو ٹائیگر نے ایک لمحے کے لئے بھی سنبھلنے کی فرصت نہ دی۔ اس کے ہاتھ پیر مسلسل چل رہے تھے۔ اور ٹائیگر کی بے پناہ پھرتی کے سامنے وہ پانچوں قوی ہیکل قطعی بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ تقریباً پانچ منٹ کے عرصے میں وہ باری باری ان پانچوں فائٹروں کو بے ہوش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان پانچوں کے منہ اور ناک سے خون جاری تھا۔ اور ٹائیگر بھی اب کھڑا ہانپ رہا تھا۔ اسے ان پانچوں کو بے بس کرنے میں انتہائی سخت محنت کرنی پڑی تھی۔ اور پھر وہ لڑکھڑاتا ہوا جیسے ہی دیوار کے قریب گیا اچانک دیوار میں سے نکل کر ایک مشینی مکہ اس کی کمر میں اس زوردار انداز میں پڑا۔ کہ ٹائیگر تقریباً اڑتا ہوا کمرے کے مقابل دیوار سے جا ٹکرایا اور جیسے ہی وہ دیوار کے قریب گیا۔ ادھر سے بھی اس کے پیٹ میں ایک زوردار مکہ پڑا۔ اور ٹائیگر اچھل کر شمالی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور پھر وہاں سے مکہ کھا کر وہ دوسری دیوار سے ٹکرایا۔ یہ مشینی مکے کچھ اتنے زوردار تھے۔ کہ ٹائیگر کے ہوش و حواس جواب دے گئے۔ اس نے ان سے بچنے کے لئے کمرے کے درمیان میں جگہ ڈھونڈھی۔ مگر اسی لمحے اچانک اس کے پیر زمین سے ایک جھٹکا کھا کر لپٹے اور پھر وہ قلابازی کھا گیا۔ اور اس کے پیر کمرے کی چھت سے یوں جا لگے جیسے طاقتور مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اب ٹائیگر پیروں کے بل کمرے میں الٹا لٹکا ہوا تھا۔ اس کے الٹا لٹکتے ہی اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور چار افراد اندر داخل ہوئے وہ پہلے پانچ سے بھی زیادہ طاقتور تھے اور ان کے ہاتھوں میں خنجر چمک رہے تھے ان کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ دوبارہ خود بخود بند ہو گیا۔ ان چاروں کے چہروں سے

بے پناہ خشونت نمایاں تھی۔ جیسے ہی دروازہ بند ہوا ٹائیگر کے قدم خود بخود چھت سے علیحدہ ہو گئے۔ اور وہ سر کے بل کمرے کے پکے فرش پر آ گرا۔ اور اسی لمحے ان چاروں نے خنجروں سے گرتے ہوئے ٹائیگر پر بھرپور حملہ کر دیا۔ گرتے ہوئے ٹائیگر کو بھی ان خنجروں کی ضرب کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اسی لئے نیچے گرتے ہی وہ اس طرح سمٹ کر بیٹھ گیا۔ جیسے وہ چیونٹی کی طرح ابھی زمین میں گھس جائے گا۔ اس کے جسم کے سمٹتے ہی خنجروں کے درمیان خلا پیدا ہو گیا۔ اور دوسرے لمحے کمرے میں دو بھرپور چیخیں گونج اٹھیں۔ دو آدمیوں کے خنجر مقابل کے آدمیوں کے سینوں میں گھس گئے تھے اور مارنے والے بھی اب خالی ہاتھ رہ گئے تھے۔ کیونکہ انہیں ٹائیگر نے اتنی فرصت ہی نہیں دی تھی کہ وہ مقابل کے سینوں سے اپنے خنجر نکال سکتے۔ ایک دوسرے سے ٹکرا کر سمٹے ہوئے ٹائیگر پر گرے تھے اور ٹائیگر تو اس موقع کی انتظار میں تھا۔ وہ یکدم سیدھا ہو گیا۔ اور وہ دونوں ایک طرف لڑھکتے ہی پھرتی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی لمحے ٹائیگر نے بھرپور چھلانگ لگائی۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں موجود خنجر بجلی کی طرح چمکے اور کمرے میں دو اور چیخیں گونج اٹھیں۔ ٹائیگر کے ہاتھوں میں موجود خنجر ان دونوں کے سینوں میں دستوں تک گھس چکے تھے اور وہ چند ہی لمحوں میں تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔ اب ٹائیگر خالی ہاتھ کھڑا تھا۔ اتنی زبردست اور خونریز جنگ سے اس کے اعصاب پر زبردست کھچاؤ پڑا تھا۔ اس لئے وہ فرش پر کھڑا جھوم رہا تھا۔ وقتی طور پر اس کا توازن خراب ہو کر رہ گیا تھا۔ دوسرے لمحے دروازہ ایک بار پھر کھلا اور جھومتا ہوا ٹائیگر کسی نئی افتاد کے لئے چونک کر سیدھا ہو گیا۔ مگر اس بار کمرے میں داخل ہونے

والا جیکال تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ وہ سیدھا ٹائیگر کی طرف بڑھ گیا۔

"ویل ــــ ٹائیگر تم بے حد مضبوط اعصاب کے مالک ہو"ــــ

اس نے قریب آ کر ٹائیگر کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے دلآویز لہجے میں کہا۔

"شکریہ جناب"ــــ

ٹائیگر نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

"میرے ساتھ آؤ"ــــ

جیکال نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھ گیا۔ کمرے کے مقابل دیوار کے قریب جا کر اس نے بٹن دبایا دوسرے لمحے دیوار میں ایک دروازہ بن گیا۔ جیکال نے ایک اور بٹن دبا کر دروازہ کھولا اور ٹائیگر کو لئے دوسری طرف داخل ہو گیا۔ یہ ایک اور بہت بڑا کمرہ تھا۔ جو اس وقت ہر قسم کے ساز و سامان سے خالی تھا۔

ان کے اندر جاتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

"اب تمہاری نشانہ بازی کا امتحان ہے ٹائیگر اور جس کام کے لئے تمہاری خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ اس میں نشانہ بازی کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ اس لئے نشانہ بازی کے انتہائی کڑے امتحان میں سے تمہیں گزرنا پڑے گا۔ کیا تم تیار ہو"ــــ

جیکال نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بالکل تیار ہوں اور تمہیں مایوس نہیں ہونا پڑے گا"ــــ

ٹائیگر نے اعتماد سے پر لہجے میں جواب دیا۔ اب وہ اپنے آپ کو

مکمل طور پر سنبھال چکا تھا۔

"اور پھر جیکال نے جیب سے ایک لمبی نال والا ریوالور نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیا"ــــ

"اس کا میگزین چیک کر لو اس میں پندرہ گولیاں ہیں اور تمہارے زندہ رہنے کے بھی صرف پندرہ چانس ہوں گے۔ اگر تم نے کہیں بھی معمولی سی غلطی کی تو پھر تمہاری جان کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہو گی"ــــ جیکال نے کہا۔

"ٹھیک ہے مگر بتلا دو تو سہی کہ مجھے کیا کرنا ہو گا"ــــ ٹائیگر نے ریوالور کو ہاتھ میں تولتے ہوئے کہا۔

"یہ بات تمہیں خود بخود معلوم ہو جائے گی۔ــــ اجازت"ــــ

جیکال نے جواب دیا۔ اور پھر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا دروازے کی طرف چل دیا۔ اس نے ایک خفیہ بٹن دبایا اور دروازہ کھل گیا۔

"بائی بائی۔ وش یو گڈ لک ــــ مسٹر ٹائیگر"ــــ

جیکال نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی ٹائیگر سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی تیز نظریں سرچ لائٹ کی طرح چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کے ٹریگر پر انگلی حرکت کرنے کے لئے بے چین تھی۔

اچانک اس کی پشت پر ہلکا سا کھٹکا ہوا۔ اور ٹائیگر چیتے کی طرح اچھل کر مڑا۔ اور اس نے بڑی پھرتی سے فائر جھونک مارا اور اسے خود بھی اپنے نشانے پر فخر ہونے لگا۔ کیونکہ گولی ٹھیک دیوار سے

نکلی ہوئی رائفل کی نال کے اندر گھستی چلی گئی تھی۔
رائفل کی نال ایک دھماکے سے پھٹ چکی تھی۔

ابھی وہ سنبھلا بھی نہیں تھا کہ سائیں کی ہلکی سی آواز اس کی دائیں طرف گونجی اور ٹائیگر نے برق کی سی تیزی سے ادھر بھی فائر کر دیا۔ ایک ہلکا سا پٹاخہ چھوٹا اور دونوں گولیاں درمیان میں ایک دوسرے سے ٹکرا گئیں۔

اچانک کمرے میں جلنے والا اکلوتا بلب بجھ گیا۔ اندھیرا ہوتے ہی ٹائیگر نے چھلانگ لگائی اور فرش پر چمپٹ کر رہ گیا اور دو مختلف سمتوں سے آنے والی گولیاں اس کے اوپر سے گزرتی چلی گئیں ٹائیگر نے فرش پر لیٹے ہی لیٹے تیزی سے کروٹ بدلی۔ اس کی تمام روح اب اس کے کانوں میں سمٹ آئی تھی۔ مگر کمرے میں مکمل سکوت طاری تھا۔ ہلکی سی آہٹ بھی نہیں ابھر رہی تھی۔ جب ٹائیگر کی آنکھیں اندھیرے سے قدرے مانوس ہونے لگیں تو یکدم کمرے میں تیز روشنی کا سیلاب آگیا۔ اور ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا۔ جیسے اس کی بینائی زائل ہو گئی ہو۔

مگر ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اس کی آنکھوں کو احساس ہو گیا کہ کمرے کے چاروں طرف تقریباً چھ آدمی ہاتھوں میں ریوالور پکڑے کھڑے ہیں۔ وہ شاید دیواروں کے مخفیہ دروازوں سے نمودار ہوئے تھے۔ اور اسے یہ بھی احساس ہو گیا تھا کہ چھ کے چھ آدمی گولیاں چلانے کے لئے تیار تھے۔

اسی لمحے کمرے میں یکدم چھ دھماکے ہوئے۔ ٹائیگر تو تقریباً اندھا

ہو چکا تھا۔

چنانچہ دھماکے ہوتے ہی کمرے میں ایک کربناک چیخ گونج اٹھی اور اس کے ساتھ ہی دو اور دھماکے ہوئے اور چیخ کی آواز میں دو اور چیخوں کی کربناک آواز بھی شامل ہو گئی۔

اور کمرے میں ایک بار پھر گھپ اندھیرا چھا چکا تھا۔ شاید کھیل ختم ہو چکا تھا۔

جولیا کے باہر جاتے ہی بلیک زیرو اپنی سیٹ سے اٹھا اور پھر اس نے میز پر پڑا ہوا نقاب اٹھا کر منہ پر لگا لیا۔ وہ کسی اجنبی کے سامنے بغیر نقاب کے جانا نہیں چاہتا تھا۔ دروازے کی طرف جاتے جاتے وہ ایک لمحے کے لئے رکا اس کے ذہن میں یکدم ایک خیال ابھرا تھا۔ چنانچہ وہ واپس مڑا اور پھر اس نے میز کے پہلو میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ سامنے دیوار پر لگی ہوئی سکرین پر برآمدے میں کھڑی ہوئی مجرموں کی کار صاف نظر آ رہی تھی۔ کار میں مجرم ابھی تک بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ بلیک زیرو نے میز کی دراز کھولی اور پھر اس میں سے ایک چھوٹا سا الیکٹرک شیو نما آلہ باہر نکال لیا۔ آلے کے ساتھ موجود تار اس نے میز کے ایک کونے میں موجود تاروں سے جوڑ دیئے اور پھر آلے پر

موجود چھوٹا سا سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی آلے کی بیرونی سطح پر لگی
ہوئی چھوٹی چھوٹی چرخیاں تیزی سے گھومنے لگیں اس کے ساتھ ہی سکرین پر
موجود کار کے گرد جیسے بجلیاں کوسی کوندنے لگیں۔

بلیک زیرو نے انہیں دیکھتے ہی ایک طویل سانس لیا۔ اس کا خیال
صحیح ثابت ہو چکا تھا۔ کار ریڈیو ویژن پر کنٹرول میں تھی۔ ظاہر ہے کہ کہیں سے
کار کے ارد گرد کے مناظر کو باقاعدہ سکرین پر دیکھا جا رہا تھا۔ بلیک زیرو سمجھ
گیا کہ مجرموں نے سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر چیک کرنے کے لئے یہ کار جان
بوجھ کر جولیا کے ہاتھوں یہاں بھجوائی تھی۔ ظاہر ہے کہ جولیا کو وہ اب تک
اغوا کر چکے ہوں گے۔ اور دانش منزل بھی ان کی نظروں میں آ چکی ہو گی۔ وہ کسی
بھی لمحے دانش منزل پر حملہ کر سکتے ہیں اور اگر بلیک زیرو بغیر نقاب لگائے کار
کے قریب چلا جاتا تو سکرین چیک کرنے والے فوراً سمجھ جاتے کہ وہ ایکسٹو
ہے اور ہو سکتا تھا کہ کار ریڈیو کنٹرول کی وجہ سے ایک دھماکے سے پھٹ جاتی
اور بلیک زیرو کے ٹکڑے ہوا میں بکھر جاتے

اب بھی فوری کارروائی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ دانش منزل کا محل وقوع
مجرموں کی نظروں میں آ جانا سیکرٹ سروس کے لئے بے حد خطرناک ثابت
ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے تیزی سے آلے کا بٹن بند کر دیا۔ چرخیاں گھومنی
بند ہو گئیں۔

بلیک زیرو نے اسی بٹن کو مخصوص انداز میں تین بار پھرتی سے دبایا۔
اور چرخیاں دوبارہ چلنے لگیں۔ مگر اب وہ پہلے کی نسبت الٹی گھوم رہی تھیں۔
اور دوسرے لمحے کار کے گرد کوندنے والی بجلیاں ایک جھماکے سے ختم
ہو گئیں۔ کار کا ریڈیو ویژن کنٹرول سسٹم ختم ہو چکا تھا۔ اب دانش منزل

کا محل وقوع سکرین پر نظر نہیں آ رہا ہو گا۔ مگر ابھی بہت سا کام باقی تھا۔ چنانچہ
بلیک زیرو نے بڑی پھرتی سے ایک بٹن دبایا اور اس کے کمرے کا فرش
ایک کونے سے سمٹتا چلا گیا۔

نیچے لوہے کی سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ بلیک زیرو سیڑھیاں اترتا چلا
گیا۔ نیچے ایک کافی بڑا تہہ خانہ تھا۔ جس میں بڑی بھاری بھرکم مشینیں فٹ
تھیں۔ درمیانی دیوار پر ایک بہت بڑی سکرین فٹ تھی۔ بلیک زیرو نے
ایک مشین کا ہینڈل جھٹکے سے نیچے کیا اور اس بڑی مشین میں زندگی کی
لہر دوڑ گئی اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں موجود دیگر مشینیں بھی خود بخود
چلنے لگیں۔ سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر دانش منزل کا بیرونی منظر آ رہا
تھا۔ بلیک زیرو مشین پر لگا ہوا ایک بڑا سا پہیہ تیزی سے گھمانے لگا پہیہ
گھومنے کے ساتھ سکرین پر موجود منظر بھی تبدیل ہوتا چلا گیا اور پھر جب دانش
منزل کا بڑے گیٹ والا حصہ سکرین پر آیا تو بلیک زیرو نے پہیہ روک
دیا اور مشین پر موجود ایک سرخ رنگ کا ہینڈل کھینچ کر نیچے کر دیا ہینڈل
نیچے ہوتے ہی پلک جھپکنے میں سکرین پر منظر میں تبدیلی آ گئی دانش منزل
کی بیرونی دیوار آدھی زمین میں گھس گئی تھی اور اس کے اوپر سبز رنگ کی
نئی تہہ چڑھ گئی تھی۔ گیٹ بھی پہلے سے چھوٹا ہو گیا تھا۔ اب کوئی بھی شخص
جس نے دانش منزل کی پہلی حالت دیکھی تھی اسے نہیں پہچان سکتا تھا۔ پھر
بلیک زیرو پہیہ گھما کر مختلف بیرونی سمتیں سکرین پر فوکس کرتا رہا اور مشین
پر موجود مختلف ہینڈل کھینچ کھینچ کر نیچے اوپر کرتا رہا۔ تقریباً پانچ منٹ
کے بعد اس نے مشین کا سوئچ آف کر دیا۔ اب دانش منزل کی ہیئت ہی
تبدیل ہو چکی تھی۔ دانش منزل جو پہلے ایک قلعہ نما عمارت تھی کسی جدید

انداز کی کوٹھی میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس کا بیرونی ڈیزائن بھی تبدیل ہو گیا تھا۔ اور اس کے کلر میں بھی نمایاں تبدیلی ہو چکی تھی۔ اب اس کے جدید انداز کے گیٹ کے باہر ایک نیم پلیٹ موجود تھی۔ جس پر بلیک زیرو کا اصل نام طاہر حسین بیرسٹر ایٹ لا لکھا ہوا تھا۔ اور نیچے ڈگریوں کی قطاریں موجود تھیں۔ بلیک زیرو نے فائنل چیکنگ کی اور پھر اطمینان کا ایک طویل سانس لیتے ہوئے سکرین آف کر دی۔

اب دانش منزل کو سیکرٹ سروس کے ممبران کے علاوہ اور کوئی شخص قطعی نہیں پہچان سکتا تھا۔ یہ سسٹم عمران کے زرخیز دماغ کی کارستانی تھی اور اس نے پچھلے سال ہی اس سلسلے میں ایک بیرونی فرم کے ساتھ مل کر تہہ خانے میں مشینزی فٹ کرائی تھی۔ اس طرح دانش منزل مجرموں کی نظروں میں آنے کے باوجود محفوظ رہ سکتی تھی۔ اور اس کی ہیئت پانچ چھ منٹ کے اندر تبدیل کی جا سکتی تھی۔ بلیک زیرو اطمینان سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا آپریشن روم میں آیا۔ اور اس نے بٹن دبا کر تہہ خانے کا راستہ برابر کر دیا۔ پھر اس نے میز پر پڑا نقاب اٹھا کر منہ پر چڑھایا اور آپریشن روم کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کار ابھی تک برآمدے کے قریب موجود تھی۔

بلیک زیرو تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کار کے قریب گیا اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے اس کا دروازہ کھول دیا۔ مجرم ابھی تک کار میں بے ہوش پڑا تھا اسے شاید شدید دماغی چوٹ آئی تھی۔ بلیک زیرو نے اس کی نبض پہ ہاتھ رکھ کر اس کی بے ہوشی کی تصدیق کی اور پھر اسے اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ وہ اسے لیے ہوئے سیدھا برآمدے میں موجود ایک کمرے میں لے آیا۔ اور اسے صوفے پر ڈال کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ کمرے میں موجود ایک

الماری کھول کر اس نے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور پھر اس کا ڈھکن کھول کر اس نے شیشی بے ہوش مجرم کی ناک سے لگا دی۔ چند لمحوں تک شیشی اس نے مجرم کی ناک سے لگائے رکھی اور پھر اس کا ڈھکن بند کر کے اسے دوبارہ الماری میں رکھ دیا الماری بند کر کے وہ کمرے کے کونے میں موجود ایک کرسی پر اطمینان سے بیٹھ گیا تقریباً دو منٹ بعد مجرم کو ایک زوردار چھینک آئی اور دوسرے لمحے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک تو وہ آنکھیں کھولے خاموش پڑا رہا۔ پھر جیسے ہی اس کے ہوش و حواس درست ہوئے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ اپنے سامنے کرسی پر ایک نقاب پوش کو بیٹھے دیکھ کر اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار نمایاں ہو گئے۔ وہ بڑی حیرت سے کمرے کو دیکھ رہا تھا جیسے اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آ رہی ہو کہ وہ کار کی بجائے کمرے میں کیسے پہنچ گیا!

"امید ہے تمہاری حیرت دور ہو چکی ہو گی" ——— بلیک زیرو نے بڑے پروقار لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں کہاں ہوں اور تم کون ہو" ——— اس نے چونک کر بلیک زیرو سے سوال کیا۔

"تم سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں ہو اور اس وقت ایکسٹو کے سامنے بیٹھے ہو!" ——— بلیک زیرو نے بارعب لہجے میں جواب دیا۔

"سیکرٹ سروس ——— ایکسٹو" ——— نوجوان نے حیرت اور خوف سے اچھل پڑا۔ ایکسٹو کا نام اس نے بارہا سنا تھا۔ اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ایکسٹو آج تک کسی کے سامنے نہیں آیا۔ مگر اس وقت ایکسٹو اس کے سامنے موجود تھا۔

"کیا تم شرافت سے میرے سوالات کا جواب دو گے"۔۔۔۔۔

بلیک زیرو نے اپنے مخصوص لہجے میں سوال کیا۔

"میری کار کہاں ہے"۔۔۔۔ نوجوان نے جواب دینے کی بجائے اپنی کار کے متعلق سوال کیا اور نقاب کے اندر بلیک زیرو کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیز ہو گئی وہ سمجھ گیا تھا۔ کہ نوجوان کار کے متعلق کیوں پوچھ رہا ہے۔ وہ دراصل یہ اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ کہ آیا اس کی ریڈیو ویژن کار بھی ہیڈ کوارٹر میں موجود ہے یا نہیں اگر کار موجود ہے تو ظاہر ہے کہ ہیڈ کوارٹر اس کے ساتھیوں کی نظروں میں ہوگا۔ اور وہ کسی بھی لمحے وہاں حملہ کر سکتے ہیں۔

"تمہاری کار یہیں موجود ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مختصر لفظوں میں جواب دیا۔

اور بلیک زیرو نے دیکھا کہ کار کی موجودگی کا سنتے ہی نوجوان کے چہرے پر نمایاں طور پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔

"تمہارا نام کیا ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے پہلا سوال کیا۔

"جونی"۔۔۔۔ نوجوان نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"مسٹر جونی کیا آپ بتلائیں گے کہ آپ کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں"۔۔۔۔

بلیک زیرو نے بڑے مہذب لہجے میں سوال کیا۔

"میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا براہ کرم مجھے مجبور نہ کریں"۔۔۔۔ جونی نے بھی جواب میں انتہائی مہذب لہجہ اختیار کیا۔

"مسٹر جونی تم یہاں کی سیکرٹ سروس کے متعلق بہت کم معلومات رکھتے ہو۔ اسی لئے تم نے جواب دینے سے انکار کر دیا ہے اور میں تمہارے اطمینان کی وجوہات بھی جانتا ہوں۔ مگر تمہاری اطلاع کے لئے بتلا دوں کہ

تمہاری کار سے ریڈیو ویژن نظام ختم کیا جا چکا ہے اور جہاں ہمارے ایجنٹ نے تمہیں کار سمیت چھوڑا تھا۔ ریڈیو ویژن نظام ختم کرنے کے بعد ہی وہاں سے تمہیں تمہاری کار سمیت یہاں ہیڈ کوارٹر میں لایا گیا ہے اس لئے اس سلسلے میں قطعی بے فکر رہو کہ تمہارے ساتھی تمہیں چھڑوانے کے لئے یہاں تک پہنچ سکیں گے"۔

بلیک زیرو نے بڑے پر وقار لہجے میں اس کی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے کہا۔

یہ سنتے ہی جونی کے چہرے پر سراسیمگی کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔ اور وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہمارا ریڈیو ویژن کا نظام اتنی آسانی سے ختم نہیں ہو سکتا"۔۔۔۔ جونی نے غصے اور حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"نوجوان صوفے پر بیٹھ جاؤ اور میری بات کا جواب دو جو کچھ تم جانتے ہو۔ لگی لپٹی رکھے بغیر سب کچھ صاف صاف بتلا دو۔ ورنہ تمہارا حشر عبرت ناک ہوگا"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اس بار انتہائی کرخت لہجے میں جواب دیا۔

نوجوان چند لمحے غور سے بلیک زیرو کو دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں ایک پراسرار چمک ابھر آئی اور بلیک زیرو چوکنا ہو گیا تھا کہ نوجوان شدید مایوسی کے رد عمل کے طور پر اس پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے اور اسی لمحے بلیک زیرو نے جیب میں موجود ہاتھ باہر نکال لیا اس کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔

"جلدی بتلاؤ"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے پہلے سے زیادہ کرخت لہجے میں

اپنا سوال دہرایا۔

"میں نے تو مرنا ہی ہے کیوں نہ تمہیں بھی ختم کر دوں تاکہ اپنی تنظیم کیلئے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے جاؤں"

نوجوان نے حملہ کرنے کے لئے جیسے ہی جسم اکڑایا۔ بلیک زیرو کی انگلی نے ٹریگر پر حرکت کی اور دوسرے لمحے نوجوان کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی۔ اس نے بوکھلا کر اپنا سر پکڑ لیا۔ سائیلنسر لگے ریوالور سے نکلی ہوئی گولی نے اس کا دایاں کان اڑا دیا تھا۔

"تم ــــ یہ تم نے کیا کیا"ــــ نوجوان نے کان پر ہاتھ رکھ کر غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ بلیک زیرو نے جو اطمینان سے بیٹھا تھا ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا اور نوجوان کا بایاں کان بھی اپنی جگہ چھوڑ کر غائب ہو گیا۔

نوجوان خوف کی شدت سے صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے سر کی دونوں اطراف سے خون بہہ رہا تھا۔ اب اس کی آنکھوں سے موت کا خوف جھلک رہا تھا۔ وہ بلیک زیرو کے اطمینان اور سرد مہری سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"سب کچھ صاف صاف بتلا دو ورنہ اسی طرح گولیوں سے تمہاری بوٹی بوٹی اڑا دوں گا"ــــ بلیک زیرو نے غراتے ہوئے کہا۔

نوجوان نے صوفے پر بیٹھے بیٹھے اچانک چھلانگ لگا دی۔ اس کا رخ کمرے کی دیوار کی طرف تھا۔ اور پھر اس نے پوری قوت سے اپنا سر دیوار سے دے مارا۔ وہ ہاراکاری تنظیم کے اصول کے تحت کچھ بتلانے کی بجائے موت کو گلے لگانے پر تیار ہو گیا تھا۔

مگر بلیک زیرو ویسے ہی اطمینان سے اپنی کرسی پر بیٹھا رہا۔ نوجوان

نے جیسے ہی دیوار سے سر ٹکرایا وہ اچھل کر کمرے کے درمیان آ گرا۔ دیوار سے اتنی قوت سے ٹکرانے کے باوجود اس کے سر پر معمولی سی خراش بھی نہیں آئی تھی وہ نہیں جانتا تھا کہ کمرے کی دیواروں اور فرش پر موٹے ربڑ کی تہہ چڑھی ہوئی ہے۔ اس کمرے کو ساؤنڈ پروف کرنے کے لئے ایسا کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے موٹے ربڑ سے ٹکرانے کے بعد جونی کے سر کو کیا تکلیف پہنچ سکتی تھی۔

جونی حیرت سے اپنے سر کو دیکھ رہا تھا جو صحیح سلامت تھا۔

"مجھے تمہاری تنظیم کے متعلق اس اقدام سے ہی پتہ چل گیا ہے۔ اب باقی حالات بتلا دو بے فکر رہو میری مرضی کے بغیر تم مر بھی نہیں سکتے"ــــ بلیک زیرو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میری تنظیم ایسی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ہے"ــــ نوجوان نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہارا تعلق ہاراکاری سے ہے۔ تمہارے اس طرح سر ٹکرانے سے ہی معلوم ہو گیا ہے"ــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

اور نوجوان ہاراکاری کا نام سنتے ہی اچھل کر بلیک زیرو پر حملہ آور ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ بلیک زیرو پر جھپٹتا۔ بلیک زیرو کے ریوالور سے ایک گولی نکلی اور نوجوان ایک چیخ مار کر درمیان میں ہی گر گیا۔ گولی اس کی ران میں گھستی چلی گئی تھی۔

"تم کمینے ہو۔ بزدل ہو جو ایک نہتے پر گولیاں چلا رہے ہو۔ ریوالور پھینک دو پھر مجھ سے مقابلہ کرو"ــــ نوجوان غصے اور تکلیف سے ملے جلے لہجے میں چیخ کر بولا۔

"میں بہت جلد ٹھنڈے دماغ کا مالک ہوں مسٹر جونی۔ اور مجھے کچھ محسوس

کی فرصت ہے۔ اس لئے میں تمہیں ڈھیل دے رہا ہوں۔ ورنہ میں چاہتا تو
ایک لمحے میں تم سے سب کچھ اگلوا لیتا اور تمہاری اطلاع کے لئے بتلا دوں
کہ میری فرصت کے لمحات ختم ہونے والے ہیں۔"

بلیک زیرو نے اسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو"۔۔۔ نوجوان اتنی تکلیف اٹھانے کے باوجود
تضحیک آمیز لہجے میں بولا۔

"تمہارا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے"۔۔۔ بلیک زیرو نے اس کے لہجے کو
نظر انداز کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"جہنم میں"۔۔۔ نوجوان نے جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور پھر
ایک لمحے کے توقف کے بعد بولا۔

"جب تم جان ہی گئے ہو کہ میں ہاراکاری سے تعلق رکھتا ہوں تو تمہیں
یہ بھی ضرور معلوم ہو گا کہ ہاراکاری کا ممبر کسی بھی صورت میں کوئی راز افشا
نہیں کرتا۔۔۔ چاہے تم اس کی بوٹی بوٹی دانتوں سے الگ کر دو"

"ٹھیک ہے اب ڈھیل دینے کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اب تم سب کچھ
بتلانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

بلیک زیرو نے ریوالور جیب میں رکھا اور پھر جس کرسی پر وہ بیٹھا تھا۔
اس کے پائے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اس سے پہلے کہ نوجوان کچھ سمجھتا اچانک اس
کے اور بلیک زیرو کے درمیان موٹے شیشے کی ایک دیوار کھڑی ہو گئی۔
دیوار قائم ہوتے ہی بلیک زیرو اٹھا اور پھر اس نے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا
ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی شیشے کے پارٹیشن میں جہاں نوجوان موجود تھا۔
دیوار سے ایگزاسٹ فین نما پنکھا باہر نکل آیا۔ یہ پنکھا گو ایگزاسٹ فین کی

طرز پر بنا ہوا تھا۔ مگر یہ ہوا باہر پھینکنے کی بجائے اندر ایک خاص رخ پر پھینکتا
تھا۔ بلیک زیرو نے ایک اور بٹن دبایا اور پنکھا تیزی سے چل پڑا اس کا
رخ جونی کی طرف ہی تھا۔ اور ہوا ایک دھار کی صورت میں جونی پر پڑ رہی
تھی۔ جونی حیرت سے اس پنکھے کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ یہ بات اس کی سمجھ میں اب
تک نہیں آئی تھی کہ ایکسٹو کیا کرنا چاہتا ہے۔ بھلا پنکھا چلانے سے جونی کیسے
سب کچھ بتلا دے گا۔

بلیک زیرو نے ایک نظر حیرت زدہ جونی پر ڈالی اور پھر زیر لب مسکراتے
ہوئے ایک اور بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی پنکھے کے پیڈ کے نزدیک
ایک سوراخ کھل گیا اور اس میں سے پسی ہوئی سرخ مرچیں تیزی سے باہر
نکلنے لگیں اور مرچوں کے باہر نکلتے ہی پنکھے کے تیزی سے گھومتے ہوئے
پروں نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا۔ دوسرے ہی لمحے ہوا کی دھار میں بیشمار
مرچیں بھی شامل ہو گئیں اور چند ہی لمحوں میں کمرے میں مرچیں ہی مرچیں بھر گئیں
بلیک زیرو نے مرچوں والا بٹن آف کر دیا اور اطمینان سے کرسی پر آ کر بیٹھ
گیا۔

پنکھا بدستور چل رہا تھا۔ جونی ایک لمحے تک تو سمجھ نہ سکا کہ ہوا میں
یہ سرخ رنگ کے ذرات کیا مل گئے ہیں۔ مگر دوسرے لمحے اس کے گلے
میں پھندا پڑ گیا اور آنکھوں سے تیزی سے پانی بہنے لگا۔ اور پھر جونی مسلسل
کھانستا چلا گیا۔ اسے بے شمار چھینکیں آنی شروع ہو گئیں اور اس کا سانس
رکنے لگا۔ وہ تمام کمرے میں ناچ رہا تھا۔

وہ مسلسل چھینک رہا تھا۔ کھانس رہا تھا۔ ناچ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں
سوج کر ابل آئی تھیں۔ جسم کا تمام خون چہرے پر اکٹھا ہو گیا تھا۔ اور چند

ہی لمحوں میں اس کی حالت غیر ہو گئی۔

بلیک زیرو بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھا اس کی حالت دیکھ رہا تھا۔ اس کے اطمینان سے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے بچہ کسی دلچسپ کھیل کو دیکھنے میں منہمک ہو۔ پھر جونی نے تکلیف کی شدت سے اپنا سر دیواروں سے ٹکرانا شروع کر دیا۔ مگر دیواروں پر دبیز ربڑ کی تہہ چڑھی ہوئی تھی جونی تڑپ تڑپ گیا۔ وہ مرنا چاہتا تھا۔ مگر موت نہیں آ رہی تھی۔ جب تکلیف اس کے بس سے باہر ہو گئی تو اس نے بلیک زیرو کی طرف منہ کر کے ہاتھ باندھنے شروع کر دیئے۔ اس کی حالت واقعی بے حد خراب ہو چکی تھی بلیک زیرو نے اٹھ کر بٹن دبا کر پنکھا بند کر دیا اور پھر ایک اور بٹن دبتے ہی پنکھے نے ایگزاسٹ کا روپ دھار لیا اور تقریباً دو منٹ میں ہی کمرہ مرچوں سے صاف ہو گیا۔

بلیک زیرو نے کرسی کے پائے پر موجود بٹن دبا کر شیشے کی دیوار ہٹا دی۔ کمرے میں واقعی اب مرچیں موجود نہیں تھیں۔ مگر جونی کمرے کے درمیان میں پڑا ابھی تک تڑپ رہا تھا۔ بلیک زیرو نے الماری کھول کر ایک بڑی سی بوتل نکالی اور پھر اس کا ڈھکن کھول کر بوتل میں موجود تمام سیال جونی کے چہرے پر انڈیل دیا۔ سیال کے چہرے پر پڑتے ہی جونی کو یوں محسوس ہوا۔ جیسے وہ جہنم سے نکل کر جنت میں آ گیا ہو۔ تمام جسم میں جو آگ لگی ہوئی تھی وہ یکدم ٹھنڈی پڑتی چلی گئی اور اس کی چھینکیں اور کھانسی بھی بند ہو گئی تھی۔ اور جونی نڈھال ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے جسم میں اب حرکت کرنے تک کی سکت باقی نہیں رہ گئی تھی۔

"جونی یہ بوتل ہی اس کا واحد علاج تھی اور میرے پاس صرف ایک

ہی بوتل تھی جس کا تمام سیال میں نے تم پر انڈیل دیا ہے۔ اس لئے اگر اب تم نے سب کچھ سچ نہ بتلایا تو پھر معاملہ میرے بس سے بھی باہر ہو جائے گا۔ اور یہ تو تم جانتے ہو کہ مرچوں سے تمہیں موت تو نہیں آئے گی مگر اس کی تکلیف بھی تم سہار نہیں سکو گے۔ چنانچہ تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ تم سب کچھ صاف صاف بتلا دو"

بلیک زیرو نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"میں سب کچھ بتلا دیتا ہوں مجھ سے یہ تکلیف برداشت نہیں ہوتی" نجانے یہ کیا چیز ہے جس نے میرے تمام جسم میں آگ لگا دی ہے" ــــ جونی نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

"یہ راز اگلوانے کا بڑا سادہ سا مقامی نسخہ ہے۔ جسے ہمارے ملک کی پولیس استعمال کرتی ہے" بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب بتلاؤ تمہارا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے"

"ہمارا مقامی ہیڈ کوارٹر چیف کالونی کے بنگلے نمبر ایک سو بارہ کے تہہ خانوں میں ہے" ــــ جونی نے بتلایا۔

"تمہاری تنظیم یہاں کیا مقصد لے کر آئی ہے" ــــ بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"ہمارا مقصد مسلم سربراہوں کی کانفرنس کو سبوتاژ کرنا ہے" ــــ جونی نے جواب دیا۔

"تمہارا اس تنظیم میں کیا مقام ہے" بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"میں اس تنظیم کے آرگنائزیشن نمبر ۷ 9 کا اسسٹنٹ مین رکن ہوں" ــــ جونی نے جواب دیا۔

اور پھر بلیک زیرو نے اس سے تمام تفاصیل معلوم کر لیں۔ جونی کو ایک ہی نسخہ کافی ہو گیا تھا۔ اس نے بڑی شرافت سے تمام تفاصیل بیان کر دیں۔

"ٹھیک ہے اب تم آرام کرو"۔ بلیک زیرو نے کرسی سے اٹھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا اور جونی کی آنکھوں میں بلیک زیرو کے اس لہجے پر زندگی کی چمک ابھر آئی۔ مگر دوسرے ہی لمحے جب بلیک زیرو نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ اس کی طرف کیا تو وہ چونک پڑا۔

"میں نے تمہیں تمام باتیں صحیح بتلا دی ہیں۔ کیا تم ان کے بدلے مجھے میری زندگی نہیں بخش سکتے"۔

جونی نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"نہیں جونی اگر تم شروع میں مجھے سب کچھ بتلا دیتے تو شاید میں تمہاری درخواست پر ہمدردانہ غور کرتا مگر تم نے میرا وقت کافی ضائع کیا ہے اور اس کی کم از کم سزا موت ہے"۔ ——— بلیک زیرو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

اور یہ سنتے ہی جونی جو فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ یکدم اپنی جگہ سے اچھلا اور اس نے بلیک زیرو پر جھپٹ لگانے کی کوشش کی۔ شاید یہ زندگی بچانے کی اس کی آخری کوشش تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے کہ وہ بلیک زیرو کے قریب آتا۔ بلیک زیرو نے ٹریگر دبا دیا اور ریوالور سے نکلی ہوئی گولی جونی کی پیشانی کے عین وسط میں گھستی چلی گئی اور ایک ہی لمحے میں اس کی کھوپڑی سینکڑوں ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اور اس بے چارے کو تڑپنے کی بھی مہلت نہ ملی۔ بلیک زیرو نے اس کے ٹھنڈا ہوتے ہی ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر اس نے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا کمرے کی دیوار ایک طرف سے ہٹتی چلی گئی۔ اب وہاں

ایک بہت بڑی برقی بھٹی نظر آنے لگی تھی۔ بلیک زیرو نے تیزی سے اس کا لباس اتارنا شروع کر دیا۔

لباس اتار کر اس نے ایک طرف ڈالا اور پھر جونی کی عریاں لاش اٹھا کر اس نے بھٹی میں پھینک دی اور اس کے ساتھ ہی بھٹی کے منہ پر لگا ہوا ہینڈل دبا دیا۔ ہینڈل دبتے ہی بھٹی میں طاقتور برقی کرنٹ دوڑنے لگے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک جھماکہ ہوا اور جونی کی لاش تیزی سے راکھ میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ چند ہی لمحوں میں برقی بھٹی کی سطح خالی ہو چکی تھی۔ جونی کی راکھ بھٹی کی سطح پر لگی ہوئی باریک چھلنی سے نیچے گر چکی تھی۔

بلیک زیرو نے برقی بھٹی کا کنکشن بند کر دیا اور پھر سوئچ دبا کر اس نے دیوار دوبارہ برابر کر دی۔ پھر اس نے فرش پر پڑے ہوئے جونی کے کپڑے اٹھائے اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

تنویر نے دانت بھینچ کر مشین گن کا فائر کھول دیا۔ اور مشین گن کی نال سے نکلنے والی گولیوں کی بوچھاڑ عمران کی طرف لپکی۔ سیکرٹ سروس کے ممبران کو آخری لمحے تک یہ یقین تھا کہ تنویر ڈرامہ کر رہا ہے اور کسی بھی لمحے اس کی مشین گن کا رخ مجرموں کی طرف مڑ سکتا ہے۔ کیونکہ ایسے ڈرامے انہوں نے پہلے کئی بار دیکھے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کے ذہنوں میں کچھ شکوک بھی تھے۔ کیونکہ تنویر کی طبیعت کچھ جنونی واقع ہوئی تھی اور عمران سے تو وہ خاص طور پر خار کھاتا تھا۔ اس لئے انہیں یہ بھی شک تھا کہ کہیں تنویر یہ بھیانک حرکت کر نہ گزرے۔ چنانچہ جب تنویر نے دانت بھینچ کر مشین گن کا فائر باقاعدہ بندھے ہوئے عمران پر کھول دیا تو جولیا کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ اور ایک لمحے کے لئے سب ممبران نے آنکھیں بند کر لیں مگر دوسرے لمحے جب انہوں نے عمران کی بجائے ہال میں موجود افراد کے منہ سے چیخیں سنیں تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔

تنویر نے جیسے ہی عمران پر فائرنگ کھولی، عمران گول ستون کے ساتھ

بڑی پھرتی سے دوسری طرف مڑ گیا تھا اور ویسے بھی عمران تنویر کو پہلے ہی ستون پر گولیاں لگنے کی ٹپ دے چکا تھا۔ چنانچہ تنویر کی مشین گن کا رخ گو عمران کی طرف ہی تھا۔ مگر اس نے نال تھوڑی سی اوپر اٹھا دی تھی۔ چنانچہ گولیاں عمران کی بجائے عمران کے سر سے اوپر ستون پر لگیں اور عمران اس کے باوجود حفظ ماتقدم کے طور پر بڑی پھرتی سے ستون کے ساتھ گھوم کر دوسری طرف جا چکا تھا۔ اس کے مڑتے ہی تنویر نے برق کی سی تیزی سے مشین گن کا رخ غیر ملکی اور ٹام کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ ہال میں موجود مشین گن بردار غیر ملکی اور ٹام جو پہلے تنویر کی طرف سے قدرے چوکنا تھے، انہوں نے جب تنویر کو عمران پر فائرنگ کرتے دیکھا تو ان کے اعصاب فطری طور پر ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ چنانچہ تنویر نے ایک ہی وار میں غیر ملکی ٹام اور اس کے دس مشین گن برداروں کو گولیوں کی لپیٹ میں لے لیا۔ باقی مشین گن بردار یہ سچوئشن دیکھتے ہی بوکھلا کر فرش پر لیٹ گئے۔ اور عمران کے باقی ساتھی بھی عمران کی دیکھا دیکھی ستونوں کی گولائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسری طرف گھوم چکے تھے۔ تنویر پہلا وار کرتے ہی اچھل کر عمران والے ستون کی آڑ لے چکا تھا۔ جیسے ہی وہ اچھل کر دوسری طرف آیا عمران نے بڑی پھرتی سے اس کے ہاتھ سے مشین گن جھپٹ لی۔ وہ اس وقفے میں رسیوں سے اپنے ہاتھ آزاد کر چکا تھا۔ اور دوسرے لمحے اس نے اس کا رخ چھت کی طرف کر کے فائر کھول دیا اور چھت سے لٹکنے والا ایک کافی بڑا فانوس ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔ دوسرے لمحے عمران نے مشین گن کا رخ باقی مشین گن برداروں کی طرف کیا اور پھر ان میں سے بھی پانچ ٹھنڈے ہو گئے۔ چار مشین گن برداروں نے مشین گنیں پھینک کر ہاتھ اٹھا دیئے۔ تنویر تیزی سے

پھینکا اور اس نے ایک مشین گن اٹھا کر انہیں کور کر لیا۔

عمران نے پھرتی سے اپنے پیروں میں مضبوطی سے بندھی ہوئی رسیاں کھولیں اور پھر اس نے بھاگ کر باقی ممبران کی رسیاں بھی کھول دیں اور انہیں مشین گن اٹھانے کا حکم دیتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں سے سب لوگ اس ہال میں ہوئے تھے۔

"کیا ہمیں چیک کیا جا رہا ہے؟" ——— صفدر نے عمران سے پوچھا۔

ہاں چھت سے لٹکا ہوا فانوس ان کا ویژن سپاٹ تھا۔ اس سے وہ ہال میں ہونے والی کارروائی کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس لئے میں نے سب سے پہلے اس فانوس پر فائرنگ کی تھی۔ گو اب وقتی طور پر وہ ہمیں چیک نہیں کر رہے مگر انہیں یقیناً ہال میں ہونے والی گڑبڑ کا اندازہ ہو چکا ہے اور وہ کسی بھی لمحے ہمارے خلاف کوئی کارروائی کر سکتے ہیں۔"

عمران نے جواب دیا۔ اور پھر اسے دروازے کا خیال کرنے کا اشارہ کر کے خود تیزی سے ان چار مجرموں کی طرف بڑھ گیا۔ جو ہاتھ اٹھائے خاموش کھڑے تھے۔ اور تنویر مشین گن سے انہیں کور کئے کھڑا تھا۔ عمران نے جاتے ساتھ ہی بڑی بے دردی سے مشین گن کا بٹ پوری قوت سے ایک مجرم کی کھوپڑی پر مار دیا اور ایک پٹاخے کی سی آواز پیدا ہوئی اور اس کی کھوپڑی کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ جس بیدردی سے عمران نے یہ حرکت کی تھی۔ اسے دیکھتے ہوئے ایک لمحے کے لئے تو سب کانپ اٹھے اس آدمی کے ختم ہوتے ہی عمران دوسرے کی طرف بڑھا اور پھر اس نے مشین گن کی نال دوسرے آدمی کے پیٹ پر رکھی اور ٹریگر پر انگلی کو حرکت دینے لگا۔ وہ آدمی اپنے پہلے ساتھی کا حشر دیکھ چکا تھا اس لئے فوراً چیخ پڑا۔

"رحم کرو ——— مجھے مت مارو" ——— اس کے منہ سے بے اختیار فریاد نکلی مگر عمران تو درندہ بن چکا تھا۔ اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اس نے ٹریگر دبا دیا اور وہ آدمی چیخ مار کر الٹ گیا۔ اس کے پیٹ میں سینکڑوں گولیاں بیک وقت گزر چکی تھیں۔ اب اس کی لاش میں پیٹ کی بجائے ایک بھیانک خلا نظر آ رہا تھا۔

عمران کی آنکھوں میں درندگی ناچ رہی تھی اور وہ اب تیسرے آدمی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ آدمی اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر موت کے خوف سے کانپنے لگا۔

عمران نے ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے مشین گن کی نال اس کے پیٹ میں گھسیڑ دی۔ عمران نے نال اتنی قوت سے ماری تھی کہ نال اس کے پیٹ کو چیرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی اور عمران نے مشین گن کے دستے پر زور دے کر اس آدمی کو یوں اٹھا لیا جیسے کوئی جھنڈا اٹھاتا ہے۔ وہ آدمی بری طرح تڑپ رہا تھا۔ اور پھر عمران نے پوری قوت سے اسے دیوار سے دے مارا اور مشین گن واپس کھینچ لی۔ اس آدمی کا سر دیوار سے پوری قوت سے ٹکرایا اور اس کے سر کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ عمران کی مشین گن کی تمام نال خون آلود ہو چکی تھی اور خون کے ساتھ ساتھ انتڑیوں کے کچھ ٹکڑے بھی اس کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔ عمران نے مشین گن کھینچ کر ایک لمحے کے لئے ہال کا جائزہ لیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چہرے پر کسی زخمی چیتے جیسی درندگی مسلط تھی اس کی آنکھوں سے ابلنے والی وحشت کا یہ عالم تھا کہ جس سے عمران کی نظریں ملیں اس نے نظریں چرا لیں۔

عمران اب چوتھے آدمی کی طرف بڑھ گیا۔ چوتھے آدمی کو اپنی موت کا مکمل یقین ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں موت کی وحشت ناچ رہی تھی چہرے کا رنگ خوف کی شدت سے سفید پڑ گیا تھا۔ اس کا تمام جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔ عمران قدم بہ قدم اس کی طرف بڑھتا گیا۔ اس کی خونخوار نظریں اس آدمی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"مت مارو خدا کے لئے مت مارو" وہ آدمی بے اختیار ہذیانی انداز میں چیخ پڑا۔

عمران اس کے سامنے جا کر رک گیا۔

"تمہارا نام"——عمران نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ بولا تھا۔

"ساجن"——اس آدمی نے لرزتے ہوئے لہجے میں جواب دیا وہ مقامی تھا۔

"ایک شرط پر تمہیں معاف کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس ہیڈ کوارٹر کی مکمل تفصیل اور اس کا محل وقوع فوراً اگل دو"——عمران کا لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔

"اس ہیڈ کوارٹر میں ہمارے علاوہ پچاس آدمی اور تھے اور اس ہال کا تمام منظر اس فانوس کے ذریعے ٹیلی کاسٹ ہو رہا تھا۔ جسے اس ہال کے اوپر موجود آپریشن روم میں چیک کیا جا رہا تھا۔ ٹام اس ہیڈ کوارٹر کا سربراہ تھا۔ یہ پورا ہیڈ کوارٹر دیواروں میں موجود ڈائنامنٹ سسٹم سے لیس ہے آپریشن روم سے اس نظام کا کنکشن ہے۔ وہاں موجود ہینڈل دبانے سے یہ پوری عمارت ہوا میں بکھر سکتی ہے۔ اور فانوس ٹوٹنے کے بعد یقیناً وہ

اسے اڑانے کا پروگرام بنا رہے ہوں گے۔ بس اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا"

ساجن نے تیزی سے بولتے ہوئے کہا۔

"ڈائنامنٹ سسٹم" عمران چونک پڑا۔ اب اسے خیال آیا کہ فانوس ٹوٹے کافی دیر ہو چکی ہے اور ابھی تک مجرموں کی طرف سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا۔ چنانچہ ساجن کی بات سچ ہو سکتی ہے وہ سیکرٹ سروس کو اڑانے کے لئے اس پوری عمارت کو تباہ کر سکتے تھے۔

"آپریشن روم کا راستہ کدھر سے جاتا ہے" عمران نے تیز لہجے میں سوال کیا۔

"دروازے کے باہر گیلری ہے اس کے آخری کونے میں فرش کے نزدیک سنہرے رنگ کا ایک چھوٹا سا بٹن دیوار میں لگا ہوا ہے۔ اس بٹن کو دبانے سے دیوار ہٹ جاتی ہے اور سیڑھیاں سیدھی اوپر آپریشن روم کی طرف جاتی ہیں"——ساجن نے جواب دیا۔

"اوکے——تھینک یو——اب تمہاری ضرورت باقی نہیں رہی اس لئے چھٹی کرو" عمران نے مشین گن کی نالی اس کے سینے کی طرف اٹھائی۔

"میں۔ مجھے معاف کر دو" ساجن نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں ملک کے غداروں کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہوں"

عمران نے جواب دیا اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ پہ ساجن کا جسم چند لمحوں تک ہوا میں ناچتا رہا اور پھر جیسے ہی عمران نے ٹریگر سے انگلی اٹھائی اس کی لاش نیچے گر پڑی اس کے مرتے ہی عمران تیزی سے واپس مڑا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"ہمیں جلد از جلد اس عمارت سے نکل جانا چاہیئے۔ ورنہ اگر مجرموں نے عمارت تباہ کر دی تو ہماری بوٹیاں بھی کسی کو نہیں ملیں گی"
عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

ان سب نے عمران کی بات کی تائید صرف سر ہلا کر کی شاید وہ سب ابھی تک عمران کی بے پناہ درندگی کے سحر میں گرفتار تھے۔ عمران کا یہ روپ خال خال ہی نظر آتا تھا۔ اور انہیں علم تھا۔ کہ جب عمران پر یہ حالت طاری ہو جائے تو پھر اس سے فالتو بات کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے۔

عمران دروازے کے قریب جا کر رک گیا اس نے غیر ملکی کو بٹن دبا کر دروازہ کھولتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لئے اس نے سوئچ بورڈ پر موجود وہی بٹن دبا دیا مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ بٹن دبانے کے باوجود وہ دیوار اپنی جگہ پر موجود تھی۔ جس کے ہٹنے کے بعد دروازہ نمودار ہوتا تھا۔ عمران دیوانگی کے عالم میں بار بار بٹن کو دباتا چلا گیا۔ مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ اب تو عمران کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار دوڑ گئے۔

شاید مجرموں نے دروازہ کھولنے والا سسٹم ہی بیکار کر دیا تھا۔ اگر عمران کا اندیشہ ٹھیک تھا۔ تو پھر ان کو عبرت ناک موت سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ ہال ان کے لئے ایک چوہے دان کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ ہال میں چاروں طرف دیواریں سپاٹ تھیں۔ کہیں ایک کھڑکی یا روشندان تک موجود نہیں تھا۔ عمران نے جھنجھلاہٹ کے عالم میں سوئچ بورڈ کے تمام بٹن دبا دیئے مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ اب عمران کو یقین ہو گیا۔ کہ وہ مجرموں کے ہاتھوں میں پوری طرح پھنس چکے ہیں۔

یہ صورت حال انتہائی خطرناک تھی۔ ایک لحاظ سے پوری سیکرٹ سروس ایکسٹو سمیت مجرموں کے قبضے میں تھی۔ اور وہ کسی بھی لمحے اس عمارت کو ڈائنامنٹ سے اڑا کر سیکرٹ سروس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک سکتے تھے۔ اور مجرموں سے یہ بعید بھی نہیں تھا۔ کیونکہ ایک لحاظ سے ان کا مقامی سربراہ اور بے شمار ساتھی عمران اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں کیفر کردار تک پہنچ چکے تھے۔ اور پھر دروازہ کھلنے کا سسٹم بیکار کرنے سے بھی صاف ظاہر تھا کہ وہ اس پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

"باہر نکلنے کا کوئی اور راستہ تلاش کرو۔ جلدی کرو ورنہ ہماری موت پر کوئی رونے والا بھی نہیں ہو گا"
عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور اس کے ساتھی بھی صورت حال کی نزاکت کا اندازہ لگا چکے تھے۔ تیزی سے ہال میں بکھر گئے۔ وہ دیواروں کو تیزی سے ٹھونک بجا کر کسی خفیہ راستے کا اندازہ لگانا چاہتے تھے۔

عمران ہاتھ میں مشین گن پکڑے بڑی سنجیدگی سے ہال کی چھت اور دیواروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ مگر ٹھوس دیواروں اور سپاٹ چھت میں کہیں ایک رخنہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ جہاں سے باہر نکلنے کی امید پیدا ہو سکے۔ اور ہر گزرنے والا لمحہ ان کی موت کو ان سے قریب تر لاتا جا رہا تھا۔

ہارا کاری

حصہ دوم

اچانک تیز روشنی ہونے سے گو ٹائیگر کی وقتی طور پر بینائی چلی گئی تھی۔ مگر اس کے مضبوط اعصاب اور فوری فیصلے کی قوت پر ظاہر ہے اس کا کیا اثر ہونا تھا۔ جیسے ہی اسے احساس ہوا کہ چھ ریوالور بردار اس پر گولیاں چلانے والے ہیں۔ وہ فرش پر لیٹے ہی لیٹے زور سے اچھلا اور اس نے اندازے سے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور سے ایک نشانہ لے لیا۔ گولی ٹھیک جگہ پر پڑی اور اس آدمی کی کربناک چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔

حملہ آوروں کی گولیاں اس کے اچھلنے کی وجہ سے اس کے پیٹ کے بالکل نیچے سے ہو کر گزر گئی تھیں۔ اچھلنے کے بعد جیسے ہی ٹائیگر دوبارہ زمین پر گرا۔ اس نے تیزی سے دو کروٹیں لیں اور اس دوران اس کے ریوالور سے دو اور گولیاں نکلیں اور کمرے میں دو اور چیخیں گونج گئیں۔ ٹائیگر تین آدمیوں کو نشانہ بنا چکا تھا۔ اور اب ٹائیگر کی آنکھوں میں بینائی دوبارہ عود کر آئی تھی۔ وہ ابھی تک فرش پر کسی پھرتیلے سانپ کی طرح لہراتا ہوا کروٹیں بدلتا جا رہا تھا۔ تاکہ اس کا صحیح نشانہ نہ لیا جا سکے اور ایک بار پھر کمرے میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ ٹائیگر نے اندھیرا ہوتے ہی ایک بار پھر اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور تقریباً اڑتا ہوا اس کونے کی طرف چلا گیا۔ جہاں موجود آدمی کو اس

نے پہلی بار نشانہ بنایا تھا۔ چھلانگ لگانے کے بعد نیچے گرنے میں اس نے حتی الوسع کوشش کی کہ اس کے گرنے سے کم سے کم آواز پیدا ہو تاکہ باقی تین حملہ آوروں کو اس کی صحیح پوزیشن کا علم نہ ہو سکے اس کی اس کوشش میں حملہ آوروں نے بھی خاصا کردار ادا کیا کیونکہ جیسے ہی اس کے پیر زمین پر لگے اسی لمحے بیک وقت تین دھماکے ہوئے اور ان دھماکوں میں اس کے گرنے سے جو آواز پیدا ہوئی تھی وہ بھی دب گئی تھی۔ اور گولیاں تو ظاہر ہے اسی جگہ کا نشانہ لے کر چلائی گئی تھیں۔ جو وہ ایک لمحہ پہلے ہی چھوڑ چکا تھا۔ اس لئے ٹائیگر ان کی زد میں کیسے آسکتا تھا۔

اب ٹائیگر ٹھیک اس جگہ کھڑا تھا۔ جہاں اس کے قدموں میں ایک حملہ آور کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ٹائیگر کو یقین تھا کہ تینوں حملہ آور بھی اس دوران اپنی جگہ بدل چکے ہوں گے۔ وہ گھپ اندھیرے میں ریوالوروں سے نکلنے والے شعلوں سے ان کی جگہ کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ اس سچویشن میں گولی چلانے والا فائر کرنے کے بعد کبھی بھی ایک لمحے کیلئے اسی جگہ پر موجود نہیں رہ سکتا۔ یہ تو لڑائی کا ابتدائی سبق تھا۔ اور ایک اچھا لڑاکا اس ابتدائی سبق کو کیسے نظر انداز کر سکتا تھا۔

ٹائیگر خاموش کھڑا تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ میں موجود تھا اور وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ تینوں حملہ آور اس وقت کہاں موجود ہیں۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ ان تینوں حملہ آوروں کو ایک ہی ہلے میں تین فائر کر کے ختم کر دے۔ کیونکہ اسے احساس تھا کہ جتنے آدمی کم ہوتے جا رہے تھے اتنی ہی لڑائی زیادہ خطرناک ہوتی جا رہی تھی۔ کیونکہ اب وہ آسانی سے نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ وہ اس معاملے کو جتنی جلدی ہو

سکے ختم کرنا چاہتا تھا۔ اب اس کی آنکھیں اندھیرے میں بخوبی دیکھ رہی تھی۔ اور پھر اس کی تیز نظروں نے ایک حملہ آور کی پوزیشن کو بھانپ لیا۔ جب کہ باقی دو ابھی تک محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ ٹائیگر نے اپنا ہاتھ ممکن حد تک لمبا کیا اور پھر ریوالور کا رخ اس حملہ آور کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ اس انداز میں کسی کا صحیح نشانہ لینا۔ نشانہ بازی کا سب سے مشکل مرحلہ تھا۔ مگر ٹائیگر کو اپنے نشانے پر مکمل اعتماد تھا۔ اس لئے جیسے ہی اس نے ٹریگر دبایا۔ اس کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور اسی حملہ آور کی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ ٹائیگر نے بڑی پھرتی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس کے ریوالور سے شعلہ نکلتے ہی کمرے میں دو اور شعلے چمکے اور دونوں گولیاں ٹھیک اسی جگہ آکر ایک دوسرے سے ٹکرا گئیں۔ جہاں ایک لمحہ پہلے اس کا ریوالور موجود تھا۔ اس کے مقابل بھی قابل فخر نشانہ باز تھے لیکن شاید ان کے ستارے ہی گردش میں تھے۔ کیونکہ وہ ٹائیگر کے اس معمولی سے ڈاج میں آچکے تھے۔

ان کے ریوالوروں سے شعلے نکلتے ہی ٹائیگر نے بڑی تیزی سے دوبارہ ٹریگر دبایا۔ اور پلک جھپکنے میں وہ باقی دو کو بھی نشانہ بنا چکا تھا۔ کیونکہ ان دونوں کی چیخیں بھی اس کے کانوں نے سن لی تھیں۔ اس کے باوجود وہ فائرنگ کے فوراً بعد اپنی جگہ غیر محسوس انداز میں تبدیل کر چکا تھا کیونکہ یہ چیخیں بھی ڈاج دینے کے لئے ماری جا سکتی تھیں۔ چند لمحوں تک خاموشی رہی اور پھر یکدم کمرے میں ایک بار پھر روشنی کا سیلاب آگیا۔

ٹائیگر تیزی سے فرش پر کروٹ بدل گیا۔ مگر چند لمحوں بعد ہی اسے احساس ہو گیا کہ وہ ان چھ حملہ آوروں کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو چکا ہے کیونکہ کمرے میں ان چھ کی لاشیں پڑی صاف نظر آ رہی تھیں ٹائیگر نے ایک طویل

سانس لی اور اس کے تنے ہوئے اعصاب قدرے ڈھیلے پڑ گئے۔ کیونکہ یہ جان لیوا جنگ اس کی زندگی کی سب سے خطرناک جنگ تھی۔ اور وہ ایک بھی گولی ضائع کئے بغیر اس میں سرخرو ہو چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ابھی ریوالور میں سات گولیاں باقی موجود ہیں اسی لئے اسے احساس تھا کہ ابھی یہ جان لیوا امتحان ختم نہیں ہوا۔ مگر کم از کم ڈرامے کا ایک سین تو ڈراپ ہو ہی چکا تھا۔ اور ٹائیگر آئندہ سین کے لئے بھی تیار تھا۔ اس کی تیز نظریں کمرے میں چاروں طرف گھوم رہی تھیں اور محاورے کے مطابق وہ اس وقت اپنے سائے تک سے چوکنا تھا۔

اچانک اس نے دیکھا کہ کمرے کی وہ دیوار جس کے مقابل وہ کھڑا تھا۔ تیزی سے دائیں بائیں سمٹتی چلی گئی اور اب کمرے کی دوسری طرف اسے ایک ہجوم سا نظر آیا۔ جس کے درمیان میں ایک لکڑی کا مجسمہ موجود تھا جس کا قد باقی ہجوم کے قدوں سے اوسطاً چند انچ بڑا تھا۔ اور وہ مجسمہ مسلسل ادھر ادھر ہل رہا تھا۔ ہجوم جیتے جاگتے آدمیوں کا تھا۔ اور دیوار ہٹتے ہی بے شمار آدمی ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے اس کی طرف انڈ پڑے ٹائیگر ایک لمحے کے لئے یہ منظر دیکھ کر بوکھلا گیا۔ کیونکہ اس کے ریوالور میں تو سات گولیاں تھیں اور اس کی طرف جو مسلح آدمی دوڑے چلے آ رہے تھے ان کی تعداد کم از کم پچاس سے زیادہ ہی ہو گی اور ان سب کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے وہ کسی بھی لمحے ٹائیگر پر گولیاں چلانے ہی والے ہیں۔ ٹائیگر زیادہ سے زیادہ ان میں سے سات کو ختم کر سکتا تھا وہ سوچنے لگا کہ یہ کیسا امتحان ہے۔ یہ تو صریحاً خودکشی ہے۔ اچانک اس کے کان میں ایک سرگوشی سی ابھری۔

"ٹائیگر جلدی کرو تم نے اس پتلے کی کھوپڑی کو نشانہ بنانا ہے اور

اپنے آپ کو بھی بچاؤ۔"

سرگوشی کرنے والے کا لہجہ جیکال کا تھا۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ یہ بھی اس کی آزمائش کی ایک کڑی ہے کہ آیا وہ ہجوم میں موجود کسی آدمی کو اتنے خطرے کے دوران صحیح طور پر نشانہ بنا سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ٹارگٹ کا اندازہ ہوتے ہی ٹائیگر نے ریوالور سیدھا کیا اور اسی لمحے اس کی طرف دوڑ کر آنے والے حملہ آوروں نے بھی ریوالوروں سے اس پر فائر کھول دیئے۔ بلا مبالغہ بیسیوں گولیاں بیک وقت موت بن کر اس کی طرف لپکیں اور چونکہ وہ مختلف سمتوں سے چلائی گئی تھیں اس لئے ٹائیگر کے بچنے کی بظاہر کوئی بھی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔

اپنی طرف لپکتی ہوئی گولیوں کی اس بارش کے باوجود ٹائیگر نے اپنے حواس بجا رکھے اور اس نے بڑی پھرتی سے ناچتے ہوئے مجسمے کے سر کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ اور پھر پلک جھپکنے میں وہ اس تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا جیسے اس کے پیروں میں طاقت ور سپرنگ لگ گئے ہوں کھڑے کھڑے اس کا یہ جمپ تقریباً اس کے قد سے بھی اونچا تھا۔

چنانچہ جب وہ دوبارہ نیچے گرا تو اس وقفے کے دوران بیسیوں گولیاں اس جمپ سے پیدا ہونے والے خلا میں تیر گئیں۔ نیچے گرتے ہی ٹائیگر نے بڑی پھرتی سے پیروں کو اس انداز میں جھٹکا دیا کہ اس کا جسم راؤنڈ ہو کر کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح پہلے چند فٹ دائیں طرف گیا اور پھر خود بخود ٹرن کر کے بائیں طرف کئی فٹ دور تک چلا گیا۔ اس راؤنڈ سے ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے ٹائیگر کسی سرکس میں کوئی شعبدہ دکھا رہا ہو۔ بائیں کونے میں پہنچتے ہی وہ جیسے ہی رکا اس نے دیکھا کہ

اب دوڑنے والے رک گئے تھے اور ہجوم کے درمیان میں موجود مجسمہ زمین پر پڑا تھا۔ اس کے سر میں گولی کا نشان صاف نظر آ رہا تھا۔ اسی لمحے سائیں کی آواز سے کمرے کی دیوار دوبارہ برابر ہوگئی۔ اور وہ ہجوم اور حملہ آور دیوار کی دوسری طرف رہ گئے تھے۔ ٹائیگر نے طویل سانس لی وہ ایک اور امتحان میں بھی سرخرو ہو چکا تھا۔ اور ابھی تک اس کے ریوالور میں چھ گولیاں موجود تھیں۔ ٹائیگر سوچنے لگا۔ کہ یہ امتحان تو شیطان کی آنت کی طرح طویل ہوتا جا رہا ہے۔ نجانے کب یہ چھ گولیاں بھی ختم ہوں اور کب اس صبر آزما امتحان سے اس کی جان چھوٹے مگر دوسرے لمحے کمرے کا ایک دروازہ کھلا اور ٹائیگر نے ریوالور کا رخ ادھر کر لیا۔ وہ ٹریگر دبانے ہی والا تھا۔ کہ اس نے جیکال کو اندر آتے دیکھا۔ اس نے ٹریگر پر چلنے والی انگلی کو ٹریگر دبانے سے روک لیا۔ جیکال مسکرا رہا تھا۔

"گولی مت چلانا۔ ٹائیگر تمہارا امتحان ختم ہو چکا ہے۔ واقعی تم قابل فخر نشانہ باز ہو"

جیکال نے ہاتھ کے اشارے سے اسے گولی چلانے سے منع کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ جیکال مگر ابھی میرے ریوالور میں چھ گولیاں موجود ہیں"

ٹائیگر نے جواب دیا۔

"یہی تو قابلِ فخر بات ہے کہ تمہاری ایک گولی بھی ضائع نہیں ہوئی ورنہ تم جانتے ہو کہ اگر تمہاری چھ سات گولیاں ضائع ہو چکی ہوتیں تو اس وقت تم اس دنیا میں موجود نہ ہوتے۔ جبکہ اس خطرناک امتحان میں چھ سات تو ایک طرف رہیں دس بارہ گولیاں ضائع ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں تھی"

جیکال نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور ٹائیگر مسکرا دیا۔

اسے خوشی اس بات پر تھی کہ اس نے نہ صرف اپنی جان بچا لی تھی۔ بلکہ اب وہ اس انتہائی خطرناک تنظیم کا اعتماد بھی جیت چکا تھا۔ جیکال نے اس کے ہاتھ سے ریوالور لے لیا اور اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

جونی کو ختم کرنے کے بعد بلیک زیرو نے میک اپ روم میں جا کر اپنے آپ پر جونی کا سپیشل میک اپ کیا اور پھر اس کا اترا ہوا لباس پہن لیا۔ کپڑے اسے فٹ آ گئے تھے۔ کیونکہ قدوقامت کے لحاظ سے وہ جونی سے مشابہ تھا جونی کا میک اپ کرنے کے بعد وہ دانش منزل سے باہر نکلا اور پھر ٹیکسی کر کے وہ سیدھا چیف کالونی کے بنگلہ نمبر ایک سو بارہ پہنچ گیا۔ اس نے ٹیکسی بنگلے سے ایک چوک پہلے ہی رکوا دی تھی۔ اور پھر خود پیدل چل کر بنگلے کے گیٹ تک پہنچا۔ بنگلے کے گیٹ پر ایک چوکیدار بیٹھا ہوا تھا۔ جونی کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بلیک زیرو کو اس کی نظروں میں شناسائی کی جھلک دکھائی دے گئی تھی۔ اس لئے وہ مطمئن ہو گیا تھا۔

"کوڈ" چوکیدار نے جونی کے قریب آ کر سرگوشیانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاراکاری" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تمہارا نمبر" چوکیدار نے دوسرا سوال کیا۔

"نمبر تیرہ گینگ دو" بلیک زیرو نے جونی سے معلوم کیا ہوا نمبر بتلا دیا۔

ویسے وہ محتاط بھی تھا۔ کیونکہ ہو سکتا تھا۔ کہ جونی نے اسے غلط نمبر بتلا دیا ہو مگر اس کا نمبر سنتے ہی چوکیدار کے چہرے پر اطمینان کے آثار پیدا ہوئے اور اس نے بلیک زیرو کو باقاعدہ سلام کیا اور ایک بٹن دبا کر کوٹھی کا گیٹ کھول دیا بلیک زیرو گیٹ کھلتے ہی تیز تیز قدم اٹھاتا اندر چلا گیا۔

جیسے ہی وہ کوٹھی کے پورچ تک پہنچا۔ اچانک برآمدے سے ایک آدمی جس نے ہاتھ میں مشین گن پکڑی ہوئی تھی اچھل کر اس کے سامنے آیا۔ اور اس نے مشین گن کی نال بلیک زیرو کے سینے پر رکھتے ہوئے بڑے خونخوار لہجے میں کہا۔

"کون ہو تم اور یہاں کیوں آئے ہو۔"

"پرسنل نمبر تیرہ گینگ ڈو۔ ایمر جنسی"۔ بلیک زیرو نے چونکے بغیر بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ حرکت بھی کوڈ کا ہی ایک حصہ تھی۔

"او کے۔ سیدھے باس کے پاس جاؤ۔" اس آدمی نے مشین گن اس کے سینے سے ہٹاتے ہوئے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

بلیک زیرو سر ہلاتے ہوئے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

سامنے ایک بند دروازہ تھا۔ بلیک زیرو نے بند دروازے پر مخصوص انداز میں تین بار دستک دی اور دوسرے لمحے دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا بلیک زیرو اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس کا اور کوئی دروازہ نہیں تھا۔ اور اس کے اندر داخل ہوتے ہی وہ دروازہ بھی خود بخود بند ہو چکا تھا۔ بلیک زیرو کمرے میں رکے بغیر آگے بڑھا اور پھر اس نے سوئچ بورڈ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دائیں طرف کھسکا دیا۔ اب سوئچ

بورڈ کے نیچے دیوار میں ایک سوراخ نمودار ہو گیا تھا۔ بلیک زیرو نے اس میں ہاتھ ڈالا اور اس میں موجود ایک چابی نکالی۔ چابی نکال کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے اس کے آٹومیٹک لاک میں چابی ڈالی اور پھر اسے دو بار دائیں طرف تین بار بائیں طرف اور پھر ایک بار دائیں طرف گھمایا۔ آخری بار گھومتے ہی ایک کھٹک کی آواز سنائی دی اور پھر کمرے کے مقابل کی دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ بلیک زیرو نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے چابی لاک سے باہر نکالی اور اسے دوبارہ خلا میں ڈال کر سوئچ بورڈ برابر کر دیا۔ اور خود سامنے والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کہ مجرموں نے داخلے کے لئے بڑا پیچیدہ نظام بنایا ہوا ہے۔ اتنے پیچیدہ نظام میں ناواقف آدمی کا کہیں نہ کہیں پکڑا جانا لازمی بات تھی۔ اور اب تک بلیک زیرو دل ہی دل میں جونی کی سچائی کا اقرار کر رہا تھا کہ اس نے سب کچھ صحیح صحیح بتلا دیا تھا۔ ورنہ وہ اسے ڈاج دے سکتا تھا اور ظاہر ہے بلیک زیرو کا پکڑا جانا لازمی امر تھا۔ دروازے سے اوپر کی طرف سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ بلیک زیرو تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ سیڑھیوں کا اختتام موڑ مڑتے ہی ایک بند دروازے پر ہوا۔ دروازے کے اوپر سرخ بلب جل رہا تھا۔ جیسے ہی وہ دروازے پر رکا۔ اچانک دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اور ایک مسلح آدمی آگے بڑھا۔

"آؤ جونی۔ اسسٹنٹ باس نے تمہیں سکرین پر چیک کر لیا ہے"۔ اس آدمی نے بلیک زیرو سے کہا اور بلیک زیرو مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ مسلح آدمی اس کے ساتھ تھا۔ ایک بند دروازہ پر مسلح آدمی نے دستک دی۔

"جونی کو اندر بھیج دو" ایک گونجدار آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔ بلیک زیرو اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا۔ جس میں چاروں طرف سکرینیں فٹ تھیں۔ چار مسلح آدمی برین گنیں اٹھائے ایک طرف کھڑے تھے۔ اور درمیان میں ایک بہت بڑی میز کے پیچھے ایک غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر گمبھیر سنجیدگی طاری تھی۔ سوائے ایک بڑی سکرین کے باقی تمام سکرینیں تاریک تھیں۔ اس بڑی سکرین پر ایک ہال کا منظر نظر آ رہا تھا۔ بلیک زیرو نے ایک لمحے کے لئے اس سکرین پر نظریں ڈالیں اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ مگر اپنی موجودہ پوزیشن کا احساس کرتے ہی اس نے اپنے آپ پر فوری طور پر قابو پا لیا۔ ہال میں گول ستونوں سے پوری سیکرٹ سروس رسیوں سے بندھی ہوئی تھی۔ دیوار کے ساتھ تقریباً بیس مشین گن بردار کھڑے تھے اور دو غیر ملکی عمران کے سامنے کھڑے تھے۔

"جونی تم ہیڈ کوارٹر سے کیسے بھاگے۔ کار کہاں ہے۔" اسسٹنٹ باس نے جونی سے مخاطب ہو کر قدرے سخت لہجے میں پوچھا۔

"باس جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک کمرے میں بند تھا اور ایک نقاب پوش مجھے گھور رہا تھا۔ اس نقاب پوش نے اپنے آپ کو ایکسٹو بتلایا۔"

بلیک زیرو نے اپنی کہانی بیان کرنی شروع کر دی۔

"کیا کہا ایکس ٹو۔ ایکسٹو اس عمارت میں موجود تھا۔ میز پر بیٹھا ہوا اسسٹنٹ باس ایکسٹو کا نام سنتے ہی اچھل پڑا۔

"جی ہاں باس اس نے اپنے آپ کو ایکسٹو ہی بتلایا تھا میں مطمئن تھا کہ ہماری ریڈیو ویژن کار بھی موجود ہو گی۔ اس لئے کسی بھی لمحے گینگ اس

عمارت پر حملہ کر دے گا۔ مگر جب ایکسٹو نے بتلایا کہ ریڈیو ویژن کا نظام انہوں نے تباہ کر دیا ہے تو میں نے فرار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ایکس ٹو نے مجھے راز اگلنے کی بڑی دھمکیاں دیں۔ مگر میں خاموش رہا پھر وہ مجھے دھمکیاں دے کر کمرے سے چلے گئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ تالا کھولنے میں مجھ سے بڑا ماہر کون ہو گا۔ میں نے دروازے کا آٹومیٹک لاک کھولا اور عمارت سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں سے سیدھا یہاں آ رہا ہوں۔"

بلیک زیرو نے مختصر لفظوں میں تفصیل بتلائی۔

"جونی تمہارا بیان مشکوک ہے۔ سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر سے یوں آسانی سے فرار ہو جانا ہی تمہارے بیان کو مشکوک بناتا ہے۔"

اسسٹنٹ باس جو اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کا بیان ختم ہونے کے بعد بولا۔

"باس آپ یقین کریں۔ میں وہاں سے فرار ہو کر آیا ہوں۔"

جونی نے اپنے بیان پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں چیکنگ روم میں بھیج دیتا ہوں تاکہ ہمارا شک دور ہو جائے۔"

اسسٹنٹ باس نے اس کی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تیار ہوں باس۔"

بلیک زیرو نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔ اسے اپنے میک اپ پر پورا بھروسہ تھا۔

باس نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور پھر بلیک زیرو اس آدمی کے

ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے اٹھتے ہوئے سکرین پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی۔ ایک لمحے کے لئے وہ پھر چونک پڑا کیونکہ اس نے دیکھا کہ تنویر کی رسیاں کھولی جا رہی تھیں۔ اس کمرے سے نکلنے کے بعد وہ دونوں مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے۔ جس میں بے شمار مشینیں موجود تھیں۔ اور ایک غیر ملکی بھی موجود تھا۔ بلیک زیرو کے ساتھ آنے والے نے اس غیر ملکی کو جونی کی چیکنگ کا حکم سنایا۔ اور غیر ملکی نے مسکراتے ہوئے جونی کو ایک نظر دیکھا اور پھر اسے ایک بڑی مشین پر بیٹھنے کا حکم دیا۔

بلیک زیرو بڑے اطمینان سے چلتا ہوا اس مشین پر بیٹھ گیا۔ ساتھ آنے والا آدمی بلیک زیرو کو چھوڑ کر واپس جا چکا تھا۔ اب کمرے میں صرف غیر ملکی باقی رہ گیا تھا۔ بلیک زیرو کے مشین پر بیٹھنے کے بعد غیر ملکی نے مشین کا بٹن دبایا اور بلیک زیرو کے پورے جسم پر شیشے کا ایک غلاف چڑھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی سامنے ایک بڑی سی سکرین روشن ہو گئی۔ غیر ملکی نے بلیک زیرو کی طرف بغور دیکھتے ہوئے مشین کا ایک اور بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے سکرین پر روشنی کی لکیریں تیزی سے ابھرنے اور مٹنے لگیں کافی دیر تک سکرین پر لکیروں کا جال بنتا اور مٹتا رہا۔ پھر سکرین دوبارہ صاف ہو گئی۔ غیر ملکی نے آگے بڑھ کر سکرین کے نیچے لگی ہوئی ایک مشین کا بٹن دبایا اور پھر ایک کارڈ اس میں سے باہر نکل آیا۔ کارڈ پر نظر ڈالتے ہی غیر ملکی بری طرح چونک پڑا۔ اس نے تیزی سے گھوم کر بلیک زیرو کی طرف دیکھا اس کی نظروں سے غصے کی شعاعیں نکل رہی تھیں اور بلیک زیرو سمجھ گیا کہ اس کا راز فاش ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے مشین میں صرف میک اپ

ہی چیک نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ اور علامات بھی چیک کی گئی ہوں۔ کیونکہ شیشے کا غلاف صرف اس کے منہ پر آنے کی بجائے پورے جسم کے گرد چڑھایا گیا تھا۔

لیکن اب بلیک زیرو بے بس ہو چکا تھا۔ کیونکہ شیشے کے غلاف نے اسے حرکت کرنے سے بھی معذور کر رکھا تھا۔ بلیک زیرو کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔

غیر ملکی قدم بہ قدم بلیک زیرو کی طرف آیا۔ وہ چند لمحوں تک بغور بلیک زیرو کو دیکھتا رہا۔ مگر بلیک زیرو نے اپنی آنکھوں کو سپاٹ ہی رکھا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی چیکنگ کا کوئی نفسیاتی طریقہ ہو۔ اچانک غیر ملکی نے مشین کا ایک بٹن دبایا۔ اور پھر کہنے لگا۔

"کیا تم واقعی جونی ہو نمبر تیرہ"۔

بٹن دبتے ہی بلیک زیرو کو اس کی آواز صاف سنائی دینے لگی تھی۔

"یس آپ کو کوئی شک ہے"۔ بلیک زیرو نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ تم جونی نہیں ہو۔ ہمارا جدید ترین کمپیوٹر تمہیں پہچان چکا ہے اور اب تمہاری موت ناگزیر ہو چکی ہے"۔

غیر ملکی نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"کوئی غلطی ہو گئی ہو گی میں تو جونی ہی ہوں۔ آپ ایک بار پھر چیک کر کے تسلی کر لیں"۔

بلیک زیرو نے ایک بار پھر اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔ اس کے اطمینان نے غیر ملکی کو بھی شش و پنج میں ڈال دیا وہ چند لمحوں تک کچھ

سوچتا رہا پھر اس نے یوں کندھے اچکائے جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گیا ہو۔

"ٹھیک ہے مسٹر جونی میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو نمبر ایک مشین میں چیک کیا جائے نمبر ایک مشین کے چیک اپ کے بعد آپ کا قطعی نتیجہ معلوم ہو جائے گا"۔

غیر ملکی نے یوں کہا جیسے نمبر ایک مشین کا فیصلہ کسی صورت میں غلط نہیں ہو سکتا۔

"میں تیار ہوں آپ بے شک اپنا مکمل اطمینان کر لیں"۔ بلیک زیرو نے اسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

اور غیر ملکی نے شیشے کا غلاف ہٹانے والا بٹن دبا دیا۔

"اس کیبن میں چلیں مسٹر جونی"۔ غیر ملکی نے غلاف ہٹاتے ہی جیب سے ریوالور نکال کر اسے کور کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

بلیک زیرو مشین سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے مسکراتی نظروں سے ریوالور کو دیکھا اور پھر غیر ملکی سے مخاطب ہو کر بولا۔

"اس کی کیا ضرورت تھی میں غلط آدمی نہیں ہوں"۔

"تم کیبن میں چلو فیصلہ وہیں ہو گا۔ اگر تم صحیح ہوئے تو میں اس کے لئے تم سے معافی مانگ لوں گا"۔ غیر ملکی نے جواب دیا۔

اور بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا کیبن کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر اب وہ اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا۔ کہ اس سنہرے موقع سے فائدہ نہ اٹھاتا اور کیبن میں داخل ہو کر اپنی موت کو اپنے پر لازم کر لیتا۔ اس نے دو قدم بڑھائے اور پھر اچانک اس تیزی سے پلٹا اور غیر ملکی کے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا۔ ریوالور غیر ملکی کے ہاتھ سے نکل جانے کے باوجود وہ آنکھیں پھاڑے

سکتے کے عالم میں کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ شاید اس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ بلیک زیرو اتنی پھرتی کا مظاہرہ کرے گا۔

بلیک زیرو نے ریوالور ایک ہاتھ میں پکڑتے ہی دوسرے ہاتھ سے کھڑی ہتھیلی کا وار پوری قوت سے غیر ملکی کی گردن پر کیا کہ ایک ہی وار میں غیر ملکی کی گردن ــــــ کی ہڈی چٹ کی آواز پیدا کرتی ہوئی ٹوٹ گئی اور غیر ملکی فرش پر گر گیا۔

چند لمحے تڑپا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔ بلیک زیرو نے ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اب ہیڈ کوارٹر پر براہ راست حملے کا وقت آ گیا تھا۔ کیونکہ کسی بھی لمحے اس کا راز فاش ہو سکتا تھا۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ اس نے پوری سیکرٹ سروس کو ہال میں بندھا ہوا دیکھ لیا تھا۔ وہ جلد از جلد یہ دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ حالات کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آپریشن روم کی طرف بڑھنے لگا۔ آتے وقت چونکہ وہ راستہ دیکھ چکا تھا۔ اس لئے اسے آپریشن روم تک جانے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ مگر آپریشن روم کے قریب پہنچتے ہی وہ چونک پڑا کیونکہ اس نے آپریشن روم میں ایک افراتفری کا عالم دیکھا۔ مسلح افراد بڑی تیزی سے راہداریوں میں بھاگتے ہوئے آ جا رہے تھے۔ بلیک زیرو تیزی سے آپریشن روم میں داخل ہو گیا۔ اسے احساس ہو گیا تھا۔ کہ حالات کوئی نازک کروٹ لے چکے ہیں۔ آپریشن روم کی یہ پوزیشن تھی کہ باس میز پر ٹرانسمیٹر رکھے تیزی سے اس کے مختلف بٹن دبا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

آپریشن روم میں موجود تمام افراد کے چہرے زرد تھے۔ کسی نے بھی

بلیک زیرو کی آمد پر توجہ نہیں دی۔

بلیک زیرو نے سکرین کی طرف دیکھا مگر سکرین بالکل تاریک تھی۔

"کیا ہوا باس کیا ہوا"۔ بلیک زیرو نے بھی پریشان لہجے میں باس سے پوچھا۔

"اوہ جونی غضب ہو گیا۔ سیکرٹ سروس کے ممبران نے چیف باس اور باس ٹام کو قتل کر دیا اور ہال میں موجود تمام افراد کو ختم کر دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ویژن کنٹرول بھی ختم کر دیا ہے"۔

اسسٹنٹ باس نے جونی کو دیکھ کر تیز لہجے میں کہا۔

اسے شاید پریشانی میں یہ یاد بھی نہ رہا تھا کہ ابھی جونی کے متعلق چیکنگ روم سے کوئی رپورٹ نہیں ملی۔

"یہ تو بہت برا ہوا باس اب کیا ہو گا"۔

بلیک زیرو نے پہلے سے زیادہ پریشان لہجے میں کہا اس طرح وہ ان کے آئندہ اقدام کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔

"فی الحال میں نے ہال کا کنٹرولنگ سسٹم جام کر دیا ہے۔ گریٹ باس سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ اسسٹنٹ باس نے کہا اور اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ اسسٹنٹ باس نے چونک کر ایک بٹن دبایا اور پھر تیز لہجے میں کہنے لگا۔

"ہیلو اسسٹنٹ باس نمبر الیون گینگ نمبر ۲۔ کوڈ ہاراکاری اوور"۔

"گریٹ باس سپیکنگ رپورٹ اوور"۔

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

"باس یہاں غضب ہو گیا ہے۔ ہم نے سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کو

گرفتار کر کے بڑے ہال میں ستونوں سے باندھ دیا تھا۔

باس ٹام نے چیف باس کو ان سے بات چیت کے لئے بلایا۔ مگر انہوں نے چیف باس اور ٹام کو ختم کر کے ہال میں موجود تقریباً بیس آدمیوں کو بھی مار ڈالا ہے اور اس وقت ہال ان کے قبضے میں ہے انہوں نے ویژن کنٹرول بھی تباہ کر دیا ہے۔ میں نے فی الحال ہال کا کنٹرولنگ سسٹم جام کر دیا ہے اب آپ کے مزید احکامات کا منتظر ہوں اوور"۔

اسسٹنٹ باس نے گریٹ باس کو تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ بہت برا ہوا۔ بہر حال سیکرٹ سروس کی گرفتاری بھی ہمارے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ تم انہیں کسی طرح قتل کرنے یا گرفتار کرنے کی کوشش کرو اوور"۔ دوسری طرف سے گریٹ باس نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"باس وہ لوگ بیحد چالاک ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر وہ ہال سے باہر نکل گئے۔ تو وہ خود ختم ہونے کی بجائے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیں گے۔ اوور"

اسسٹنٹ باس نے لرزتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا ایکسٹو بھی ان میں شامل ہے اوور"۔

دوسری طرف سے گریٹ باس نے سوال کیا۔

"ایکسٹو اوہ سر ہم نے ایکسٹو اور سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کا بھی پتہ چلا لیا ہے۔ اگر یہ صورت حال پیش نہ آتی تو ہم اب تک سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر چکے ہوتے۔ اوور"۔

اسسٹنٹ باس نے چونک کر بلیک زیرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے پھر ایسا کرو تم سب باہر نکل جاؤ اور ہیڈ کوارٹر کو ڈائنامنٹ

سے اُڑا دو۔ اس طرح سیکرٹ سروس ختم ہو جائے گی۔ یہاں سے جا کر تم ہیڈ کوارٹر نمبر ون پر رپورٹ کرو۔ تمہاری رپورٹ کی روشنی میں ہم خود سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کریں گے۔ اوور اینڈ آل۔"

گریٹ باس نے فیصلہ سنا دیا۔ اس نے سیکرٹ سروس کو ختم کرنے کے لئے اپنے ایک ہیڈ کوارٹر کی تباہی منظور کر لی تھی۔

اسسٹنٹ باس نے بات ختم ہوتے ہی ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا اور پھر سر اٹھا کر کمرے میں موجود لوگوں کو احکامات دینے لگا۔ "تمام لوگوں کو باہر نکلنے کے آرڈر دے دو۔ میں ڈائنا منٹ کے ساتھ ٹائم بم فٹ کر دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ایک مشین کی طرف بڑھنے لگا۔

مگر بلیک زیرو کس طرح اپنے ساتھیوں کی تباہی کو گوارا کر لیتا۔ اس نے اچانک اپنے ساتھ کھڑے آدمی کی برین گن پر ہاتھ ڈال دیا۔ دوسرے لمحے برین گن اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا۔ بلیک زیرو کی برین گن نے قہقہے لگانے شروع کر دیئے۔ برین گن کی گولیوں کا پہلا نشانہ اسسٹنٹ باس بنا اور پھر اس سے پہلے کہ باقی افراد سنبھلتے موت ان کے سروں پہ ناچنے لگی۔ ریٹ ریٹ کی آوازیں چند لمحوں تک مسلسل بلند ہوتی رہیں اور چند لمحوں بعد آپریشن روم میں موجود تقریباً چھ مسلح افراد اسسٹنٹ باس سمیت فرش پہ پڑے تڑپ رہے تھے۔ ان کے ختم ہوتے ہی بلیک زیرو نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر جیب سے نقاب نکال کر اس نے بڑی تیزی سے اسے اپنے چہرے پر چڑھا لیا اور پھر اس نے برین گن اٹھائی اور آپریشن روم سے باہر نکل آیا۔ تقریباً دس منٹ

بعد وہ ہیڈ کوارٹر میں موجود تقریباً بیس اور افراد کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ بلیک زیرو اس وقت مکمل درندہ بنا ہوا تھا۔ جو بھی اس کی برین گن کے سامنے آیا۔ موت کے گھاٹ اتر گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کی تباہی کی ایک فیصد گنجائش بھی باقی نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اب ہیڈ کوارٹر میں مجرموں کا کوئی فرد زندہ نہیں باقی بچا تو اس نے اپنے ساتھیوں کی رہائی کے متعلق سوچنا شروع کیا۔ مگر اس کے ساتھ پرابلم یہ تھا کہ اسے ہال کا راستہ معلوم نہیں تھا۔ اور نہ ہی اسے یہ معلوم تھا کہ ہال کنٹرولنگ سسٹم کہاں ہے۔ مگر ابھی اس نے ایک مہرہ باقی رہنے دیا تھا۔ اس نے چہرہ سے نقاب اتارا اور پھر کوٹھی کے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا۔

اس نے دور سے چوکیدار کو آواز دی اور اسے برآمدے میں آنے کے لئے کہا۔ اس کی آواز سنتے ہی چوکیدار تقریباً بھاگتا ہوا برآمدے تک آنے لگا۔

"کیا بات ہے سر" چوکیدار نے سوال کیا۔

"تمہیں باس نے بلایا ہے۔"

بلیک زیرو نے اس سے کہا اور چوکیدار حیرت سے آگے بڑھنے لگا۔ اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ اسے شاید خطرہ تھا۔ کہ باس کے پاس طلبی ضرور اس کے کسی قصور کی وجہ سے ہوئی ہو گی۔ مگر قہر درویش بر جان درویش اسے جانا تو تھا ہی۔

"یہ اندر فائرنگ کی آوازیں کیسی آ رہی تھیں" چوکیدار نے آگے بڑھتے بڑھتے بلیک زیرو سے سوال کیا۔ اس نے شاید گیٹ پر بیٹھے آوازیں سنی تھیں"

"مجرموں کو سزا دی جا رہی تھی۔"

بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے ذو معنی جواب دیا اور چوکیدار بھی جواب میں

مسکرا کر کہنے لگا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا سر اس لیے میں نے توجہ نہیں کی تھی۔"

"اچھا کیا مگر اب جلدی چلو۔"

بلیک زیرو نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔ اور پھر وہ اسے راہداریوں میں سے گزارتا ہوا آپریشن روم تک لے آیا۔ ان راہداریوں میں کہیں بھی کوئی لاشیں موجود نہیں تھی اس لیے چوکیدار کو آپریشن روم تک اصل صورت حال کا اندازہ نہ ہو سکا۔ مگر جیسے ہی وہ آپریشن روم میں داخل ہوا۔ حیرت سے اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ وہ تیزی سے بلیک زیرو کی طرف مڑا بلیک زیرو نے برین گن کی نال اس کے سینے سے ٹکا دی اور چوکیدار خوف سے کانپنے لگا۔

"مم۔ مم۔ مجھے معاف کر دو میں بے قصور ہوں۔" اس نے خوف کی زیادتی سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے زندہ رہنے کی صرف ایک صورت ہے کہ تم یہ بتلا دو کہ بڑا ہال کہاں ہے اور اس کا کنٹرولنگ سسٹم کدھر ہے۔"

بلیک زیرو نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔

"مم۔ مگر میں تو صرف چوکیدار ہوں جناب۔ مجھے بھلا کیا معلوم کہ ہال کدھر ہے اور کنٹرولنگ سسٹم کدھر ہے۔" چوکیدار نے کانپتے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور اس کی بات بھی اپنی جگہ صحیح تھی۔ مگر بلیک زیرو اس کے لہجے سے پہلے ہی پہچان چکا تھا۔ کہ چوکیدار غیر ملکی ہے۔ اس نے مقامی چوکیداروں کا میک اپ کیا ہوا ہے۔ کیونکہ ہیڈ کوارٹر کے گیٹ کی نگرانی وہ عام چوکیدار کے سپرد نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے اسے یقین تھا کہ چوکیدار کو ضرور

ہیڈ کوارٹر کے متعلق تمام تفصیلات کا علم ہو گا۔

"ٹھیک ہے پھر تم میرے لئے بیکار ہو اس لئے چھٹی کرو۔" بلیک زیرو نے برین گن کی نال کا دباؤ اس کے سینے پر بڑھاتے ہوئے ٹریگر کی طرف اپنی انگلی بڑھائی۔ بلیک زیرو کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ چوکیدار فوراً بول پڑا۔

"مم۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ شاید معلوم ہو جائے۔" اس کا لہجہ ابھی تک کانپ رہا تھا۔ بلیک زیرو اس کی بات سنتے ہی دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"جلدی بتلاؤ کنٹرولنگ سسٹم کہاں ہے۔"

بلیک زیرو نے سخت لہجے میں اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

اور چوکیدار مڑ کر ایک مشین کی طرف بڑھنے لگا۔ جیسے ہی وہ مشین کی طرف بڑھا۔ بلیک زیرو نے برین گن کا ٹریگر دبا دیا اور برین گن کی نال سے نکلنے والی گولیوں کی بوچھاڑ چوکیدار کے قریب سے گزر کر فرش سے ٹکرائی۔ چوکیدار خوف سے اچھل پڑا۔

"تم مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہو دوست اس لئے میں نے صرف وارننگ دی ہے۔ یہ کنٹرولنگ سسٹم کی مشین نہیں۔ بلکہ ڈائنا میٹ سسٹم ہے۔ بلیک زیرو نے سرد لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ ادھر بلیک زیرو کی بات سنتے ہی چوکیدار کا چہرہ پہلے سے زیادہ زرد پڑ گیا۔ دراصل بلیک زیرو ——— پہلے اسسٹنٹ باس کو اس مشین کی طرف بڑھتے دیکھ چکا تھا۔ اس لئے وہ چوکیدار کا منصوبہ سمجھ گیا تھا۔ وہ اپنی جان دے کر پورا ہیڈ کوارٹر ہی اڑانا چاہتا تھا۔

اس کی بات سن کر چوکیدار چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر وہ مڑ کر اس مشین کے قریب موجود ایک اور مشین کی طرف بڑھنے لگا۔ بلیک زیرو برین

گن اس کی طرف اٹھائے بڑے چوکنے انداز میں کھڑا تھا۔ چوکیدار نے دوسری مشین کی طرف جاتے جاتے اچانک ڈائنامیٹ مشین کی طرف چھلانگ لگا دی اور اس مشین پر لگا ہوا ہینڈل پکڑ کر نیچے کرنا چاہا۔ مگر اس سے پہلے کہ ہینڈل نیچے ہوتا۔ بلیک زیرو کی برین گن سے گولیوں کی تیز بوچھاڑ نکلی۔ اور چوکیدار گولیوں کے زور پر اچھل کر چند فٹ دور جا گرا۔ سیکرٹ سروس آج بال بال بچی تھی۔ اگر بلیک زیرو کو ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو ہیڈ کوارٹر کے ساتھ ساتھ وہ سب بھی تباہ ہو جاتے۔

ہاراکاری کا ممبر اپنے اصول کے مطابق جان پر کھیل چکا تھا۔

اس کے مرنے کے بعد بلیک زیرو خود آگے بڑھا اور پھر اس نے مختلف مشینوں کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ وہ بغور ہر ایک مشین کو دیکھ رہا تھا۔ اور پھر وہ ایک مشین کے سامنے جا کر رک گیا۔ چونکہ وہ دانش منزل کے پیچیدہ ترین سسٹم کو کنٹرول کرتا رہتا تھا۔ اس لئے اسے کسی حد تک اندازہ تھا۔ مگر وہ صرف اندازے پر ہی کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔

کیونکہ اسے علم تھا۔ کہ اندازے کی معمولی سی غلطی پوری سیکرٹ سروس کے خاتمے پر منتج ہو سکتی تھی۔ اس لئے وہ چوکیدار کو پکڑ لایا تھا۔ مگر اب ظاہر ہے سچوئشن ایسی بن گئی تھی کہ اسے اپنے اندازے پر انحصار کرنا پڑ رہا تھا۔ وہ چند لمحوں تک شش و پنج میں مبتلا رہا۔ مگر پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس مشین پر لگا ہوا سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔

اب اس کے سوا اور کوئی صورت بھی تو نہیں تھی۔

بٹن دبتے ہی مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور اس کے ساتھ ہی مشین پر فٹ سکرین روشن ہو گئی۔ اور دوسرے لمحے اس نے دیکھا کہ سکرین پر ایک

راہداری نظر آنے لگی تھی۔ جو ایک دیوار پر ختم ہو رہی تھی۔ اس دیوار کے اوپر ایک سرخ بلب جلنے بجھنے لگا تھا۔

بلیک زیرو نے ایک اور بٹن دبا دیا اور اس کا نتیجہ انتہائی خوشگوار رہا کیونکہ بٹن دبتے ہی دیوار کا ایک مخصوص حصہ اپنی جگہ سے ہٹتا چلا گیا۔ اب وہاں ایک بڑا سا دروازہ نمودار ہو چکا تھا۔ اب مشین پر صرف ایک بٹن باقی رہ گیا تھا۔ بلیک زیرو نے اسے بھی دبا دیا تھا۔ اور سکرین پر موجود دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

بلیک زیرو خاموش کھڑا کھلے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ آیا یہ دروازہ اسی ہال کا ہے۔ جس میں سیکرٹ سروس بند ہے یا یہ کوئی اور دروازہ ہے۔ کہ اچانک اسے دروازے سے مشین گن کی بوچھاڑ آتی نظر آئی اور بلیک زیرو مسکرا دیا۔ اس نے مشین کا بٹن دوبارہ دبا دیا۔ مشین کا بٹن دبتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اور پھر دوسرا بٹن دباتے ہی دیوار بھی برابر ہو گئی۔ بلیک زیرو نے مشین کا مین بٹن بند کیا اور جیب سے نقاب نکال کر چہرے پر چڑھایا اور پھر برین گن ہاتھ میں پکڑے وہ تیزی سے آپریشن روم سے باہر نکل آیا۔ وہ اس راہداری تک کے پہلے موڑ کو پہچان چکا تھا۔ اس لئے سیڑھیاں اترتے ہی وہ اس راہداری تک پہنچ گیا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اس دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دیوار کے قریب پہنچ کر اس نے دیوار کی سائیڈ میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا تو دروازہ ایک بار پھر کھلتا چلا گیا۔ بلیک زیرو دروازہ کھلتے ہی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر اس نے بلند آواز میں ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں پکارا۔

”عمران فائرنگ مت کرنا۔ میں آ رہا ہوں“

اور اس کی آواز کا ردِعمل فوری ہوگیا۔ کیونکہ ہال کے اندر یکدم ایکسٹو کا نعرہ بلند ہوا۔ شاید تمام ممبران خوشی سے اچھل پڑے اور پھر بلیک زیرو تیزی سے دروازے کے اندر داخل ہوگیا۔ سامنے ہی عمران ہاتھ میں مشین گن پکڑے کھڑا تھا۔ اور سیکرٹ سروس کے باقی ممبران بھی مشین گنیں اٹھائے ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ ایکسٹو کو دیکھتے ہی ان کے چہرے مسرت سے سرخ ہو رہے تھے۔

"اطمینان سے باہر نکلو۔ ہیڈ کوارٹر میں اس وقت کوئی آدمی نہیں ہے۔" بلیک زیرو نے انہیں ہال سے باہر چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آدمی نہیں ہے۔ باس ہم آپ کو آدمی نظر نہیں آرہے۔ اسی لئے تو تنویر بے چارہ تنگ ہوتا ہے۔ اگر آپ ایسی باتیں نہ کریں تو آج تنویر مجھ پر فائرنگ نہ کرتا۔" عمران نے بڑے معصوم لہجے میں کہا۔

"یہ فضول باتوں کا موقع نہیں ہے کسی بھی لمحے مجرم ہیڈ کوارٹر کو چیک کرنے آسکتے ہیں۔ اس لئے جلدی سے نکل چلو۔"

بلیک زیرو نے انتہائی سخت لہجے میں سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

"باس اب جاگیرداروں کا دور گزر گیا ہے۔ اب آپ کو کارکنوں کی فضول باتوں کو سننا پڑے گا۔ ورنہ ہم یونین بنا کر آپ کے خلاف عدمِ اعتماد کا ووٹ پاس کر دیں گے۔" ——— عمران کی زبان ایک دفعہ پھر چل پڑی تو اب آسانی سے کہاں رکتی تھی۔

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو۔ جب دیکھو ٹیں ٹیں کرتے رہتے ہو۔" بلیک زیرو دھاڑا اس کے لہجے میں اتنا غصہ تھا کہ سیکرٹ سروس کے تمام ممبران پوری جان سے لرز گئے۔

"سوری باس میرا مطلب آپ کی توہین نہیں تھا۔ میں تو ذرا اپنی زبان کی کھجلی مٹا رہا تھا۔" عمران نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں جواب دیا۔ اس کے چہرے سے بھی یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے خوف کی شدت سے وہ ابھی بے ہوش ہو جائے گا۔

سیکرٹ سروس کے ممبران جنہوں نے ابھی ابھی عمران کو درندہ بنتے دیکھا تھا۔ اس کے اس طرح خوفزدہ ہونے پر ایکسٹو کی عظمت کے ایک بار پھر قائل ہوگئے۔ وہ سوچ رہے تھے۔ جس سے عمران جیسے آدمی کی کنپی دبتی ہے۔ اس کے سامنے بھلا ہماری کیا حیثیت ہے۔ یہی سوچتے ہوئے وہ سب ہال سے باہر نکل آئے۔

بلیک زیرو نے عمران کو وہیں روک لیا اور باقی سب کو کوٹھی سے فوراً جانے کا حکم دے دیا۔ ان سب کے جانے کے بعد بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"معافی چاہتا ہوں باس آپ نے بات ہی ایسی کر دی تھی کہ مجھے غصے کا اظہار کرنا پڑا۔ ورنہ دوسرے ممبروں خاص طور پر تنویر کو پر پرزے نکالنے کا موقع مل جاتا۔" بلیک زیرو کے لہجے میں ندامت تھی۔

"ارے طاہر اس میں معافی کی کیا بات ہے۔ میں نے جان بوجھ کر ایسے فقرے کہے تھے۔ کہ تم مجھ پر الٹ پڑو تاکہ کچھ عرصے کے لئے تنویر کے دماغ کے کیڑے جھڑ جائیں۔" ——— عمران نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا۔

اور پھر وہ دونوں آپریشن روم میں پہنچ کر وہاں کی تلاشی لینے میں مشغول ہوگئے۔

مُسلم سَربَراہوں کی کانفرنس کی تاریخ کا اعلان کیا جاچکا تھا۔ پورے ملک میں تاریخ کا اعلان ہوتے ہی خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ کیونکہ اس کانفرنس کا اعلان ہوتے ہی پورے ملک کا سر فخر سے بلند ہوگیا تھا۔ پورا ملک جانتا تھا۔ کہ اس کانفرنس کے انعقاد سے ان کو نہ صرف سیاسی بلکہ معاشی طور پر بھی بے پناہ فوائد حاصل ہوں گے۔ اس لئے پورے ملک کے عوام اس کانفرنس کے لئے چشم براہ تھے۔

تاریخ کا اعلان ہوتے ہی حکومت کی تمام مشینری حرکت میں آگئی تھی۔ خفیہ طور پر انتہائی سخت حفاظتی اقدامات کئے جا رہے تھے۔ یہ اتنی بڑی ذمہ داری تھی کہ حکومت سے تعلق رکھنے والا ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر بے حد پریشان تھا۔ ان کو معلوم تھا کہ دشمنوں نے ہر قیمت پر اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کرنی ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس کانفرنس کے دوران ایک معمولی سی غلطی کے انتہائی بھیانک نتائج نکل سکتے تھے۔

سر سلطان صبح سے بار بار عمران کو ٹیلی فون پر کنکٹ کرنے کی کوشش کر چکے تھے۔ مگر نہ ہی انہیں عمران مل سکا تھا اور نہ ہی وہ بلیک زیرو

سے رابطہ قائم کر سکے تھے۔ دونوں کے اچانک یوں غائب ہو جانے پر وہ بے حد پریشان تھے۔ ان کے دل میں عجیب عجیب وسوسے ابھر رہے تھے۔ گو وہ عمران کی قابلیت کے تہہ دل سے معترف تھے مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عمران آخر انسان ہے کسی بھی وقت اس سے غلطی ہو سکتی ہے اور یہ سوچ سوچ کر ان کا دل ہول رہا تھا کہ اگر اس نازک موقع پر عمران کو کچھ ہو گیا۔ تو کیا ہوگا۔

یہی سوچتے سوچتے انہوں نے ایک بار پھر ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور دانش منزل کے خفیہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے دوسرے لمحے رابطہ قائم ہو گیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی سر سلطان کے چہرے پر چھائے ہوئے پریشانی کے تاثرات یکدم غائب ہو گئے۔ اب ان کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

" ایکسٹو "۔ دوسری طرف سے ایکس ٹو کی باوقار آواز سنائی دی اور سر سلطان کو یوں محسوس ہوا جیسے سمندر میں بھٹکے ہوئے جہاز کو روشنی کا مینار نظر آگیا ہو۔ ان کے دل سے تمام خدشات پانی بن کر بہہ گئے تھے۔

" سلطان سپیکنگ عمران سے بات کراؤ "۔ سر سلطان کے لہجے سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

" عمران ہی بول رہا ہوں جناب کیا بات ہے۔ آپ بے حد خوش معلوم ہو رہے ہیں۔ کہیں دوسرے شادی کا فیصلہ تو نہیں کر لیا "۔

عمران کی چہکار انہیں سنائی دی اور سر سلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

" تم بے حد بدتمیز ہو گئے ہو عمران "۔

سر سلطان نے پیار بھرے لہجے میں اسے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا بھی میرے متعلق یہی خیال ہے تو پھر بیچارے ایکسٹو کا کیا قصور میں خواہ مخواہ اس سے ناراض ہو کر ریوالور چھوڑ، ہڑتال کرنے کا پروگرام بنائے بیٹھا ہوں۔ اس نے بھی ابھی ابھی تمام ممبروں کے سامنے مجھے جھاڑ دیا ہے" عمران نے جواب دیا اور سر سلطان اس کی ریوالور چھوڑ ہڑتال کی اصطلاح پر بے اختیار قہقہہ مارنے پر مجبور ہو گئے۔

"آپ ہنس رہے ہیں جناب اور میں یہاں یہ سوچ رہا تھا۔ کہ سیکرٹ سروس کی بجائے ایک مجرم تنظیم بنا کر ایکسٹو کے مقابلے میں آجاؤں تاکہ ایکسٹو کو بھی چھٹی کا دودھ یاد آجائے" عمران نے اپنا خیال پیش کیا۔

"ارے ارے ایسا سوچنا بھی نہیں ورنہ پھر مجھے سر رحمان سے درخواست کرنی پڑے گی۔ کہ فوراً ایک اور عمران پیدا کر کے ملک کے حوالے کریں" سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ان کے اس فقرے پر عمران بھی جھینپ گیا۔ مگر جھینپنے کے باوجود وہ جواب دینے سے باز نہ رہ سکا۔

"ڈیڈی سے پہلا عمران ہی نہیں بھگتا جا رہا۔ دوسرا عمران پیدا کر کے انہوں نے پاگل ہونا ہے"

"اچھا اب مذاق بند کرو۔ مجھے بتاؤ کہ تم اور بلیک زیرو کہاں غائب تھے۔ میں نے کئی بار رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی مگر کسی نے ریسیور ہی نہیں اٹھایا"

سر سلطان نے جب محسوس کیا کہ اب مذاق حد سے گزرتا جا رہا ہے تو انہوں نے فوراً موضوع بدل لیا۔

"ریسیور کون اٹھاتا پوری ٹیم تو مجرموں کی گرفت میں تھی" عمران نے

سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مجرموں کی گرفت میں۔ تو کیا کوئی مجرم تنظیم کھل کر سامنے آگئی ہے۔ مجھے تفصیل بتلاؤ" سر سلطان نے چونک کر پوچھا۔

"تفصیل کیا بتلاؤں بس یوں سمجھئے کہ ستارے ہی اچھے تھے کہ ہم بچ کر نکل آئے ورنہ پوری سیکرٹ سروس ایک ہی قبر میں دفن ہو جاتی" عمران نے جواب دیا۔

"پھر وہی مذاق میں تفصیل پوچھ رہا ہوں۔ وہ کون سی تنظیم ہے۔ اور اگر تم بچ کر نکل آئے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ تنظیم ختم ہو چکی ہو گی" سر سلطان نے فہمائشی لہجے میں کہا۔

"تنظیم تو ختم نہیں ہوئی البتہ اس کا ایک ہیڈ کوارٹر قبضے میں آگیا ہے۔ وہاں سے ضروری تلاشی کے بعد میں نے ڈیڈی کو اس کے متعلق اطلاع دی تھی۔ اور اس وقت تو شاید سوپر فیاض مجرموں کے ہیڈ کوارٹر میں تیس مار خاں بنا اکڑتا پھر رہا ہو گا" عمران نے جواب دیا۔

"تنظیم کا کیا نام ہے اور تم اس تک کیسے پہنچے۔ یہ بتلاؤ" سر سلطان نے اس بار خاصے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابھی نہیں جناب آپ کو میرے اصول کا علم ہے جب تک میں کیس مکمل طور پر ختم نہ کر لوں۔ نام تو ایک طرف رہا اس کے ہجے بھی نہیں بتلاتا۔ ویسے اتنا بتلا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ دنیا کی خطرناک ترین اور خوفناک ترین تنظیم ہے اور آج تک وہ اپنے کسی مشن میں ناکام نہیں ہوئی" عمران نے اشارتاً بتلایا۔

"خدا کی پناہ عمران جلد از جلد اسے ختم کرنے کی کوشش کرو۔ کانفرنس کے

انعقاد میں بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ اس کانفرنس پر ہمارے ملک کے روشن مستقبل کا انحصار ہے اگر یہ تنظیم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئی تو کیا ہو گا۔"

سر سلطان کے لہجے میں ہلکی سی لرزش نمایاں تھی۔

"آپ بے فکر رہیں جناب جب تک عمران کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے۔ دنیا کی کوئی تنظیم پاکیشیا کے خلاف ٹیڑھی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی ویسے آپ پرائم منسٹر سے ذاتی طور پر کہہ دیں کہ وہ انتہائی سخت حفاظتی اقدامات کا سپیشل حکم تمام محکموں کو جاری کر دیں۔" عمران نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"وہ تو پہلے ہی ایسے احکامات جاری کر چکے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کانفرنس کے انعقاد سے پہلے تم اس تنظیم کو ختم کر دو تاکہ کانفرنس کا دن پوری طرح خیریت سے گزر سکے ورنہ ہر لمحہ دل دھڑکتا رہے گا۔"

سر سلطان کا لہجہ درخواست لئے ہوئے تھا۔

"تو آپ کیا چاہتے ہیں دل دھڑکنا بند کر دے اگر ایسی بات ہے تو۔"

عمران کی دماغی رو پھر بہکنے لگی تھی۔ مگر سر سلطان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"عمران خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ۔ کانفرنس کے بعد جتنا چاہے مذاق کر لینا۔"

"اچھا جناب اگر میرے سنجیدہ ہونے سے دل دھڑکنا بند ہو سکتا ہے تو لیجئے میں سنجیدہ ہو گیا۔"

عمران نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"پھر کب کیس ختم کرنے کی خوشخبری سنا رہے ہو۔" ——— سر سلطان نے سوال کیا۔

"جس دن دل دھڑکنا بند ہو گیا۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

اور سر سلطان اس کے اس فقرے پر بے اختیار ہنس پڑے، عمران سے باتوں میں جیتنا کم از کم ان کے بس سے باہر تھا۔

"میرے خیال میں تم ناراض ہو گئے ہو اگر ایسی بات ہے تو میں تم سے معافی مانگ لوں گا۔" سر سلطان نے کہا۔

"ارے ارے ایسا نہ کہئے میں بھلا آپ سے ناراض ہو سکتا ہوں۔ ایسا صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب میرا دل دھڑکنا بند کر دے۔"

عمران اسی فقرے کی تکرار کئے جا رہا تھا۔

اور سر سلطان سمجھ گئے کہ اب عمران سے مزید کچھ اگلوانا ناممکن ہے۔ اس لئے انہوں نے صرف اتنا کہہ کہ میں خوشخبری کا منتظر ہوں۔ ریسیور رکھ دیا۔

ویسے عمران کی بات سن کر انہیں کچھ تسلی ہو گئی تھی۔ کہ عمران تنظیم کی راہ پر چل نکلا ہے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ خوفناک تنظیم چاہے اب تک اپنے کسی مشن میں ناکام نہ ہوئی ہو مگر اس ملک میں ناکامی اس کا مقدر بن چکی ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ عمران پر اندھا اعتماد کرتے تھے۔ اور عمران تھا بھی اس قابل آج تک اس نے ان کے اعتماد کو ہلکی سی ٹھیس بھی نہیں پہنچنے دی تھی اور سر سلطان نے یہ سوچتے ہوئے میز پر پڑی فائل کھول لی اور اطمینان سے اس کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔

"میں کہتا ہوں آخر ہماری صلاحیتیں کہاں سو گئی ہیں۔ کیا ہماری تنظیم کا آخری وقت آ گیا ہے۔ ناکامی۔ ناکامی ہر قدم پہ ناکامی۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔"

گریٹ باس نے غصے اور جھنجھلاہٹ سے دھاڑتے ہوئے میز پہ زوردار مکہ مار کر کہا۔

اور سامنے بیٹھے ہوئے پانچ غیر ملکی اپنی نظریں نیچی کئے خاموش بیٹھے تھے۔ خاموشی کے سوا ان کے پاس اور جواب بھی کیا تھا۔

گریٹ باس چند لمحوں تک خونخوار نظروں سے ان پانچوں کو دیکھتا رہا پھر وہ دوبارہ بولا۔

"پہلے گینتھر کو ناکامی کی وجہ سے خودکشی کرنی پڑی۔ اب سابرز بھی سیکرٹ سروس کے ہاتھوں ختم ہو چکا ہے۔

آخر اس تنظیم کا کیا انجام ہو گا۔ کیا ہم سب اسی طرح باری باری ختم ہو جائیں گے۔"

"باس سابرز نے پوری سیکرٹ سروس کو گرفتار کر لیا تھا۔ اسے چاہیئے تھا کہ وہ فوراً انہیں گولی مار دیتا مگر وہ پوچھ گچھ کے چکر میں پڑ گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف وہ ہی مارا گیا بلکہ گینگ نمبر ۲ دو کا ہر آدمی ختم ہو گیا۔ ہیڈ کوارٹر نمبر ۲ دو بھی مقامی انٹلی جنس اور پولیس کے ہاتھ چڑھ گیا۔ یہ ہمارا اہم اڈہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ انٹلی جنس کو اس میں سے اہم سراغ مل گئے ہوں۔ اس ہیڈ کوارٹر کی تباہی ضروری تھی۔"

ایک ممبر نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"میں نے نمبر الیون کو ہیڈ کوارٹر تباہ کرنے کے احکامات دئیے تھے مگر کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ ہیڈ کوارٹر تباہ ہونے کی بجائے وہاں پولیس اور انٹلی جنس گھومتی پھر رہی ہے۔ گینگ نمبر ۲ دو کا ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچا ورنہ کم از کم معلوم تو ہوتا کہ وہاں کیا حالات پیش آئے۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم اسی طرح غلطی پہ غلطی کرتے رہے تو اس کا انجام کیا ہو گا ہمارے درجنوں کارکن ختم ہو چکے ہیں۔ ایک ہیڈ کوارٹر تباہ ہو چکا ہے۔ تنظیم کے دو اہم ممبر مر چکے ہیں۔ مگر اس کا حاصل کچھ بھی نہیں۔ اب تک سیکرٹ سروس کا ایک رکن بھی ہلاک نہیں ہوا۔ ایکسٹو کو ٹریس بھی نہیں کیا جا سکا۔ علی عمران کو ختم کرنا تو ایک طرف رہا اس کے جسم پہ ایک خراش تک نہیں آئی۔ ادھر کانفرنس کے انعقاد میں بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ حفاظتی اقدامات روز بروز سخت سے سخت ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آخر ہم اپنے مشن میں کیسے کامیاب ہوں گے۔"

گریٹ باس کی جھنجھلاہٹ اپنے عروج پہ تھی۔

"باس ابھی ہمارے پاس کافی وقت ہے۔ ہم چاہیں تو اس کانفرنس کو سبوتاژ کر سکتے ہیں مگر اس کے لئے ہمیں اپنی پالیسی پہ نظر ثانی کرنی پڑے گی۔"

ایک ممبر نے سر اٹھا کر پراعتماد لہجے میں کہا۔

"جیگر تم کیا کہنا چاہتے ہو ـــــ کھل کر کہو" گریٹ باس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

" باس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب ہمارے پاس اتنا وقت نہیں رہا کہ ہم اپنے مرکزی پلان سے ہٹ کر اِدھر اُدھر کی کارروائیاں کرتے رہیں" جیگر نے جواب دیا۔

" جیگر تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت تم کس سے مخاطب ہو کیا تم نے میرا حکم نہیں سنا کہ کھل کر بات کرو" گریٹ باس نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

" سوری باس۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اب ہمیں بازاروں میں فائرنگ لوٹ مار۔ یا صوبہ فائیو والڈ میں سیاسی گڑبڑ کرانے کی بجائے بنیادی طور پر کانفرنس کے انعقاد کے خلاف کام کرنا چاہیئے۔ اب ہمارے پاس اتنا وقت باقی نہیں رہا کہ ہم سیکرٹ سروس کو ختم کرنے یا ایکسٹو کو ٹریس کرنے میں اپنی صلاحیتیں ضائع کرتے رہیں" جیگر نے اپنی بات کھول کر بیان کی۔

" تو تمہارا مقصد یہ ہے کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور جس دن کانفرنس منعقد ہو اس دن کانفرنس ہال پر بمباری کر دیں"

گریٹ باس نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا کہنے کو تو اس نے بات کر دی مگر دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں تیز چمک لہرانے لگی۔ اور ایک لمحے کی خاموشی کے بعد وہ خود ہی بول پڑا۔

" ویری گڈ آئیڈیا۔ لطف آجائے گا۔ ایسا دھماکہ ہوگا۔ کہ پوری دنیا میں زلزلہ آجائے گا۔ تمام دنیا کے مسلم سربراہوں کا بیک وقت خاتمہ۔ ویری گڈ۔ ویری گڈ"

گریٹ باس نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ جوشِ مسرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ اور آنکھوں میں چمک اتنی بڑھ گئی تھی۔ جیسے بجلیاں کوند رہی ہوں۔

کمرے میں موجود باقی ممبران حیرت سے گریٹ باس کی حالت دیکھ رہے تھے۔

" مگر باس یہ کیسے ممکن ہے۔ کانفرنس ہال کے گرد سخت ترین پہرہ ہو گا۔ غیر ملکی تو ایک طرف رہے وہاں مقامی آدمیوں کو بھی نزدیک نہیں پھٹکنے دیا جائے گا۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے۔ کانفرنس ہال کو فضائی کور بھی دیا جائے گا" ایک ممبر نے ڈرتے ڈرتے بات کی۔ اور گریٹ باس چونک کر اس ممبر کو دیکھنے لگا۔ چند لمحوں تک اس کی نظریں اس ممبر کے چہرے پر جمی رہیں پھر یکدم اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار پھیلتے چلے گئے۔

" تم ناکامی کی بات کر رہے ہو۔ فضائی کور سے گھبرا رہے ہو۔ تم جو ہاراکاری کے بنیادی ممبر ہو۔ اس ہاراکاری کے جو ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ تم ممکن ناممکن کے چکر میں پڑ گئے ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہارا ذہن زنگ آلود ہو چکا ہے۔ تم ہاراکاری کے لئے بے سود ہو چکے ہو"

گریٹ باس نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد زہریلا تھا۔ اس کی بات سنتے ہی اس ممبر کا چہرہ یکدم تاریک پڑ گیا۔ آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی اسے احساس ہو گیا کہ اس نے غلط بات کہہ دی اور گریٹ باس کا لہجہ بتلا رہا ہے کہ وہ اس کی موت کا فیصلہ کر چکا ہے۔

" میں معافی چاہتا ہوں باس میری بات کا یہ مقصد تو نہیں تھا۔ میں تو آپ کی بات کی ممکنہ وضاحت کر رہا تھا اور اس پروگرام پر عمل کرتے ہوئے

جو خدشات سامنے آسکتے تھے۔ میں ان کا ذکر کر رہا تھا۔"

اس ممبر نے اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے زندگی بچانے کے لئے ہاتھ پیر مارتے ہوئے کہا۔ اس کے باوجود اس کے لہجے میں لرزش صاف نمایاں تھی۔

باس چند لمحوں تک زہر بھری نظروں سے اسے دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر نرمی کے آثار پھیلتے چلے گئے۔

"آئندہ احتیاط رکھنا۔" باس نے جیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور جیگر کے چہرے پر زندگی کے آثار پھیلتے چلے گئے۔"

"تھینک یو باس۔" جیگر نے انتہائی ممنونانہ لہجے میں کہا۔

"آپ لوگوں کا اس پروگرام کے متعلق کیا خیال ہے۔ یہ آئیڈیا بہت خطرناک ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہم اس موضوع پر کھل کر بات کر لیں۔"

باس نے دوسرے ممبروں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ بہت اچھا آئیڈیا ہے جہاں تک ہماری سابقہ پالیسی کا تعلق تھا۔ اس کا وقت اب گزر چکا ہے۔ ہماری پہلے یہ کوشش رہی تھی۔ کہ کانفرنس کا انعقاد ہی نہ ہو سکے مگر اب جبکہ کانفرنس کی تاریخ کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ اب ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے۔ کہ کانفرنس کسی نتیجہ خیز فیصلے تک نہ پہنچ سکے۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کانفرنس میں شریک کسی اہم ترین ملک کے سربراہ کو قتل کر دیا جائے۔ تاکہ اس کی موت کانفرنس کی ناکامی کی وجہ بن جائے۔ یا دوسری صورت یہ کہ کانفرنس ہال کو ہی بم سے اڑا دیا جائے۔ دونوں صورتوں میں سے جو بہتر ہو وہ اختیار کر لی جائے۔"

ایک ممبر نے تجویز پیش کی۔

"دونوں صورتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ مگر میرا ایک اور خیال ہے۔

وہ یہ کہ جیسا کہ اعلان کیا گیا ہے۔ مسلم ممالک کے تمام سربراہ کانفرنس سے ایک دن پہلے شہنشاہی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کریں گے۔ وہاں چونکہ عام آدمیوں کا کثیر اجتماع ہو گا۔ اس لئے وہاں کسی بھی سربراہ کو شوٹ کر دینا زیادہ آسان ہو گا۔"

ایک اور ممبر نے نئی تجویز پیش کی۔

"میرے خیال میں باس مسجد والی تجویز درست نہیں ہے اس لئے کہ وہاں غیر ملکیوں کا داخلہ قطعی ممنوع ہو گا۔ اور مقامی آدمیوں پر ہم اعتماد نہیں کر سکتے۔ اگر کسی مقامی آدمی پر اعتماد کر بھی لیا جائے۔ تب بھی وہ کم از کم مسجد میں ہمارا مشن پورا نہیں کرے گا۔ یہ لوگ مذہب کے معاملے میں انتہائی راسخ العقیدہ واقع ہوئے ہیں۔"

دوسرے ممبر نے جواب دیا۔

"تمہاری بات درست ہے اس لئے اس آئیڈیے کو ڈراپ کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ اب باقی دو کے متعلق کیا خیال ہے۔"

باس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"میری نظر میں باس دونوں ہی صورتیں بے حد مشکل ہیں۔ کسی سربراہ کو قتل کرنے کا جہاں تک تعلق ہے ائیرپورٹ پر بے حد کڑی چیکنگ ہو گی۔ غیر ملکیوں کو تو شاید پورے دارالحکومت سے ہی نکال دیا جائے گا۔ اور کانفرنس ہال کو اڑانا البتہ ممکن ہو سکتا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ اگر اس میں کانفرنس سے پہلے ہی ٹائم بم فٹ کر دیا جائے یا وائرلیس بم سے اڑا دیا جائے۔"

ایک اور ممبر نے ڈرتے ڈرتے کہا اسے خطرہ تھا کہ باس پھر نہ بگڑ جائے۔

گریٹ باس چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

ان دونوں صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت ہماری کامیابی کی باقی نہیں رہ گئی۔ اس لئے ہمیں ہر قیمت پر ان میں سے کسی ایک پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنی تمام تر توانائیاں ان دونوں صورتوں پر استعمال کرنا شروع کر دیں۔ ان میں سے جو بھی کامیاب ہو جائے۔ وہی ہمارے مشن کے لئے کافی ہے۔"

"ٹھیک ہے باس اگر آپ فیصلہ کر چکے ہیں تو ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہاراکاری ہر قیمت پر کامیاب ہو گی۔"

تمام ممبروں نے بیک وقت کہا۔

"ہاراکاری کی ناکامی کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ یہ دونوں صورتیں بے حد اہم ہیں۔ اس لئے میں نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ ان دونوں صورتوں کا تمام تر کنٹرول میں ڈائریکٹ اپنے پاس رکھوں گا اس کے متعلق میں نے لائن آف ایکشن بھی سوچ لی ہے۔ جہاں تک آپ لوگوں کا کام ہے۔ آپ لوگ اب باقی سب کام چھوڑ کر صرف سیکرٹ سروس کے پیچھے لگ جائیں۔ سیکرٹ سروس ہی ان دونوں آئیڈیاز میں کسی حد تک رکاوٹ بن سکتی ہے۔ اس لئے اگر آپ لوگ کانفرنس سے پہلے ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہاراکاری کو کامیابی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔"

باس نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے باس ــــ ہم سب مل کر سیکرٹ سروس کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ کانفرنس سے پہلے آپ کو خوشخبری سنا دیں گے۔" سب ممبروں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں اب جا رہا ہوں۔ آپ آپس میں بیٹھ کر اپنا آئندہ لائحہ عمل مرتب کر لیں۔ بہر حال مجھے کامیابی چاہیئے۔ ہر قیمت پر۔"

باس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے باہر جانے کے بعد وہ پانچوں ممبر ایک دوسرے کے ساتھ سر جوڑ کر آئندہ لائحہ عمل مرتب کرنے میں مصروف ہو گئے۔

عمران کو مجرموں کے ہیڈ کوارٹر سے ایسی کوئی چیز نہیں ملی تھی جس سے مجرموں کے مین ہیڈ کوارٹر کے متعلق اسے کوئی اشارہ مل سکتا۔ اس لئے ایک بار پھر وہ اندھیرے میں تھا۔ اسے معلوم تھا۔ کہ مجرم کانفرنس کو ہر قیمت پر ناکام بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ چاہتا تھا۔ کہ کانفرنس کے انعقاد سے پہلے ہی وہ مجرموں کے مین ہیڈ کوارٹر میں اس کے سرغنوں پر ہاتھ ڈال دے ورنہ ہو سکتا ہے کہ مجرم کوئی وار کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور اسے اس بات کا پوری طرح احساس تھا۔ کہ مجرموں کا معمولی سا وار بھی اس کے ملک کے مستقبل اور عزت کے لئے انتہائی بھیانک ثابت ہو گا۔

وہ آپریشن روم میں بیٹھا کافی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے میز پر پڑا ہوا ٹرانسمیٹر اپنی طرف کھسکایا۔ اور پھر ایک مخصوص فریکوئنسی سیٹ کر کے

اس نے بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر پر سرخ رنگ کا ایک بلب جلنے بجھنے لگا۔ اور اس میں سے ایک مدھم سی سیٹی کی آواز ابھرنے لگی۔ چند لمحوں بعد یکدم سیٹی کی آواز آنی بند ہوگئی اور اس کے ساتھ سرخ بلب بجھ گیا۔ اور اب ایک اور سبز رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

عمران نے ایک اور بٹن دبایا اور پھر بولا۔

"ہیلو ایکسٹو سپیکنگ اوور"

"یس جولیا سپیکنگ دس اینڈ اوور" دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"مس جولیا تمام ممبرز کو آرڈرز دے دو کہ وہ نئے میک اپ میں پورے شہر میں گشت کریں اور کسی بھی مشکوک بات یا آدمی کے متعلق مجھے فوراً اطلاع دیں۔ انہیں خود کارروائی کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ صرف مجھے اطلاع دیں۔ اوور" عمران نے جولیا کو احکامات جاری کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر میں ابھی آرڈرز دے دیتی ہوں۔ اوور" جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" عمران نے کہا اور پھر بٹن آف کر دیا۔ اس نے صرف اندھیرے میں ایک تیر چلایا تھا کہ شاید اس طرح کوئی لائن آف ایکشن مل جائے۔

ٹرانسمیٹر آف کئے ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ اچانک ٹرانسمیٹر کا سرخ بلب دوبارہ جلنے بجھنے لگا۔ اور سیٹی کی آواز دوبارہ ابھر آئی۔ عمران نے چونک کر بٹن دبایا اور جب اس کی نظر آٹومیٹک فریکوئنسی ڈائل پر پڑی تو وہ چونک پڑا۔ کیونکہ یہ فریکوئنسی ٹائیگر کے لئے مخصوص تھی۔

"ہیلو ٹائیگر عمران سپیکنگ اوور" عمران اپنی اصل آواز میں بولا۔

"عمران صاحب میں نے پہلے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی بہتری کوششیں کی تھیں مگر آپ نہیں ملے اوور" ٹائیگر کی آواز ابھری۔

"میں ایک کام میں پھنسا ہوا تھا۔ کیا بات ہے اوور" عمران نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"سر میں ٹابر کے ذریعے ایک غیر ملکی تنظیم ہاراکاری کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچ گیا ہوں اور اب وہیں سے بول رہا ہوں اوور" ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ہاراکاری کا نام سنتے ہی عمران بری طرح اچھل پڑا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ ہیڈ کوارٹر ہاراکاری کا ہے اوور" عمران نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"یس سر اوور" ٹائیگر نے اعتماد سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔ اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ تیر گئی۔

"کیا تم ہیڈ کوارٹر کی نشاندہی کر سکتے ہو۔ اوور" عمران نے پوچھا۔

"سوری سر فی الحال میں خود اندھیرے میں ہوں۔ مجھے وہاں بند کار میں لے جایا گیا ہے۔ ویسے میں کوشش کروں گا۔ کہ جلد از جلد آپ کو کوئی نشاندہی کر سکوں اوور" ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران دانت بھینچ کر رہ گیا۔

"تمہیں کس لئے کنٹیکٹ کیا گیا ہے" عمران نے دوسرا سوال کیا۔

"انہوں نے ٹابر سے ایک ایسا آدمی مہیا کرنے کے لئے کہا تھا۔ جو بے حد اہم ترین کام سرانجام دے سکتا ہو۔ کام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اس کے لئے دس لاکھ روپیہ معاوضہ ادا

کیا ہے اور میرا ہیڈ کوارٹر میں انتہائی سخت امتحان لیا گیا ہے۔ جسمانی لڑائی اور نشانہ بازی کا امتحان ——— میں اس امتحان میں کامیاب رہا ہوں۔ اور اب میرا خیال ہے وہ مجھ پر اعتماد کریں گے۔ میں ابھی ابھی امتحان سے فارغ ہو کر آیا ہوں اور انہوں نے مجھے ایک مقفل کمرے میں آرام کرنے کی ہدایت کی ہے اس کمرے سے آپ کو کال کر رہا ہوں اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ٹھیک تم جتنی جلدی ہو سکے ان کے ارادوں اور ان کے ہیڈ کوارٹر کے متعلق پوزیشن سے مجھے آگاہ کرو۔ تم بالکل درست لوگوں کے درمیان پہنچ گئے ہو۔ میں اسی تنظیم کے کیس پر کام کر رہا ہوں۔ اوور" ——— عمران نے جواب دیا۔

"بہتر جناب میں کوشش کروں گا۔ کہ ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر کے آپ کو جلد از جلد مطلع کروں گا اوور" ——— ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جتنی جلدی یہ کام کر سکو اتنا ہی بہتر ہے اوور اینڈ آل" عمران نے کہا اور پھر بٹن آف کر کے رابطہ ختم کر دیا۔

اب اسے اطمینان ہو گیا تھا۔ کہ ٹائیگر ضرور کوئی نہ کوئی کلیو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اسی وقت بلیک زیرو آپریشن روم میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر پکڑا ہوا تھا۔ عمران چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر میز پر رکھ دیا۔

"جونی کی کار سے ہی ایک چیز کام کی ملی ہے" بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

عمران نے اس ٹرانسمیٹر کو اپنی طرف کھسکایا اور پھر بغور اس کا معائنہ کرنے لگا۔ یہ ٹرانسمیٹر عام ساخت کے ٹرانسمیٹر سے قطعی مختلف تھا اور بظاہر ٹرانسسٹر معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس کے ڈائل پر موجود فریکوئنسی نشانات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ٹرانسمیٹر ہے۔ عمران نے اس کے مختلف بٹن آن آف کرنے شروع کر دیئے۔ مگر اس ٹرانسمیٹر میں زندگی کی کوئی رمق ظاہر نہیں ہوئی۔ بلیک زیرو خاموشی سے بیٹھا یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا۔ عمران چند لمحوں تک بغور ٹرانسمیٹر کو دیکھتا رہا پھر اس نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"طاہر مشینری ریکارڈ روم سے ٹونک کمپنی کی فائل نکال لاؤ۔ مجھے شک ہے کہ یہ ٹرانسمیٹر اسی کمپنی کا ہے گو اس پر کوئی نشان موجود نہیں ہے مگر اس کی مخصوص ساخت بتلا رہی ہے کہ یہ اسی کمپنی کا تیار کردہ ہے۔"

اور بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا اٹھ کر آپریشن روم سے باہر نکل گیا۔ دانش منزل میں عمران نے ایک مشینری ریکارڈ روم قائم کیا ہوا تھا جس میں دنیا کی ہر کمپنی جو الیکٹرونک سامان تیار کرتی تھی۔ کا لٹریچر مہیا کیا گیا تھا۔

جب تک بلیک زیرو واپس آیا۔ عمران بغور اس ٹرانسمیٹر کو دیکھتا رہا۔ بلیک زیرو نے ایک ضخیم فائل لا کر عمران کے سامنے رکھ دی فائل پر ٹونک کا مخصوص نشان موجود تھا۔ عمران نے فائل کھولی اور پھر اس کے صفحے پلٹنے لگا۔

صفحے پلٹتے پلٹتے وہ اچانک رک گیا۔ اس نے فائل پر بنے ہوئے ایک ٹرانسمیٹر کی تصویر پر نظریں گاڑ دیں۔ بلیک زیرو نے بھی اس تصویر کو دیکھا اور پھر چونک پڑا۔ میز پر موجود ٹرانسمیٹر ہو بہو اس تصویر سے ملتا تھا۔

عمران کا خیال صحیح نکلا تھا۔ یہ ٹرانسمیٹر لوٹمک کمپنی کا ہی تیار کردہ تھا۔ جو جاپان کی ایک مشہور کمپنی تھی۔ اس تصویر کے سامنے والے صفحے پر اس مخصوص ماڈل کی تمام تر تفصیلات بڑی وضاحت سے درج تھیں۔ عمران کی نظریں اس وقت تیزی سے مطالعہ کر رہی تھیں۔

تمام تفصیلات پڑھنے کے بعد عمران نے فائل ایک طرف کھسکا دی۔ اب اس کی آنکھوں میں ایک پراسرار سی چمک ابھر آئی تھی۔

"طاہر الیکٹرونک کٹ لے آؤ" عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا اور بلیک زیرو نے اٹھ کر الماری سے ایک چھوٹا سا بکس نکال کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔

عمران نے ٹرانسمیٹر کے پیچ کھولنے شروع کر دیئے اور تھوڑی دیر بعد کسی ماہر مکینک کی طرح اس نے ٹرانسمیٹر کے ہر پرزے کو الگ الگ کر دیا تھا۔

اس ٹرانسمیٹر کی مشینری بے حد پیچیدہ تھی۔ مگر عمران اس پر اس طرح کام کر رہا تھا۔ جیسے تمام عمر وہ یہی کام کرتا چلا آیا ہو۔ تمام پرزے علیحدہ کرنے کے بعد عمران نے ایک نظر پھر فائل پر ڈالی اور پرزوں کو دوبارہ جوڑنا شروع کر دیا۔ بلیک زیرو جو بغور اس تمام کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ اس بار چونک پڑا کیونکہ عمران دوبارہ پرزے کسی اور ترتیب سے جوڑ رہا تھا۔

"سر آپ غلط انداز میں سیٹ کر رہے ہیں" بلیک زیرو سے رہا نہ گیا اس لئے وہ بول پڑا۔

"تم دیکھتے جاؤ" عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا اور کام میں

مصروف رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹرانسمیٹر کے تمام پرزے دوبارہ جوڑ چکا تھا۔ مگر اب اس ٹرانسمیٹر کی شکل ہی بدل گئی تھی۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے پیچ کش میز پر رکھا اور اس ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا دیا بٹن دبتے ہی ٹرانسمیٹر میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور ٹرانسمیٹر کے ڈائل پر موجود سوئیاں تیزی سے مختلف سمتوں میں حرکت کرنے لگیں۔ حرکت کرتے کرتے دونوں سوئیاں ایک مخصوص انداز میں رک گئیں۔

عمران نے ایک کاغذ پر سوئیوں کے مقابل درج ہندسے لکھ لئے اور ٹرانسمیٹر کا ایک اور بٹن دبا دیا۔

سوئیاں ایک بار پھر حرکت میں آگئیں اور جب وہ رکیں تو ہندسے مختلف تھے۔ عمران نے وہ ہندسے بھی نوٹ کر لئے اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ اب عمران کاغذ پر مختلف ہندسے یوں درج کرنے لگا جیسے کوئی کوڈ حل کر رہا ہو۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کاغذ بھر دیا اور پھر آخر میں اس نے چند ہندسے لکھے اور طویل ایک سانس لیتے ہوئے کرسی کی پشت سے کمر لگا دی۔

"طاہر ان آخری ہندسوں کے مطابق اپنے ٹرانسمیٹر کی فریکونسی سیٹ کر کے ٹرانسمیٹر آن کر دو اور اگر کوئی جواب آئے تو جونی کی آواز میں ان سے بات کر دو" عمران نے بلیک زیرو کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

بلیک زیرو نے کاغذ اٹھا کر ہندسے چیک کئے اور پھر ان کے مطابق فریکونسی سیٹ کرنے لگا۔ فریکونسی سیٹ کر کے اس نے بٹن دبا دیا۔ ٹرانسمیٹر کا سرخ بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ اور اس کے ساتھ ہی سیٹی کی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

تقریباً دو منٹ کے بعد اچانک سیٹی کی آواز آنی بند ہوگئی اور سرخ بلب کی بجائے سبز بلب جلنے بجھنے لگا۔ سبز بلب جلتے ہی دونوں چونک کر سیدھے ہو گئے۔

"ہیلو ہیلو ہواز سپیکنگ اوور" دوسری طرف سے ایک کرخت مردانہ آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"پرسنل نمبر تیرہ گینگ نمبر دو جونی سپیکنگ دس اینڈ اوور"

بلیک زیرو نے جونی کے لہجے میں گفتگو کا آغاز کیا۔

"کوڈ اوور" دوسری طرف سے وہی آواز ابھری۔ مگر لہجے سے صاف عیاں تھا۔ کہ بولنے والا بڑی طرح چونکا ہے۔

"ہاراکاری" اوور" بلیک زیرو نے اطمینان سے بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"گریٹ باس سپیکنگ جونی تم کہاں سے بول رہے ہو اوور" دوسری طرف سے کہا گیا۔ لہجے میں بے حد اشتیاق تھا۔ عمران نے بلیک زیرو کو خاموش بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بولنے لگا۔

"باس میں مقامی سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر سے بول رہا ہوں میں اس ریڈیو ویٹن کار میں موجود تھا۔ جس کے ذریعے سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کی نشاندہی کی گئی تھی۔ میں ابھی ابھی وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوا ہوں۔ ہیڈ کوارٹر نمبر ۲ کو میں نے کنکٹ کرنے کی بے حد کوشش کی ہے۔ مگر وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس لئے میں نے ڈائریکٹ آپ کو کال کیا ہے اوور"

عمران ہو بہو جونی کے لہجے میں بات کر رہا تھا۔ اس نے بلیک زیرو کو پہلے جونی کے لہجے میں اسی لئے بات کرنے کے لئے کہا تھا کہ وہ جونی

کے مخصوص لہجے سے آشنا ہو سکے۔ بلیک زیرو جونی کی تمام کہانی اس سے سنا چکا تھا۔ اس لئے وہ اب جونی کو استعمال کر رہا تھا۔

"ہیڈ کوارٹر نمبر ۲ تباہ ہو چکا ہے تم فوراً سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کی نشاندہی کرو اور اس کا اندرونی محل وقوع تفصیل سے بتلاؤ اوور"

دوسری طرف سے باس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اور عمران نے زیرو ہاؤس کے محل وقوع کے متعلق تفصیل سے بتانا شروع کر دیا۔ بیرونی تفصیلات بتانے کے بعد اس نے ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اس وقت ہیڈ کوارٹر میں صرف ایکس ٹو موجود ہے۔

"اس کے حفاظتی اقدامات کے متعلق اگر تم کچھ جانتے ہو تو بتلاؤ اوور"

دوسری طرف باس نے سوال کیا۔

"باس اس ہیڈ کوارٹر کا حفاظتی نظام مکمل طور پر الیکٹرونک آلات پر مشتمل ہے۔ جنہیں کور کرنا بے حد مشکل ہے۔ مگر میں نے باہر نکلنے کے لئے جو راستہ استعمال کیا ہے اسی راستے سے ہم اس کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ اس عمارت کی پچھلی دیوار سے سو فٹ دور ایک گٹر کا دھانہ ہے۔ یہ گٹر لائن ٹھیک عمارت کے اندر تک چلی جاتی ہے۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے اندر داخل ہوا جا سکتا ہے۔ ابھی تک شاید انہیں میرے فرار کا علم نہیں ہو سکا اس لئے اگر فوری کارروائی کی جائے تو ایکس ٹو کو اغوا کیا جا سکتا ہے اوور"

عمران نے پوری طرح جال بچھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم وہیں ٹھہرو آدھے گھنٹے بعد میرے آدمی پہنچ جائیں گے کوڈ ہاراکاری ہی ہو گا۔ تم ان کے ساتھ اندر جا کر ایکس ٹو کے اغوا میں ان کی مدد کرنا اوور اینڈ آل"

دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور عمران نے بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

"کیوں کیسی رہی اب تم مجھ پر فوراً جوبی کا میک اپ کرو اور خود ایکسٹو بن کر زیرو ہاؤس پہنچ جاؤ۔ میں باہر ان کا انتظار کروں گا۔

تھوڑی سی کوشش کے بعد تم نے ان کے ہاتھوں اغوا ہو جانا ہے تاکہ ہم ان کے مین ہیڈ کوارٹر تک پہنچ جائیں۔ جوزف زیرو ہاؤس میں ہوگا۔ اسے بلا کر سمجھا دینا۔ کہیں وہ عین موقع پر دخل اندازی کر کے پروگرام نہ خراب کر دے۔"

عمران نے بلیک زیرو کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر آپ نے اس مردہ ٹرانسمیٹر سے کام لے کر واقعی کمال کیا ہے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔"

بلیک زیرو نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں تحسین کا عنصر نمایاں تھا۔

"میں مُردوں سے کام لینے کا ایکسپرٹ ہوں۔ تم چاہو تو تجربہ کر لو میں بحیثیت جوبی تمہیں گولی مار دوں گا۔ اور پھر دیکھنا تمہاری لاش سے کیا کام لیتا ہوں۔"

عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بخشو، بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔" بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے تمہارا نام بلیک زیرو کی بجائے لنڈورا چوہا رکھ دیتے ہیں، کم از کم انفرادیت تو رہے گی۔" عمران نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر وہ میک اپ روم میں داخل ہو گئے۔ بلیک زیرو نے عمران پر جوبی کا میک اپ کیا اور جوبی کا لباس جسے وہ پہن کر ہیڈ کوارٹر گیا تھا۔ عمران کو پہنا دیا۔ مگر وہ لباس عمران پر بے حد تنگ تھا۔ اس لئے عمران نے اتار دیا۔

"چھوڑو یار گریٹ باس کو کیا معلوم کہ جوبی نے اس وقت کون سا لباس پہنا ہوا تھا۔" عمران نے جواب دیا اور پھر الماری سے ایک اور لباس منتخب کر کے پہن لیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کار میں بیٹھے تیزی سے زیرو ہاؤس کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ جلد ہی کار زیرو ہاؤس کے قریب پہنچ گئی عمران زیرو ہاؤس کے قریب جا کر اتر گیا اور بلیک زیرو کار کو زیرو ہاؤس کے اندر لیتا چلا گیا۔ گیٹ جوزف نے ہی کھولا تھا۔

رات ہو گئی تھی اس لئے زیرو ہاؤس کے اردگرد خاصی ویرانی تھی۔

عمران زیرو ہاؤس کے مین گیٹ کے قریب سڑک کے کنارے ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گیا۔ اس نے مجرموں کو یہیں کا پتہ دیا تھا۔ ابھی اسے وہاں کھڑے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دور سے ایک سیاہ رنگ کی کار آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی اس درخت کی طرف بڑھنے لگی۔ کار کی ہیڈ لائٹس بجھی ہوئی تھیں اور اندھیرے میں اس کا ہیولا ہی نظر آ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی وہ اس درخت کے پاس آ کر رک گئی۔ نزدیک آنے پر عمران نے دیکھا کہ اس میں تین آدمی موجود ہیں۔ ایک ڈرائیونگ سیٹ پر اور دو پچھلی سیٹ پر کار کے رکتے ہی عمران درخت کی اوٹ سے نکلا اور تیزی سے کار کی پچھلی کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

"کوڈ۔" عمران نے جوبی کے لہجے میں سرگوشی کی۔

"ہارا کاری۔" اندر سے ایک کرخت آواز ابھری۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے پوچھا۔

"تمہارا پرسنل نمبر

"پرسنل نمبر تیرہ گیننگ نمبر ۱۲" عمران نے جواب دیا۔

"کیا پوزیشن ہے جوبی" اس آدمی نے سوال کیا مگر اس بار لہجہ نرم تھا۔

"ابھی تک عمارت سے کوئی آدمی نہیں نکلا" عمران نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے ایکس ٹو اندر ہے" اس آدمی نے جواب دیا۔

"جی ہاں" عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم کار میں بیٹھو اور اس گٹر تک ہمیں لے چلو" تحکمانہ لہجے میں حکم دیا گیا۔ اور عمران خاموشی سے ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور پھر اس کی رہنمائی پر کار تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ اگلے چوک سے ٹرن لے کر وہ ایک اور سڑک پر گھوم گئے۔ جو زیرو ہاؤس کی پشت کی طرف چلی جاتی تھی۔ ایک درخت کے نیچے جا کر عمران نے کار رکوا دی اور انہیں نیچے اترنے کے لئے کہا۔ اس کے کہنے پر وہ تینوں کار سے نیچے اتر آئے۔ عمران نے دیکھا کہ وہ تینوں لمبے تڑنگے اور سڈول جسم کے مالک تھے۔ ان کے کھڑے ہونے اور حرکت کرنے کے انداز سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ لڑائی بھڑائی کے فن میں خاصے طاق ہیں۔ عمران انہیں لئے ہوئے ایک پتلی سی گلی میں گھس گیا اور پھر گلی کے آخری کونے پر موجود گٹر کے دہانے پر پہنچ کر اس نے انہیں روک دیا۔

"یہ اس گٹر لائن کا دہانہ ہے۔ جو ہیڈ کوارٹر کے اندر تک چلی گئی ہے" عمران نے دہانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ان تینوں نے ایک لمحے کے لئے دہانے کو دیکھا جس پر لوہے کا مضبوط ڈھکنا پڑا ہوا تھا اور پھر ان میں سے ایک نے جھک کر دونوں ہاتھوں سے

وہ ڈھکن یوں اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا جیسے وہ لوہے کی بجائے پلاسٹک کا بنا ہوا ہو۔

ان میں سے ایک نے جیب سے ٹارچ نکال کر اس کی لائٹ گٹر میں ڈالی۔ لوہے کی سیڑھیاں گٹر میں اترتی چلی گئی تھیں اور گٹر کی تہہ میں بدبودار پانی چل رہا تھا۔ ٹارچ والا ایک لمحے تک بغور گٹر کی تہہ میں دیکھتا رہا پھر اس نے یکدم ٹارچ کی لائٹ عمران کے نچلے جسم پر ڈالی۔

عمران دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ لوگ اس کے بیان کو چیک کر رہے ہیں۔ عمران گو بظاہر کتنا ہی احمق نظر آئے مگر گنوں کا تو پورا ہی تھا وہ اس بات کا انتظام پہلے سے ہی کر آیا تھا۔ اس کے گھٹنوں سے نیچے اور بوٹ پر سوکھے ہوئے کیچڑ کے نشانات صاف نظر آرہے تھے۔ وہ بھلا اتنی اہم بات کو کیسے نظر انداز کر سکتا تھا۔ ٹارچ والے نے عمران کے نچلے جسم پر کیچڑ کے نشانات دیکھ کر ایک طویل سانس لی اور پھر ٹارچ بجھا دی۔ "چلو پہلے تم نیچے اترو"

اس نے تحکمانہ لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا سیڑھیاں اترنے لگا۔ اس کے بعد باقی تینوں بھی سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ اور پھر ٹارچ کی روشنی اور عمران کی رہنمائی میں وہ آگے بڑھتے رہے۔

"جوبی کیا تمہارے پاس ریوالور ہے"

اسی ٹارچ والے نے جو اس ٹیم کا انچارج معلوم ہوتا تھا پوچھا۔

"نہیں جناب ریوالور تو ایکسٹو نے پہلے ہی چھین لیا تھا"

عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

"یہ ایکس ٹو کیا بہت لحیم شحیم اور طاقتور آدمی ہے"

باقی دو میں سے ایک نے پہلی بار زبان کھولی وہ شاید ایکس ٹو کے تصوّر سے ہی خوفزدہ تھا۔

"عام جسامت کا آدمی ہے جناب۔ بس چہرے پر سیاہ رنگ کا نقاب چڑھائے رکھتا ہے۔" عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا کہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ ایکسٹو کی رہنمائی میں ہی ایکسٹو کو اغوا کرنے جا رہے ہیں تو کیسا رہے۔

کمال ہے —— یقین نہیں آتا۔ ایکس ٹو کے متعلق تو تمام دنیا میں عجیب عجیب کہانیاں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ تمام دنیا کی سیکرٹ سروسز میں سب سے زیادہ پراسرار کردار ہے۔"

اسی آدمی نے جس نے ایکسٹو کے متعلق سوال کیا تھا۔ بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب چلتے چلتے ایک موڑ مڑے اور پھر گٹر کے ایک دہانے کے نیچے جا کر عمران رک گیا۔ یہاں بھی سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔

"یہ دہانہ ٹھیک عمارت کے اندر برآمدے کے قریب کھلتا ہے۔"

عمران نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ اور انچارج نے سر ہلایا اور پھر بڑی آہستگی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

دہانے کے قریب پہنچ کر اس نے سیڑھیوں پر اپنے پیر جمائے اور پھر دونوں ہاتھوں سے ڈھکنا اٹھانے کے لئے زور لگایا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد ڈھکنا اٹھتا چلا گیا۔

انچارج نے بڑی آہستگی سے ڈھکنا ایک طرف کھسکا دیا۔ اس نے حتی الامکان کوشش کی تھی کہ ڈھکنا اٹھنے یا کھسکانے میں کوئی آواز پیدا نہ ہو۔ ڈھکنا ہٹنے کے بعد وہ چند لمحوں تک گٹر میں ہی دبکا رہا پھر اس نے

بڑی آہستگی سے اپنا سر باہر نکالا۔ سر باہر نکال کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر نیچے کھڑے ہوئے اپنے ساتھیوں کو اوپر آنے کا اشارہ کرتا ہوا خود باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جانے کے بعد عمران سمیت باقی دو بھی باہر نکل آئے انچارج گٹر سے نکل کر عمارت کی دیوار کے ساتھ چمٹا کھڑا تھا۔ وہ سب بھی آہستگی سے چلتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔ اب عمران کے علاوہ ان تینوں کے ہاتھوں میں سائیلنسر لگے ریوالور تھے۔ عمران نے انہیں برآمدے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ تینوں آہستگی سے رینگتے ہوئے برآمدے کی طرف چل دیئے سامنے ہی زیرو ہاؤس کا گیٹ نظر آ رہا تھا۔ جہاں جوزف دونوں پہلوؤں میں ریوالور لٹکائے ایک ہاتھ میں شراب کی بوتل پکڑے ٹہل رہا تھا۔ اس کا رخ گیٹ کی طرف ہی تھا۔ زیرو ہاؤس تیز روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ اس لئے کسی وقت جوزف کی نظران پر پڑ سکتی تھی۔ مگر عمران کو معلوم تھا کہ بلیک زیرو جوزف کو ہدایات دے چکا ہو گا۔ ورنہ اب تک جوزف نہ جانے کیا کر چکا ہوتا۔

"کیوں نہ اس حبشی چوکیدار کو ختم کر دیا جائے۔"

انچارج نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

"جیسے آپ کی خوشی ویسے میرا خیال ہے کہ ہم اس کو چھیڑے بغیر پہلے ایکسٹو کو قابو میں کر لیں ورنہ ہو سکتا ہے کوئی گڑبڑ ہو جائے۔"

عمران نے بھی سرگوشیانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اگر اس نے مداخلت کی تو پھر اس سے نپٹ لیں گے۔"

انچارج کی سمجھ میں بات آ گئی۔

اور پھر وہ رینگتے ہوئے برآمدے تک پہنچ گئے۔ پھر عمران نے سب سے پہلے تیزی سے زقند لگائی اور برآمدے کے ایک ستون کے پیچھے چھپ گیا۔

باقی تینوں نے بھی اس کی پیروی کی۔

چند لمحوں تک وہ سب ستونوں کی اوٹ میں چھپے رہے۔ پھر عمران خاموشی سے برآمدے میں موجود ایک دروازے کی طرف بڑھا اور اس نے دروازے کو ہاتھ سے دھکا دیا مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔ عمران نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر جیب سے ایک تار نکال کر اس نے لاک میں ڈالا اور دوسرے لمحے لاک سے کھٹک کی آواز نکلی اور اس بار دروازہ کھلتا چلا گیا۔ عمران نے ان کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور پھر ان کے کمرے میں آجانے کے بعد عمران نے دروازہ بند کر دیا۔ آٹومیٹک لاک دوبارہ بند ہو گیا۔ عمران کی رہنمائی میں قدم بہ قدم رکھتے ہوئے وہ تینوں آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہ ایک طویل راہداری تھی۔ جس کے آخری کونے پر ایک دروازے کے سامنے عمران جا کر رک گیا۔ عمران نے اس دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ عمران چند لمحے خاموشی سے کھڑا سن گن لیتا رہا۔ پھر وہ اندر داخل ہو گیا۔ کمرہ ہر قسم کے سازوسامان سے خالی تھا۔ ان تینوں کے اندر آجانے کے بعد عمران نے دروازہ بند کر دیا۔ اور جیب سے تار نکال کر لاک بند کر دیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ مڑا ان تینوں کے ریوالور اس کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔

"تم ہمارے ساتھ دھوکا کر رہے ہو۔ ایکسٹو کہاں ہے"

انچارج نے انتہائی سخت لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور عمران نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر انتہائی دبی ہوئی آواز میں ان سے کہا۔

"میں نے باس کو رپورٹ دی تھی کہ یہاں ہر طرف الیکٹرونک آلات بچھے ہوئے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ایکس ٹو کہاں ہو گا۔ اور ایکسٹو تک پہنچنے میں

نہ جانے ہمیں کتنے مراحل طے کرنے پڑیں۔ ایکسٹو نے مجھے اس کمرے کے اندر بند کیا ہوا تھا۔ آپ لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ تالے میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے چنانچہ ایکسٹو کے جانے کے بعد میں باہر نکلا اور پھر اس گٹر کے راستے عمارت سے باہر آگیا۔ اب اسی راستے سے ہم اس کمرے میں پہنچ گئے ہیں۔ ابھی ایکسٹو کو شاید یہی معلوم ہو گا۔ کہ میں اس کمرے میں ہوں۔ اس لئے پروگرام یہ ہے کہ میں یہاں چیخ و پکار شروع کر دیتا ہوں۔ ایکسٹو ضرور میرا پتہ کرنے آئے گا۔ ہم ایکسٹو کو یہیں قابو کر لیں گے۔ اور پھر اسے بے ہوش کر کے اس گٹر کے راستے باہر نکل جائیں گے۔ یہ ہے اصل پوزیشن اب آپ جیسے چاہیں ویسے کر لیں۔"

عمران نے انہیں تمام سچویشن سمجھائی۔

"مگر ہو سکتا ہے ایکسٹو کی بجائے کوئی اور آجائے۔"

انچارج نے مشکوک لہجے میں سوال کیا۔

"ایکس ٹو اس عمارت میں اکیلا رہتا ہے اس نے مجھے بتلایا تھا۔ ویسے بھی گینگ نمبر ۲ کے باس ٹام نے بھی مجھے بتلایا تھا۔ کہ ایکسٹو اکیلا سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں رہتا ہے۔"

عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ایسا ہی کرو۔ اس میں رسک کم سے کم ہے۔" انچارج نے کہا۔ اور پھر اس کے اشارے پر وہ تینوں عمران کے علاوہ کمرے کے ایک کونے میں سمٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اور عمران نے اچانک کمرے کے دروازے کو زور زور سے کھٹکھٹانا شروع کر دیا اور اس طرح زمین پر لیٹ کر آہ وزاری شروع کر دی۔ جیسے اچانک اس پر کوئی دورہ پڑ گیا ہو۔ اس کے حلق سے بڑی خوفناک آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ فرش پر بری طرح کروٹیں بدل رہا تھا۔ ابھی اسے

اس پروگرام پر عمل شروع کئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اچانک کمرے میں موجود بلب کی روشنی یکدم تیز ہو گئی وہ سمجھ گئے کہ انہیں کسی سکرین پر چیک کیا جا رہا ہے۔ بلب کی روشنی تیز ہوتے ہی عمران کا دورہ بھی تیز ہو گیا اور کونوں میں سمٹے ہوئے مجرم اور زیادہ سمٹ گئے۔ ویسے یہ بات اچھی تھی کہ روشنی کا نظام ایسا تھا کہ تیز ہونے کے باوجود بھی کمرے کے کونوں میں بدستور اندھیرا تھا۔

بلب چند لمحوں تک تیز روشنی پھینکتا رہا پھر پہلے والی حالت میں آ گیا اور اس کے ساتھ ہی عمران کی آہ وزاری میں بھی کمی آ گئی۔

کونوں میں سمٹے ہوئے افراد نے بلب کی روشنی مدہم ہوتے ہی اطمینان کی سانس لی۔ ویسے وہ جونی کی اداکاری پر دل ہی دل میں عش عش کر رہے تھے۔ اگر انہیں پہلے سے معلوم نہ ہوتا کہ جونی اداکاری کر رہا ہے تو اس کی حالت دیکھ کر وہ بھی اس کی اس حالت کو حقیقت ہی سمجھتے۔

اس لئے اب انہیں امید ہو گئی تھی کہ ایکسٹو ضرور کمرے میں آئے گا چنانچہ وہی ہوا۔ چند لمحوں بعد راہداری کسی کے قدموں کی بھاری آواز سے گونجنے لگی۔ قدموں کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ آنے والا ایک آدمی ہے۔ قدموں کی آواز سنتے ہی عمران کی آہ وزاریوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اور کونے میں سمٹے ہوئے افراد بھی چوکنے ہو گئے۔ قدموں کی آواز دروازے کے سامنے آ کر رک گئی پھر تالے میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی اور دروازہ آہستہ آہستہ کھلتا چلا گیا۔

عمران بدستور فرش پر پیٹ پکڑے لٹو کی طرح گھوم رہا تھا۔ اس کی ایکٹنگ واقعی قابلِ داد تھی۔ دروازہ کھلنے کے باوجود آنے والا چند لمحوں

تک باہر کھڑا رہا۔ پھر مشین گن کی نال کمرے کے اندر داخل ہوئی اور ایک لمحے کے بعد ایک نقاب پوش نے کمرے کے اندر قدم رکھا۔ اس کی نظریں چند لمحوں تک عمران پر جمی رہیں پھر وہ آگے بڑھا۔

اور اسی لمحے کمرے میں موجود افراد میں سے انچارج نے جو ایکسٹو کے زیادہ قریب تھا۔ اچانک اس پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملے میں ایکسٹو کے ہاتھوں سے مشین گن نکلتی چلی گئی۔ اسی لمحے عمران بھی اچھل کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور باقی افراد بھی ریوالور لئے کونوں سے نکل کر روشنی میں آ گئے اب ایکسٹو ان چاروں کے درمیان میں کھڑا تھا۔ مگر اس کی پوزیشن دیکھ کر وہ سب متاثر ہوئے کیونکہ وہ اس طرح اطمینان سے کھڑا تھا۔ جیسے دشمنوں کی بجائے دوستوں میں موجود ہو۔

"خبردار اگر حرکت کی تو چھلنی کر دوں گا۔"

انچارج نے ریوالور اس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔ مگر اسی لمحے ایکسٹو نے اس طرح اچانک اپنے جسم کو سمیٹا کہ انچارج اڑتا ہوا سامنے موجود دو آدمیوں کے اوپر جا گرا۔ ایکسٹو نے تیزی سے کمرے سے باہر نکلنا چاہا۔ مگر عمران نے اس پر چھلانگ لگا دی اور ایکسٹو کو رگیدتا ہوا کمرے کے کونے تک لے گیا۔ مگر پھر عمران بھی اس طرح اچھل کر ایک طرف جا پڑا۔ جیسے اس کے جسم میں سپرنگ لگ گئے ہوں۔ اسی لمحے باقی تینوں نے ایکسٹو پر چھلانگیں لگا دیں۔ وہ ریوالور استعمال نہیں کر رہے تھے۔ کیونکہ گریٹ باس کے حکم پر وہ اسے زندہ گرفتار کر کے لے جانا چاہتے تھے شاید اس طرح وہ پوری سیکرٹ سروس کو گرفتار کرنا چاہتا تھا۔

اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں ایک خوفناک جنگ کا آغاز ہو گیا ایکسٹو

اکیلا ہونے کے باوجود بے حد پھرتیلا ثابت ہو رہا تھا۔ وہ ان چاروں کو انگلیوں پر نچا رہا تھا۔ اس کے جسم میں جیسے بجلی کا کرنٹ دوڑ گیا تھا۔ وہ چاروں اپنی پوری کوششوں کے باوجود بھی اس پر قابو پانے سے قاصر ہو رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی ایکسٹو کا داؤ چل گیا اور ان میں سے ایک آدمی کربیہ چیخ مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔ ایکسٹو کی کھڑی ہتھیلی کے وار نے اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی تھی اب عمران سمیت اس کے مقابلے میں تین افراد باقی رہ گئے تھے۔

اچانک عمران کا داؤ چل گیا۔ اور اس نے ایکسٹو کا بازو پکڑ کر اس طرح گھمایا کہ ایکسٹو فضا میں قلابازی کھاتا ہوا فرش پر جا گرا اور اس کے ساتھ ہی باقی دونوں نے اسے چھاپ لیا ایکسٹو نے بڑی پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر انچارج نے پوری قوت سے ایکسٹو ـــــ کی کنپٹی پر مکہ جڑ دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایکسٹو کا مکہ اس کے پیٹ پر پوری قوت سے پڑا اور وہ اچھل کر فرش پر جا گرا۔ مگر عمران نے اتنی دیر میں فرش پر پڑی ہوئی مشین گن اٹھا لی اور پھر اس نے مشین گن کا دستہ فرش پر پڑے ہوئے ایکسٹو کے سر پر مارنا چاہا مگر ایکسٹو تیزی سے کروٹ بدل گیا۔ اور عمران کا وار خالی گیا۔ مگر دوسرے آدمی نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ریوالور کا دستہ پوری قوت سے ایکسٹو کے سر پر دے مارا اور پھر وہ مسلسل وار کرتا چلا گیا۔ عمران نے چند لمحوں کے لئے دانت بھینچ لئے اور پھر اس نے آگے بڑھ کر اس آدمی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب بلیک زیرو بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

"بس کرو یہ بے ہوش ہو چکا ہے" عمران نے اس آدمی کا ہاتھ روکتے ہوئے کہا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں بڑا پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ ورنہ یہ تینوں آدمی اس کے سامنے کیا حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن بڑے مقصد کے لئے چھوٹی

تکالیف برداشت کرنی ہی پڑتی ہیں۔

"بڑا سخت جان واقع ہوا ہے اگر جوبی نے اسے زمین پر نہ پٹخا ہوتا تو شاید ہی یہ قابو آتا" ـــــ انچارج نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کوئی اور مصیبت نہ ٹوٹ پڑے" عمران نے انچارج کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم اسے اٹھاؤ میں جارج کی لاش اٹھاتا ہوں"

انچارج نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران نے بے ہوش بلیک زیرو کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا انچارج نے فرش پر پڑے ہوئے جارج کی لاش اٹھا کر کاندھے پر ڈال لی اور دوسرے آدمی نے بلیک زیرو کی مشین گن ہاتھ میں لے لی اور پھر وہ تینوں کمرے سے باہر نکل آئے۔ تیزی مگر احتیاط سے چلتے ہوئے وہ برآمدے میں آئے اب یہاں جوزف کا مسئلہ تھا۔ جو بدستور گیٹ پر کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ برآمدے سے رینگتے ہوئے وہ گیٹ کی طرف بڑھتے گئے۔ مگر جیسے ہی وہ برآمدے کا موڑ مڑے اچانک ایک آدمی کے ہاتھ سے مشین گن چھوٹ کر نیچے جا گری۔ مشین گن کے گرنے سے زوردار دھماکہ ہوا اور جوزف جو گیٹ پر کھڑا ٹہل رہا تھا۔ تیزی سے پلٹا اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شراب کی بوتل بجلی کی سی تیزی سے نیچے پھینکی اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھوں میں دونوں ریوالور نکل آئے۔

"تم جلدی گٹر میں چلو میں اسے سنبھالتا ہوں"

انچارج نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ جارج کی لاش کو آڑ بنا کر اس نے جوزف پر ریوالور کا فائر کر دیا مگر جوزف اب چیتے کی طرح چوکنا ہو چکا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے چھلانگ لگائی اور گیٹ کے قریب ایک باڑ

کے پیچھے چھپ گیا ــــــــ اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں ریوالوروں نے آگ اگلی اور دونوں گولیاں جارج کی لاش میں گھستی چلی گئیں۔ انچارج جارج کی لاش کی آڑ میں ہونے کی وجہ سے بچ گیا تھا۔ ان دونوں کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہونے لگا اور اس دوران عمران بلیک زیرو سمیت گٹر میں اترنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور دوسرا آدمی بھی نیچے اتر آیا۔ انچارج بھی جارج کی لاش کو ڈھال بنائے آہستہ آہستہ گٹر کی طرف کھسکتا چلا آیا۔ جوزف ابھی تک باڑ کے پیچھے سے ہی فائرنگ کر رہا تھا۔ اس نے آگے آنے کی کوشش نہیں کی تھی پھر انچارج تیزی سے گٹر میں اتر آیا۔ جارج کی لاش وہ گٹر کے دہانے پر ہی چھوڑ آیا تھا۔

"جلدی بھاگو" ــــ انچارج نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور وہ تینوں پوری رفتار سے دوڑتے ہوئے گٹر لائن کے بیرونی دہانے تک آ پہنچے اور پھر انتہائی تیزی سے وہ گٹر سے باہر آ گئے یہاں ہر طرف ویرانی ہی تھی۔ آس پاس کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گٹر سے نکلتے ہی وہ تینوں تیزی سے کار کی طرف بڑھے اور پھر عمران نے پچھلی سیٹ پر بلیک زیرو کو لٹا دیا۔ اور خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ انچارج نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور دوسرا آدمی انچارج کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے کار سٹارٹ ہوئی اور پھر کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح سڑک پر بھاگتی چلی گئی۔

بلیک زیرو سیٹ پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ عمران نے آہستہ سے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور دوسرے لمحے اس کے لبوں پر پراسرار مسکراہٹ تیر گئی۔ کیونکہ بلیک زیرو بے ہوش نہیں تھا۔ بلکہ وہ بے ہوشی کی ایکٹنگ کر رہا تھا

اور پھر بلیک زیرو کے سیٹ سے نیچے لٹکے ہوئے ہاتھ نے آہستہ سے حرکت کی اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ نیچے ہی نیچے عمران کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے آستین پر جو گھڑی پہنی ہوئی تھی اس میں جدید ترین ٹرانسمیٹر فٹ تھا۔ بلیک زیرو کی کلائی جیسے ہی عمران کے قریب آئی۔ عمران نے گھڑی کا ونڈ بٹن دبا دیا اور بلیک زیرو کی آستین دوبارہ لٹک گئی۔ مگر اب ٹرانسمیٹر آن ہو چکا تھا ظاہر ہے بلیک زیرو نے جنرل فریکونسی سیٹ کر رکھی ہو گی۔ اب سیکرٹ سروس کے ممبران جہاں جہاں ہوں گے الرٹ ہو گئے ہوں گے۔

"ویسے کمال ہے جتنی ایکسٹو کی شہرت سنی تھی اتنی ہی آسانی سے قابو آ گیا۔ ورنہ کون سوچ سکتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے"۔ عمران نے سکوت کا پردہ چاک کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں جونی ایسی بات نہیں بس کچھ ہمارا مقدر ہی اچھا تھا۔ ورنہ مجھے تو اب تک یقین نہیں آ رہا کہ ہم ایکسٹو کو اغوا کر کے لے جا رہے ہیں"۔ انچارج نے جواب دیا۔

"یہ آپ ونگٹن روڈ پر کیوں جا رہے ہیں۔ یہ سڑک تو شہر کے باہر جاتی ہے"۔ عمران نے جان بوجھ کر روڈ کا نام لیتے ہوئے کہا۔

"مین ہیڈ کوارٹر ادھر ہی ہے۔ مگر تم خاموش بیٹھو اور خیال رکھو کہیں ایکسٹو ہوش میں نہ آ جائے"۔ انچارج نے اس بار کرخت لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں ابھی اس کے ہوش میں آنے کی کوئی امید نہیں"۔ عمران نے جواب دیا اور پھر خاموش ہو گیا۔ اس کا مقصد حل ہو گیا تھا۔ کہ سیکرٹ سروس کو ایکسٹو کے اغوا اور ونگٹن روڈ کی طرف جانے کی اطلاع مل گئی ہو گی۔ وہ

اگر چاہتا تو اغوار کے منصوبے سے پہلے سیکرٹ سروس کو زیرو ہاؤس کے گرد تعینات کر دیتا۔ مگر اس طرح ہو سکتا تھا کہ مجرم مشکوک ہو جاتے اور وہ انہیں کسی صورت میں بھی مشکوک نہیں کرنا چاہتا تھا۔

کارونگٹن روڈ سے آگے بڑھ کر گھومتی ہوئی اب بیچلر روڈ پر دوڑی چلی جا رہی تھی اور پھر بیچلر روڈ کے آخری کنارے پر موجود ایک سنسان سی کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر کار رک گئی۔ کوٹھی کا گیٹ بند تھا۔ انچارج نے نیچے اتر کر خود جا کر گیٹ کھولا اور پھر کار اندر لئے چلا گیا۔ کوٹھی کی ظاہری حالت سے محسوس ہوتا تھا۔ کہ یہ کوٹھی صدیوں سے ویران پڑی ہوئی ہے۔

گرد آلود پورچ میں جا کر کار رک گئی اور پھر انچارج عمران کو بھی اترنے کا اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل آیا۔ ان کا دوسرا ساتھی بھی باہر آ چکا تھا۔ انچارج نے آگے بڑھ کر بے ہوش بلیک زیرو کو خود اپنے کاندھے پر ڈالا اور پھر وہ تینوں کوٹھی کے برآمدے میں موجود ایک دروازے میں گھستے چلے گئے۔

عمران سمجھ گیا تھا کہ ہیڈ کوارٹر کوٹھی کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانوں میں ہو گا۔ اندر داخل ہوتے وقت ان کی پوزیشن اس طرح تھی کہ سب سے آگے انچارج بلیک زیرو کو اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کے بعد عمران اور اس کے پیچھے دوسرا آدمی ہاتھ میں بلیک زیرو والی مشین گن اٹھائے آ رہا تھا جس کمرے میں وہ داخل ہوئے۔ وہ انتہائی گرد آلود تھا۔ انچارج ایک اور دروازے کے سامنے رک گیا۔ اس نے مخصوص انداز میں تین بار دروازے پر دستک دی اور پھر چند لمحے ٹھہر کر دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ انچارج نے ان دونوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود بلیک زیرو کو لے کر کمرے کے اندر چلا گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔

تقریباً دس منٹ بعد انچارج خالی ہاتھ دروازہ کھول کر باہر نکلا وہ بلیک زیرو کو اندر ہی کہیں چھوڑ آیا تھا۔

"آؤ چلیں" اس نے دونوں سے مخاطب ہو کر کہا اور خود بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"مگر ایکسٹو" عمران نے حیرت زدہ لہجے میں سوال کیا وہ بلیک زیرو کو یہاں اکیلا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔

"وہ خود گریٹ باس کے پاس پہنچ جائے گا۔ تم چلو"

انچارج نے مڑ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں بھی گریٹ باس سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے ضروری تفصیلات انہیں بتانی ہیں" عمران نے بہانہ بنایا

"جب گریٹ باس چاہے گا تمہیں بلا لے گا"

انچارج نے اس بار کرخت لہجے میں جواب دیا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا۔ پھر اس کے ساتھ باہر نکلنے لگا۔ عمران کمرے سے باہر جا چکا تھا اور اس کا ساتھی عمران کے ساتھ ہی تھا۔ اور پھر جیسے ہی عمران نے دروازے کی دوسری طرف قدم بڑھایا۔ اچانک اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی ضرب انتہائی زوردار اور غیر متوقع پڑی تھی۔ اس لئے عمران کی آنکھوں کے آگے ستارے ناچ گئے اس نے اپنے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر دوسرے لمحے اس کے سر کے پچھلی طرف ایک اور زوردار ضرب پڑی اور عمران کے ذہن میں تاریکی اپنے پنجے گاڑتی چلی گئی اور ڈوبتے ہوتے ذہن میں صرف اتنا خیال رہ گیا۔ کہ پہلی ضرب مارنے والا خود انچارج ہی تھا اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے ___ ناچنے والے ستاروں میں بھی روشنی نہ رہی۔

ٹائیگر جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا ایک ہلکی سی چٹ کی آواز ابھری اور تاریک کمرہ تیز روشنی سے منور ہوگیا۔ ٹائیگر کے اندر داخل ہوتے ہی اس کے پیچھے دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ کمرہ ہر قسم کے ساز و سامان سے خالی تھا۔ کمرے کے درمیان میں صرف ایک کرسی پڑی ہوئی تھی۔ ٹائیگر روشنی ہوتے ہی دروازے کے قریب ٹھٹھک گیا تھا۔

"کرسی پر بیٹھ جاؤ ٹائیگر" کمرے میں کرخت آواز گونجی اور ٹائیگر نے آواز سنتے ہی اِدھر اُدھر دیکھا۔ مگر اسے کہیں بھی مائیکرو فون نظر نہ آیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آواز کمرے کی ہر دیوار سے نکل رہی ہو۔ اور ٹائیگر خاموشی سے چلتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔

اس کے بیٹھتے ہی کمرے کی سامنے کی دیوار درمیان میں سے اپنی جگہ سے سرکتی گئی۔ اب وہاں ایک خاص بڑی سکرین تھی۔ دوسرے لمحے سکرین روشن ہوگئی اور پھر ٹائیگر نے دیکھا کہ سکرین پر وہ خود جیکال کے ساتھ ایک راہداری میں چلتا ہوا جا رہا تھا۔ دوسرے لمحے سین بدلا اور ٹائیگر نے اپنے آپ کو کمرے کے ایک فرش پر پڑا ہوا دیکھا۔ جہاں چار لڑاکے اسے گیند کی طرح اچھال رہے تھے پھر ٹائیگر اور ان آدمیوں کی خوفناک جنگ پوری وضاحت کے

ساتھ سکرین پر چلتی رہی۔ گو جس کمرے میں ٹائیگر کی لڑائی ہوئی تھی وہ تاریک تھا۔ مگر یہاں سکرین پر ایک ایک چیز واضح نظر آ رہی تھی۔ لڑائی کے بعد نشانہ بازی کے مناظر اس کی نظروں کے سامنے سے گزرتے رہے اور ٹائیگر کو یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے ایکشن سے بھرپور کوئی جاسوسی فلم دیکھ رہا ہو۔ ویسے فلم میں اپنی پھرتی دیکھ کر وہ دل ہی دل میں حیران بھی ہو رہا تھا کہ آیا واقعی یہ اسی کا کام ہے یا اس کی جگہ کوئی اور ہے۔ اس وقت تو جان بچانے کے لئے وہ ہر کام کر گزرا تھا مگر اب آرام سے کرسی پر بیٹھ کر دیکھتے ہوئے اسے محسوس ہو رہا تھا کہ واقعی اس نے ناقابلِ یقین کارنامے سرانجام دیئے ہیں اور پھر جیکال کے اندر آنے اور اس سے ریوالور لے کر دروازے سے باہر نکلنے کے بعد فلم ختم ہوگئی اور ٹائیگر نے اطمینان کا طویل سانس لیا کیونکہ اسے یہ خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ کہیں اس کی وہ کارروائی بھی فلم میں شامل نہ ہوگئی ہو۔ جب اس نے کمرے میں جا کر عمران کو کال کیا تھا۔ اور اس کے ساتھ سکرین تاریک ہوگئی اور پھر دیوار دوبارہ اپنی جگہ برابر ہوگئی۔

"ٹائیگر تم واقعی ہمارے کام کے آدمی ہو۔ ہمیں بے حد خوشی ہے کہ ٹابر نے ہمارے لئے ایک مناسب آدمی کا انتخاب کیا ہے" دوبارہ وہی کرخت آواز کمرے میں گونجی۔

"آپ بے فکر رہیں باس یہ تو صرف امتحان تھا۔ مشن کے دوران میری کارکردگی اس سے کہیں زیادہ اچھی ہوگی" ——— ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہمیں یقین ہے اس لئے اتنے اہم کام کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہے" اور ٹائیگر اسی اہم کام کے لئے ہمہ تن گوش ہوگیا۔ اس کام کو معلوم کرنے

کے لئے تو اس نے سب پاپڑ بیلے تھے۔

"آپ حکم کیجئے، باس اور اس کے ساتھ ہی بے فکر ہو جائیے کہ آپ کا کام ہر قیمت پر تکمیل پذیر ہو جائے گا۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ٹائیگر کیا تم لیبیا کے جنرل قافی کے متعلق کچھ جانتے ہو۔" باس نے اچانک سوال کیا۔ اور یہ سنتے ہی ٹائیگر کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ اتنی بات سنتے ہی مجرموں کی بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔

"کچھ زیادہ معلومات تو نہیں البتہ اس کا نام سنا ہوا ہے۔ دراصل مجھے سیاست سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔"

ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تو سنو اس ملک میں عنقریب مسلم سربراہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں مملکت لیبیا کے جنرل قافی بھی شرکت کر رہے ہیں۔ تم نے ایئرپورٹ پر جنرل قافی کو گولی مار کر ہلاک کرنا ہے۔" باس نے اس اہم کام کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"مگر باس یہ کیسے ممکن ہے وہاں تو سخت ترین پہرہ ہو گا۔"

ٹائیگر نے جواب دیا۔

"خبردار آئندہ تمہارے منہ پر ناممکن کا لفظ نہ آنے پائے۔ ہمارا کارہی سے منسلک کوئی بھی فرد کبھی بھی ناممکن کا تصور بھی ذہن میں نہیں لاتا۔ ہمارا کارہی کے لئے ہر چیز ممکن ہے اگر ممکن نہیں تو اسے ممکن بنا لیا جاتا ہے۔"

باس نے اچانک دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سوری باس میں نے تو ایک بات کی تھی ورنہ میرا اس سے یہ مقصد نہیں تھا کہ میں اسے ناممکن تصور کرتا ہوں۔"

بہرحال آئندہ خیال رکھنا تم نے یہ کام کرنا ہے، چاہے جیسے بھی کر دو ویسے زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ تم انٹلی جنس کے کسی بڑے آفیسر کی جگہ سنبھال لو۔ مثلاً ڈائریکٹر انٹلی جنس سر رحمان زیادہ مناسب رہے گا۔ وہ اس ملک کا انتہائی بااعتماد فرد گردانا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی موجودگی ایئرپورٹ پر ضروری ہو گی۔ اس کے میک اپ میں تم یہ کام بآسانی کر سکتے ہو۔"

باس نے منصوبہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں کسی بھی وقت سر رحمان کو اغوا کر کے اس کی جگہ سنبھال لوں۔ ہو سکتا ہے عین موقع پر ایسا نہ ہو سکے۔"

ٹائیگر نے جواب دیا۔

"نہیں اس تاریخ سے پہلے تم باہر نہیں جا سکتے۔ ہم انٹلی جنس ڈائریکٹر کو اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر لے آئیں گے اور پھر تمہیں اس کا میک اپ کر کے عین وقت پر ایئرپورٹ بھیج دیا جائے گا۔" باس نے جواب دیا۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں ویسے میرے ذاتی خیال کے مطابق اس کے لئے لمبے چوڑے پروگرام کی ضرورت نہیں، آپ مجھے اجازت دیں میں خود ہی کوئی نہ کوئی بندوبست کر لوں گا۔ آپ کو تو صرف کامیابی چاہیئے اور وہ کامیابی آپ کو ہر قیمت پر ملے گی۔"

ٹائیگر نے باس کی رائے بدلنے کے لئے ایک تجویز پیش کی۔

"نہیں جو پروگرام ہم نے مرتب کیا ہے تمہیں اس پر چلنا پڑے گا۔ ہم اپنے فیصلوں پر کسی کی رائے سننے کے عادی نہیں ہیں۔"

گریٹ باس نے انتہائی کرخت اور تحکمانہ لہجے میں جواب دیا۔

"مگر باس اگر اسے گستاخی نہ سمجھا جائے تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ اگر

اس پروگرام پر عمل کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے تو پھر میری خدمات کی کیا ضرورت تھی۔ آپ اپنے کسی بھی ممبر کو انٹلی جنس ڈائریکٹر کے میک اپ میں ایئرپورٹ بھیج سکتے تھے۔"

ٹائیگر نے اپنے ذہن میں موجود الجھن کو آخر اگل ہی دیا۔

"تمہاری اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ذہنی طور پر بے حد تیز ہو مگر کیا تم ہمیں بے وقوف سمجھتے ہو تمہیں معلوم ہے یہ قتل بین الاقوامی سیاست پر کتنے گہرے اثرات ڈالے گا۔ اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر بفرض محال تم یہ قتل نہ کر سکو اور پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہو جاؤ۔ یا قتل کے بعد تم اپنی جان بچا کر ایئرپورٹ سے نہ نکل سکو تب بھی اس قتل کا تمام تر الزام مقامی حکومت کے سر آئے۔ میک اپ صاف ہونے کے بعد بھی قاتل مقامی ہونا ضروری ہے۔ مگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم اس مشن میں ناکام رہو یا مشن میں کامیابی کے بعد پکڑے جاؤ اسی لئے ہم نے تمہارا انتہائی سخت امتحان لیا تھا۔ اس امتحان کے بعد ہم اس فیصلے پر پہنچے ہیں کہ تم مشن میں بھی کامیاب رہو گے اور وہاں سے اپنی پھرتی چالاکی اور عقل مندی کی وجہ سے بچ کر نکل آنے میں بھی کامیاب رہو گے۔"

گریٹ باس نے اس کی الجھن حل کرتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر ان کی چالاکی پر دل ہی دل میں عش عش کر اٹھا۔ وہ جانتا تھا کہ باس کی بات اپنی جگہ بالکل درست ہے اگر قتل ہو گیا تب بھی الزام مقامی حکومت پر اور اگر نہ ہو تب بھی اقدام قتل کا الزام مقامی حکومت پر آئے گا یہ بات دونوں طرف سے ہارا کاری کے مفاد میں جاتی تھی۔

"تھینک یو باس اب میری الجھن حل ہو گئی ہے اور آپ یقین رکھیں کہ

میں نہ صرف اپنے ٹارگٹ کو قتل کرنے میں کامیاب رہوں گا بلکہ بچ کر بھی نکل آؤں گا۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوکے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ ویسے تمہیں ہر وقت اپنے اعصاب اور ذہن کو چست رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ کسی بھی لمحے تمہیں اس مشن پر بھیجا جا سکتا ہے۔"

گریٹ باس نے کہا اور پھر بلب کی روشنی مدھم پڑ گئی۔ ٹائیگر کرسی سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا اور وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ دروازے پر جیکال موجود تھا۔

"آئیے مسٹر ٹائیگر۔" جیکال نے ٹائیگر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور ٹائیگر خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔ مگر وہ دل ہی دل میں جیکال کی آمد پر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد اسے تنہائی کا موقع ملے اور وہ عمران کو تنظیم کے اس بھیانک پروگرام کی تفصیل سے آگاہ کر دے۔ جیکال اسے لئے ہوئے مختلف راہداریوں سے گزرتا ہوا ایک کمرے میں داخل ہوا اس کمرے میں مختلف مشینیں موجود تھیں اور چار غیر ملکی کمرے کے درمیان کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ جیکال نے ٹائیگر کو ان غیر ملکیوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹائیگر ہے جسے باس نے مشن نمبر ا کے لئے منتخب کیا ہے۔ باس کا حکم ہے کہ اس کی فائنل چیکنگ کی جائے۔" جیکال نے غیر ملکیوں سے ٹائیگر کا تعارف کرانے کے ساتھ ساتھ باس کا حکم بھی سنا دیا۔

"اب بھی کسی قسم کی چیکنگ کی ضرورت باقی رہ گئی ہے۔" ٹائیگر نے بڑے طنزیہ لہجے میں جیکال سے مخاطب ہو کر کہا۔

"باس کے حکم کے سامنے چوں چرا کی کوئی گنجائش نہیں مسٹر۔"

جیکال نے تلخ لہجے میں ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا اور ٹائیگر نے جواب میں ناگواری سے کندھے جھٹک دیئے۔

"اپنا تمام لباس اتار دیجئے" ایک غیر ملکی نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیوں" ٹائیگر نے اس حکم پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"جو میں کہوں وہ کرو"۔۔۔۔ غیر ملکی نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور ٹائیگر کے پاس اب ان کے احکام ماننے کے سوا اور کیا چارہ تھا۔ اس لئے وہ خاموشی سے لباس اتارنے لگا۔ آخر میں اس کے جسم پر صرف ایک انڈرویئر رہ گیا۔

"انڈرویئر بھی اتار دو" غیر ملکی نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ غلط ہے تمہیں اگر انڈرویئر پر کوئی شک ہے تو تم اسے میرے جسم پر ہی چیک کر سکتے ہیں" ٹائیگر نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ٹائیگر آپ میں بحث کرنے کی عادت ضرورت سے زیادہ ہے اور یہاں بحث کرنے والے کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے۔ آپ صرف اس پر عمل کریں"

غیر ملکی نے اس بار انتہائی سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں موجود دوسرے غیر ملکیوں نے ریوالور نکال لئے۔ ٹائیگر چند لمحے تو کشمکش و پیچ میں رہا پھر اس نے انڈرویئر بھی اتار دیا۔ اب وہ ان غیر ملکیوں کے سامنے مادر زاد برہنہ کھڑا تھا۔

"اس کیبن میں چلے جائیے" غیر ملکی نے تحسین آمیز نظروں سے ٹائیگر کے سڈول اور مضبوط جسم کو دیکھتے ہوئے کہا اور ٹائیگر خاموشی سے کیبن

میں گھس گیا۔ یہ کیبن تمام تر لوہے کا بنا ہوا تھا۔ اس کی چھت سے بیشمار تاریں نکل کر ایک بڑی مشین کے ساتھ منسلک تھیں۔ ٹائیگر کے کیبن میں گھستے ہی اس کا دروازہ لاک کر دیا گیا۔ اور پھر غیر ملکیوں نے مشین کا بٹن آن کر دیا۔ بٹن آن ہوتے ہی مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور اس پر موجود بے شمار رنگ برنگے چھوٹے چھوٹے بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ اور اس پر مشین کے اوپر موجود سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر ٹائیگر کھڑا صاف نظر آ رہا تھا اور ٹائیگر کے گرد چمکتی ہوئی لہروں کا ایک جال سا بنا ہوا نظر آ رہا تھا۔ تقریباً دو منٹ تک مشین مسلسل چلتی رہی پھر مشین کا ایک خانہ کھلا اور اس میں سے ایک کارڈ باہر نکل آیا۔ جس پر بے شمار چھوٹے بڑے سوراخ موجود تھے۔ غیر ملکی نے کارڈ اٹھا کر مشین کا بٹن آف کر دیا اور کارڈ لے جا کر ایک اور مشین کے اندر ڈال دیا اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔ چند لمحوں تک وہ مشین چلتی رہی پھر اس کے ڈائل پر سرخ لفظوں میں ایک تحریر ابھر آئی "آل اوکے" اس تحریر کے نمودار ہوتے ہی جیکال اور تمام غیر ملکیوں نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی اور پھر مشین آف کر دی۔

"ٹائیگر ہر قسم کے شک سے پاک ہے یہ میک اپ میں بھی نہیں ہے اور ذہنی و جسمانی طور پر بالکل فٹ ہے"

غیر ملکی نے جیکال سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے میں اس کا دوسرا لباس لے آتا ہوں"

جیکال نے کرسی پر پڑے ہوئے ٹائیگر کے کپڑے اٹھائے اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ سرخ رنگ کی جیکٹ

اور سرخ رنگ کی پتلون اٹھائے واپس آیا اور پھر اس کے اشارے پر غیر ملکی نے کیبن کا دروازہ کھول دیا۔

" باہر آجائیے مسٹر ٹائیگر" جیکال نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

" میرے کپڑے اندر پھینک دیجیے۔ میں کپڑے پہن کر باہر آؤں گا" ٹائیگر نے کیبن کے اندر سے ہی جواب دیا۔

" ان مقامی لوگوں میں یہ عیب ہے کہ یہ شرماتے بہت ہیں" جیکال نے ناگوار لہجے میں کہا اور پھر ہاتھ میں پکڑے ہوئے کپڑے کیبن کے اندر پھینک دیئے۔

" یہ میرا لباس تو نہیں۔ میرا لباس کہاں ہے" ٹائیگر نے قدرے سخت لہجے میں سوال کیا۔

" تمہارا لباس سٹور میں جمع ہو چکا ہے۔ یہاں کے قانون کے مطابق تمہیں یہی کپڑے پہننے پڑیں گے" جیکال نے جواب دیا اور تھوڑی دیر بعد ٹائیگر سرخ لباس میں ملبوس باہر نکل آیا۔ مگر اس کے چہرے سے جھنجلاہٹ کے آثار صاف عیاں تھے۔

" یہ لباس تبدیل کرنے کی کیا ضرورت تھی اگر میرا لباس مشکوک تھا تو اسے بھی چیک کر لیا جاتا" ٹائیگر نے باہر نکل کر جیکال سے کہا۔

" شٹ اپ تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو۔ ہم باس کی وجہ سے اب تک تمہاری باتیں برداشت کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہزار بار تمہیں کہا ہے کہ تمہیں جو حکم دیا جائے اسے خاموشی سے بجا لاؤ۔ پھر تم بحث کرنا شروع کر دیتے ہو۔ تمہاری وفاداریاں خریدی جا چکی ہیں۔ اب جب تک تم اپنا مشن پورا نہ کر لو تم ہمارے ملازم کی حیثیت رکھتے ہو اور ملازم کا

کام صرف حکم بجا لانا ہے۔ بحث کرنا نہیں" ——— جیکال نے اسے بری طرح جھاڑتے ہوئے کہا اور ٹائیگر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ پھر جیکال اسے چیکنگ روم سے نکال کر اس کے کمرے میں چھوڑ گیا۔ اور کمرے کا دروازہ باہر سے لاک کر دیا گیا۔

ٹائیگر کمرے میں قید بے بس چیتے کی طرح ٹہلتا رہا۔ اس کی جھنجلاہٹ کی سب سے بڑی وجہ اس کا لباس بن گیا تھا اس کے لباس کے کالر میں وہ مخصوص ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ جس کے ذریعے وہ عمران سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ اور لباس کے ساتھ ہی وہ ٹرانسمیٹر بھی اس کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔ چنانچہ وہ اس ادھیڑ بن میں تھا کہ اب کیا کرے۔ عمران کو اس بھیانک منصوبے کی اطلاع دینی ضروری تھی۔ کیونکہ ہو سکتا تھا کہ آخری لمحے میں باس کا پروگرام بدل جائے اور وہ ٹائیگر کی بجائے کسی اور کو جنرل قافی کے قتل کے لئے بھیج دے اور ٹائیگر کو اچھی طرح علم تھا کہ اگر مجرموں کا یہ منصوبہ کامیاب ہو گیا تو اس کے کتنے بھیانک نتائج نکلیں گے۔ اس لئے وہ کم از کم عمران کو اس منصوبے سے آگاہ کرنا بے حد ضروری سمجھتا تھا۔ مگر اب ٹرانسمیٹر کے بغیر وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ آخر سوچتے سوچتے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ کسی طرح وہ سٹور روم جا کر اپنے لباس سے ٹرانسمیٹر نکال لائے گا۔ اس میں رسک تو تھا مگر اتنے بھیانک منصوبے کے مقابلے میں یہ رسک زیادہ نہیں تھا۔ اس لئے وہ اپنے فیصلے پر عمل کرنے کے منصوبے بنانے میں مصروف ہو گیا۔

کیپٹن شکیل اور صفدر دونوں ایکسٹو کے حکم کے مطابق اکٹھے ہی گشت کو نکلے ہوئے تھے۔ اس بار تنویر ان کے ساتھ نہیں تھا۔ اب رات ہونے والی تھی اور تمام دن شہر میں موٹر سائیکلیں دوڑاتے اب وہ بوریت کی انتہا تک پہنچ چکے تھے۔ شہر میں حالات قطعی معمول پر تھے۔ البتہ مسلم سربراہوں کی کانفرنس کی تاریخ کا اعلان ہونے کے بعد شہر میں خوب گہما گہمی تھی۔ ان تمام علاقوں میں جہاں جہاں سے وفود نے گزرنا تھا صفائی کی جا رہی تھی اور شہر میں موجود ہر شخص کی زبان پر کانفرنس کے ہی تذکرے تھے۔

کانفرنس کا موضوع اس وقت ٹیبل ٹاک بنا ہوا تھا۔ انہیں تمام دن گشت کرنے کے باوجود نہ ہی کوئی فرد مشکوک نظر آیا اور نہ ہی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جسے وہ مشکوک گردان سکتے۔

آخر تھک ہار کر وہ کیفے سٹی میں چائے پینے کے لئے بیٹھ گئے اور اس وقت وہ دونوں چائے کی پیالیاں ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بڑے اطمینان سے چسکیاں لینے میں مصروف تھے کہ اچانک کیپٹن شکیل چونک پڑا اور اس کے ساتھ ہی صفدر کی بھی یہی حالت ہوئی۔ ایک لمحے کے لئے

چونکنے کے بعد ان دونوں نے ہی اپنے آپ پر قابو پالیا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو بڑی معنی خیز نظروں سے دیکھا اور بڑے اطمینان سے چائے کی پیالیاں انہوں نے میز پر رکھیں اور پھر یوں ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھا جیسے وقت کا اندازہ کر رہے ہوں۔ یہ ٹرانسمیٹر واچیز تھیں اور ان میں ایسا سسٹم تھا کہ جب کوئی کال آتی تو گھڑی میں سے ایک دو شاخہ راڈ باہر نکلتی اور ان کی کلائی پر ضربیں لگانی شروع کر دیتی ان ضربوں سے انہیں معلوم ہو جاتا کہ کال آئی ہے اور اس وقت وہ چونکے بھی اس بنا پر تھے مگر حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے کی وجہ یہ تھی کہ بیک وقت دونوں کو کال آئی تھی۔

چنانچہ صفدر تیزی سے اٹھا اور پھر ٹوائلٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا کیپٹن شکیل وہیں بیٹھا رہا۔ پھر اس نے گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچا اور گھڑی کو یوں کان سے لگا لیا۔ جیسے وہ اندازہ کر رہا ہو کہ گھڑی چل رہی ہے یا رک گئی ہے ویسے بھی ان کی میز ہال کے آخری کونے میں تھی اور ارد گرد کی میزیں خالی پڑی تھیں۔ اس لئے وہ اطمینان سے گھڑی کو کان سے لگائے بیٹھا رہا۔ دو لمحے بعد اس کے کانوں میں ایک غیر مانوس آواز پڑی ایک آدمی کسی سے کہہ رہا تھا کہ ایکسٹو آسانی سے اغوا کر لیا گیا ہے۔ ایکسٹو کے اغوا کا سن کر اس کے اعصاب سن ہو کر رہ گئے۔ پھر اسی آواز نے ولنگٹن روڈ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اسے تحکمانہ لہجے میں خاموش کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی کافی دیر تک آواز نہ آئی۔ البتہ رابطہ بدستور قائم تھا۔ کیونکہ ڈائل پر بارہ کا ہندسہ چمک رہا تھا۔ حیرت اور جوش سے کیپٹن شکیل کے اعصاب میں بھرپور تناؤ آگیا تھا۔ اس بات کا تو انہوں نے کبھی تصور

بھی نہیں کیا تھا کہ ایکسٹو کو بھی کوئی پارٹی اغوا کر سکتی ہے۔

اسی لمحے اسے صفدر تیز تیز قدم اٹھاتا میز کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ صفدر کا چہرہ بھی جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ اور آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرا رہی تھی۔

"چلو کیپٹن"۔ صفدر نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے میں لرزش تھی شاید ایکسٹو کے اغوا کی غیر متوقع خبر نے اس کے اعصاب کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ کیپٹن شکیل بغیر کوئی جواب دیئے اٹھ کھڑا ہوا اس نے ایک نوٹ چائے دانی کے نیچے رکھا اور پھر دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے کیفے سے باہر نکلتے چلے گئے۔ دروازے سے نکلتے ہوئے کیپٹن شکیل نے گھڑی پر نظر ڈالی تو بارہ کا ہندسہ بدستور چمک رہا تھا۔

"ولنگٹن روڈ یہاں سے قریب ہے جلدی کرو شاید ہم مجرموں کی کار کو کور کر لیں"۔ صفدر نے اچھل کر موٹر سائیکل پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر دوسرے لمحے دونوں کے سیلف سٹارٹ موٹر سائیکلیں بٹن دباتے ہی سٹارٹ ہو کر تیزی سے سڑک کے سینے پر دوڑنے لگیں۔ ان دونوں نے ہی فل ایکسلیٹر گھما دیا تھا۔ اور ڈبل سائیلنسر انجن تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ پھر ایک موڑ مڑتے ہی وہ ولنگٹن روڈ پر پہنچ گئے۔ ولنگٹن روڈ پر اس وقت اکا دکا ہی کاریں موجود تھیں۔ کیونکہ یہ سڑک شہر سے باہر جاتی تھی اور اس طرف ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی انہیں دور سے دو کاریں ایک دوسرے کے پیچھے آتی نظر آئیں وہ ان کی طرف آ رہی تھیں۔ پہلے والی کار سرخ رنگ کی سپورٹس تھی جسے ایک عورت چلا رہی تھی اور وہ کار میں اکیلی تھی۔ چنانچہ وہ شک کے

دائرے سے باہر ہو گئی۔ البتہ اس کے پیچھے سیاہ رنگ کی بڑی سی کار تھی جس پر شک کیا جا سکتا تھا۔ جب وہ کار ان کے قریب سے گزری تو وہ دونوں چونک پڑے۔ کیونکہ اندھیرا ہونے کے باوجود انہوں نے سٹیرنگ پر بیٹھے ہوئے غیر ملکی کو چیک کر لیا تھا۔ گو اس غیر ملکی کی صورت صرف ایک لمحے کے لئے ان کی نظروں کے سامنے سے گزری تھی مگر اسی ایک لمحے میں وہ اس سے مشکوک ہو چکے تھے کیونکہ غیر ملکی کے بال اس طرح بکھرے ہوئے تھے جیسے وہ کسی سے لڑ کر آیا ہو اور چہرے کی ساخت ہی بتلا رہی تھی کہ وہ اچھے کردار کا آدمی نہیں ہے اور چونکہ اس کے علاوہ اور کوئی کار اس وقت ولنگٹن روڈ پر نہیں تھی اس لئے انہیں مکمل یقین ہو گیا۔ کہ یہی کار ہے جس میں ایکسٹو کو اغوا کر کے لے جایا جا رہا تھا۔ وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ کیونکہ وہ مجرموں کو مشکوک کرنا نہیں چاہتے تھے۔ کافی دور جا کر انہوں نے ایک موڑ پر موٹر سائیکل گھمائے اور پھر ایک بائی روڈ پر ان کی موٹر سائیکلیں پوری رفتار سے دوڑنے لگیں۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ بائی روڈ سیدھی ولنگٹن روڈ کے اگلے چوراہے پر جا کر ملتی تھی۔ اس طرح وہ مجرموں کو مشکوک کئے بغیر ان کو کور کر سکتے تھے۔ بائی روڈ ختم ہوتے ہی وہ جیسے اس چوک پر پہنچے جہاں ان کے نظریے کے مطابق مجرموں کی کار ہونی چاہیے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کار کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اس چوک سے مختلف سڑکیں گھومتی تھیں اور یہ سڑکیں بھی آگے جا کر مڑ جاتی تھیں انہوں نے ایک دو سڑکوں پر موٹر سائیکل دوڑا کر پتہ کیا مگر ہر طرف خاموشی تھی کہیں بھی وہ سیاہ رنگ کی کار نظر نہیں آ رہی تھی۔

اب وہ دونوں اسی چوک پر کھڑے حیران و پریشان ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ بائی روڈ کے چکر میں آکر وہ کار سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

"میرا خیال ہے کار یہیں قریب کسی کوٹھی میں گھس گئی ہے۔ ورنہ اتنی جلدی کہاں غائب ہو جاتی۔"

کیپٹن شکیل نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے مگر اب کیسے معلوم کیا جائے۔ کہ کار کس کوٹھی میں گئی ہے۔" صفدر نے جواب دیا۔

ابھی وہ دونوں اسی شش و پنج میں تھے کہ اچانک شمالی سائیڈ سے آنے والی سڑک پر انہیں دور سے وہی سیاہ رنگ کی کار واپس آتی نظر آئی۔

"یہ شاید ایکسٹو کو کہیں پہنچا کر واپس جا رہے ہیں۔" کیپٹن شکیل نے صفدر سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ اور اس سے پہلے کہ صفدر کوئی جواب دیتا۔ اچانک کار ان کے قریب آکر رک گئی۔ وہی غیر ملکی سٹیرنگ پر بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا آدمی تھا اور پچھلی سیٹ خالی پڑی تھی۔

"کیا آپ نے سرخ رنگ کی کار تو ادھر جاتی نہیں دیکھی۔" ڈرائیور نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"وہ شمالی سڑک پر گئی ہے۔" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ہمیں تو راستے میں کہیں نظر نہیں آئی۔" غیر ملکی نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ کی نظر کمزور ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔" صفدر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

اور غیر ملکی چند لمحے تک بغور انہیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ گاڑی آگے بڑھتے ہی کیپٹن شکیل نے صفدر کو بڑی معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ دراصل ہمارا اتنک دور کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ہمیں آتے ہوئے چیک کر لیا تھا۔" صفدر نے کیپٹن شکیل کی نظریں سمجھتے ہوئے کہا۔

"اندھیرے میں ہی ٹامک ٹوئیاں مارنے کی بجائے میرے خیال میں یہ زیادہ بہتر ہے کہ ہم انہیں پکڑ کر ان سے اگلوانے کی کوشش کریں۔"

کیپٹن شکیل نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ معاملات خطرناک ہیں۔ ایسا ہی کرنا چاہیئے۔" صفدر نے بھی تائید کی اور دوسرے لمحے انہوں نے موٹر سائیکلیں اس سڑک پر ڈال دیں۔ جدھر وہ کار جا رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد انہیں دور سے کار نظر آ گئی۔ کیپٹن شکیل نے ہینڈل سے ہاتھ ہٹا کر جیب میں ڈالا اور جب اس کے اندازے کے مطابق کار ریوالور کی رینج میں آ گئی تو اس نے بڑی پھرتی سے ریوالور نکال کر کار کے ٹائر پر فائر کر دیا۔ حالانکہ چلتی ہوئی موٹر سائیکل سے چلتی ہوئی کار کے ٹائر کو نشانہ بنانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ مگر کیپٹن شکیل کی پہلی گولی ہی کارگر ثابت ہوئی۔ اور ایک دھماکے کے ساتھ کار سڑک پر ڈولنے لگی۔ کار خاصی سپیڈ پر جا رہی تھی۔ اس لئے شاید ڈرائیور اسے سنبھال نہ سکا۔ کیونکہ دوسرے لمحے کار ڈگمگاتی ہوئی سڑک کے کنارے ایک درخت کے ساتھ ٹکرائی اور دھماکے کے ساتھ الٹ گئی۔ دھماکہ اتنا زوردار تھا کہ اس کی آواز دیر تک فضا میں گونجتی رہی۔ دونوں نے قریب جا کر بڑی پھرتی

سے موٹر سائیکلیں روکیں اور پھر ریوالور نکال کر کار کی طرف بڑھنے لگے۔ کار
میں آگ لگ گئی تھی انہوں نے قریب جا کر دیکھا تو ایک طویل سانس لے
کر رہ گئے۔ درخت کے ساتھ ٹکراؤ سے وہ دونوں آدمی ہلاک ہو چکے تھے۔
ایک کی گردن ٹوٹ گئی تھی اور دوسرے کی چھاتی میں سٹیرنگ گھس
گیا تھا۔

"جلدی ہٹو ٹینکی کو آگ لگنے والی ہے۔"
صفدر نے کیپٹن شکیل کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا اور دونوں سڑک
کی طرف بھاگے مگر ابھی انہوں نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ ایک
کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور کار کے پرزے ہوا میں اڑنے لگے۔ وہ دونوں
تیزی سے سڑک پر لیٹ گئے اور جب فضا صاف ہوئی تو وہ دونوں اٹھ
کھڑے ہوئے۔

"یہ بہت برا ہوا سب سے بڑا کلیو ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب
یہاں سے چل دو۔ دھماکے کی وجہ سے پولیس متوجہ ہو گئی ہو گی۔" کیپٹن
شکیل نے کہا اور پھر وہ تیزی سے موٹر سائیکلیں دوڑاتے ہوئے دوبارہ
اسی چوک پر آ گئے۔

وہ بے حد پریشان تھے کہ اب آئندہ اقدام کیا کریں کہ اچانک ان
کی کلائی پر ضربیں لگنی شروع ہو گئیں انہوں نے چونک کر گھڑیوں کی طرف
دیکھا اور پھر ان دونوں نے بیک وقت گھڑیاں کانوں سے لگا لیں۔

"ایکسٹو، اوور۔" دوسری طرف سے ایکسٹو کی پروقار آواز ان کے
کانوں میں گونجی۔

"شکیل بول رہا ہوں جناب اوور۔" کیپٹن شکیل اور صفدر دونوں

نے اپنے اپنے نام بتائے۔

"تم اس وقت کہاں موجود ہو۔ اوور۔" ایکسٹو نے سوال کیا۔

"سر ہم ولنگٹن روڈ کے چوراہے پر موجود ہیں۔ آپ کی پہلی کال پر
ہم ادھر آئے تھے۔ ہم نے سیاہ رنگ کی کار بھی چیک کر لی تھی۔ مگر
واپسی میں وہ کار درخت سے ٹکرا کر چکنا چور ہو گئی اور اس میں سوار
دونوں غیر ملکی مر گئے اوور۔"

کیپٹن شکیل نے تفصیل بتائی۔

"ولنگٹن روڈ کے چوراہے سے شمالی طرف جو سڑک جا رہی ہے اس
کی آخری کوٹھی پر عمران میک اپ میں موجود ہے۔ اس سے فوراً جا کر
ملو۔ اوور اینڈ آل۔"

ایکسٹو نے جواب دیا اور رابطہ ختم ہو گیا۔

ان دونوں نے ونڈ بٹن دبائے اور پھر موٹر سائیکلیں شمالی سڑک
پر دوڑا دیں۔

ٹائیگر کے پاس ایسی کوئی چیز نہ تھی۔ جس سے وہ لاک کھول کر باہر نکل سکتا اور لاک کھولے بغیر وہ سٹور روم سے اپنا کالر ٹرانسمیٹر کیسے حاصل کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ سوچتا رہا۔ سوچتا رہا۔ آخر اس نے ایک ترکیب آزمانے کی ٹھانی۔ اس نے تیزی سے اپنے بوٹ کا تسمہ کھولا اور پھر تسمے کے سرے کو تار کی جگہ استعمال کر کے لاک کھولنے کا پروگرام بنایا۔ اس نے تسمے کے سرے کو لاک کے سوراخ میں ڈالا۔ مگر بات نہیں بنی۔ اس نے کافی کوشش کی مگر بے سود۔ آخر اس نے تنگ آ کر تسمہ نکالا اور پھر اسے دوبارہ بوٹ میں ڈال دیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ کہ وہ خاموش ہو جاتے۔ اس لئے وہ بستر پر جا کر بیٹھ گیا۔ مگر دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں ایک چمک لہرائی۔ اس نے بستر پر موجود گدا اٹھایا اور اس کی توقع کے مطابق بستر سپرنگوں کا ہی بنا ہوا تھا۔ اس نے دو منٹ کی کوشش کے بعد پلنگ سے ایک سپرنگ نکال لیا اور پھر سپرنگ کو سیدھا کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ گو سپرنگ بے حد سخت تھا مگر وہ اسے اس حد تک سیدھا کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کا ایک سرا سیدھی تار کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ اس نے اس کا

سرا تھوڑا سا موڑا اور پھر اس تار کو لاک کے سوراخ میں ڈال دی۔ اس بار وہ ایک لمحے کی کوشش سے ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ ہلکی سی کھٹک سے لاک کھل گیا۔ ٹائیگر نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ یہ ایک راہداری تھی۔ جس میں اس وقت کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ ٹائیگر کو چیکنگ روم کا راستہ آتا تھا۔ وہ سیدھا وہاں پہنچ گیا۔ راستے میں اس کا کسی سے بھی ٹکراؤ نہ ہوا تھا۔ اب مسئلہ تھا سٹور روم کو تلاش کرنے کا۔ یہ تمام تر بند گیلری تھی اور عمارت کی دوسری منزل تھی۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ نیچے سیڑھیوں پر ضرور کوئی نہ کوئی پہرہ دار ہو گا۔

تمام کمروں کے دروازے بند تھے اور کسی دروازے کے باہر ایسی کوئی تختی موجود نہیں تھی۔ جس پر سٹور روم لکھا ہوا ہوتا۔ اور وہ اس سلسلے میں کسی سے الجھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ تاکہ ہارا کاری کی نظروں میں اس کی وفاداری مشکوک نہ ہو جائے۔ وہ راہداریوں میں اسی طرح گھومتا رہا۔ مگر سٹور روم کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ آخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ اس نے جیکٹ اتاری اور پھر ہاتھ میں پکڑے ہوئے سپرنگ کی تار اس کی پشت میں ڈال کر زور سے نیچے کی طرف کھینچا اس کی جیکٹ چرر کی آواز کے ساتھ وہاں سے پھٹتی چلی گئی۔ اس طرح اس نے پتلون کا پائنچہ پھاڑ دیا اور پھر وہ سپرنگ ہاتھوں میں دبائے راہداری کی سیڑھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جیسے ہی وہ سیڑھیوں کے قریب پہنچا۔ اچانک ایک مشین گن اس کے سینے پر ٹک گئی۔ پہرہ دار شاید اس کے قدموں کی آواز سن کر ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا تھا کیونکہ دوسرے لمحے وہ ستون کی آڑ سے برآمد ہو چکا تھا۔

"کون ہو تم اور یہاں کیوں پھر رہے ہو؟" چوکیدار نے انتہائی کرخت لہجے میں سوال کیا۔

"جیکال کہاں ہے مجھے اس سے ملنا ہے۔"

ٹائیگر نے بڑے اطمینان مگر قدرے تحکمانہ لہجے میں چوکیدار سے سوال کیا۔

"تم ہو کون پہلے یہ بتلاؤ جلدی کرو ورنہ میں گولی مار دوں گا۔"

چوکیدار نے اس کے تحکمانہ لہجے کی پرواہ کئے بغیر پہلے سے زیادہ تلخ لہجے میں پوچھا۔

"میرا نام ٹائیگر ہے میرے کپڑے پھٹ گئے ہیں اور میری عادت ہے کہ میں پھٹے ہوئے کپڑوں سے ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتا اس لئے میں نے جیکال سے مل کر سٹور روم سے نئے کپڑے لینے تھے۔"

ٹائیگر نے اسے جیکال سے ملنے کی وجوہات بتلاتے ہوئے کہا۔

"سٹور روم صبح کھلے گا۔ آپ اس وقت اپنے کمرے میں سو جائیں صبح آپ کا پیغام جیکال کو مل جائے گا۔"

چوکیدار نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں مسٹر صبح مجھے گریٹ باس کے حکم پر انتہائی ضروری مشن پر جانا ہے اور یہ مشن اتنا اہم ہے کہ اس کے لئے مجھے پوری رات آرام کی نیند سونا پڑے گا۔ ورنہ صبح میں کام نہیں کر سکوں گا۔"

ٹائیگر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں یہاں سے قطعی نہیں ہٹ سکتا کیونکہ میں ڈیوٹی پر ہوں۔ اس لئے مجبوری ہے۔"

چوکیدار نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پھر میری ذمہ داری نہیں ہو گی۔ میں صبح گریٹ باس کو جواب دے دوں گا اور تمہارے متعلق بھی بتلا دوں گا۔ اس کے بعد گریٹ باس جانے اور تم جانو۔" ٹائیگر نے بڑی لاپرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر اس وقت سٹور روم بند ہے اور اس کی چابی میرے پاس نہیں ہے۔" چوکیدار مزید الجھ گیا۔

"سٹور روم وہی ہے نا چیکنگ روم کے پاس ہے اس کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے۔ شاید غلطی سے کھل گیا ہو۔ میں یہاں کھڑا ہوں تم میرے لئے وہاں سے لباس لے آؤ۔" ٹائیگر نے نفسیاتی حربہ استعمال کیا۔

"سٹور روم کھلا ہوا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

چوکیدار کی آنکھیں تعجب سے پھٹ گئیں اس نے مشین گن کی نال ٹائیگر کے سینے سے لگاتے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور ٹائیگر تو یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح سٹور روم کا پتہ معلوم ہو جائے۔ چنانچہ وہ خاموشی سے چوکیدار کے ساتھ چل پڑا۔ مختلف راہداریوں میں گزرنے کے بعد چوکیدار ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔ یہ دروازہ چیکنگ روم سے تیسرا تھا۔

"کہاں کھلا ہوا ہے۔" چوکیدار نے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے دروازے کو دبا کر دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں ٹائیگر کو جواب دیا۔

"کمال ہے میرا خیال تھا کہ کھلا ہوا ہے شاید مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔"

ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"تم اپنے کمرے میں چلو۔" چوکیدار شاید اس کی طرف سے مشکوک

ہوگیا تھا۔ اس لئے اس نے انتہائی سخت لہجے میں ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا اور ٹائیگر یوں کمرے کی طرف چل دیا جیسے وہ اپنی غلط فہمی پر شرمندہ ہو۔

ٹائیگر کو کمرے میں پہنچا کر چوکیدار نے باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی آٹومیٹک لاک خود بخود بند ہو گیا تھا۔

چوکیدار چند لمحوں تک خاموش کھڑا اندر کی سن گن لیتا رہا۔ پھر آگے بڑھ گیا۔

ٹائیگر اب اطمینان سے بستر پر لیٹ گیا۔ کیونکہ اب اس نے سٹور روم کا دروازہ دیکھ لیا تھا اور کسی بھی وقت وہ اپنا ٹرانسمیٹر نکال کر لا سکتا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق فی الحال ایسا کرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ اس کی تیز نظروں نے چوکیدار کی آنکھوں میں شکوک کی لہریں موجزن دیکھ لی تھیں۔ چنانچہ اُس نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

تقریباً دو گھنٹے تک وہ خاموشی سے لیٹا رہا پھر وہ اٹھا۔ اس نے سپرنگ کی تار سے لاک کھولا اور دروازہ کھول کر باہر راہداری میں جھانکا راہداری سنسان تھی۔ ٹائیگر نے آہستہ سے دروازہ بند کر دیا اور پھر دیوار کے ساتھ مل کر آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سٹور روم کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور اردگرد کسی کو نہ دیکھ کر اس نے سپرنگ کی تار سٹور روم کے لاک میں ڈالی اور ایک لمحے کی کوشش کے بعد وہ لاک کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ لاک کھلتے ہی اس نے بڑے آرام سے دروازہ کو دبایا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اندر گہرا اندھیرا تھا۔ اندر داخل ہو کر اس نے اپنے پیچھے احتیاطاً دروازہ بند کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ بغیر

لائٹ جلائے وہ اپنا لباس نہیں ڈھونڈھ سکے گا۔ اور اگر دروازہ کھلا رہا تو لائٹ باہر بھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ دروازہ بند کر کے وہ آگے بڑھا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر دیوار پر لائٹ کا سوئچ ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ اس کا ہاتھ دیوار پر گھسٹتا رہا۔ مگر اسے کہیں بھی سوئچ نہیں ملا۔ اور ابھی وہ مایوس نہیں ہوا تھا کہ اچانک چٹ کی آواز آئی اور کمرہ روشن ہو گیا۔ ٹائیگر چونک کر سیدھا ہو گیا اور پھر اس کی آنکھوں میں تعجب کے آثار پھیلتے چلے گئے۔ کیونکہ کمرے میں اس وقت پانچ مشین گن بردار اپنی مشین گنوں کا رخ اس کی طرف کئے کھڑے تھے اور ان کے درمیان میں جیکال کھڑا بڑے پر اسرار انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوفناک چمک تھی۔

”کیا خیال ہے مسٹر ٹائیگر آپ یہاں کیا لینے آئے تھے“۔ جیکال نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا۔

اور ٹائیگر اب یہ سوچ رہا تھا کہ بات تو کھل ہی گئی ہے اس لئے بہانہ بازی سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ مگر اس کے باوجود اس نے آخری کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

”مسٹر جیکال آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے کپڑے پھٹ گئے ہیں اور مجھے پھٹے کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں ہے۔ میں نے آپ کے چوکیدار سے درخواست کی کہ وہ آپ کو بلا لائے تاکہ آپ مجھے سٹور سے دوسرے کپڑے نکال دیں۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ آخر تنگ آ کر میں خود کپڑے لینے آیا ہوں“۔

ٹائیگر نے بڑے اطمینان اور سکون بھرے لہجے میں کہا۔

"مسٹر ٹائیگر سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کے کپڑے کیسے پھٹ گئے اور اگر پھٹ بھی گئے۔ تو یہ کوئی بات نہیں کہ آپ ان کپڑوں سے ایک رات بھی نہیں گزار سکتے۔ اس کے علاوہ آپ کے کمرے کا دروازہ لاک تھا آپ نے اسے کیسے کھولا۔ پھر یہ سٹور روم کا دروازہ لاک تھا۔ کیا یہ سب کچھ آپ نے کپڑے تبدیل کرنے کے لئے کیا ہے"

جیکال نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مسٹر جیکال آپ جانتے ہیں کہ میری تمام زندگی جرائم میں گزری ہے۔ اس لئے یہ دروازہ کھولنا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے"

ٹائیگر کا لہجہ اب بھی اطمینان سے پُر تھا۔

اب جیکال بھی قدرے شش و پنج میں پڑ گیا۔ کیونکہ ٹائیگر کے اطمینان اور باتوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ جیسے وہ اہم مسئلہ بناتے ہوئے تھے۔ وہ دراصل ایک معمولی بات ہے۔

"ٹھیک ہے آپ لباس لے جا سکتے ہیں۔ صبح گریٹ باس اس معاملے کا فیصلہ کرے گا"

جیکال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس کے اشارے پر ایک آدمی نے الماری کھول کر ایک اور لباس نکال کر ٹائیگر کی طرف پھینک دیا اور اسے وہ لباس وہیں پہننے کا اشارہ کیا۔

ٹائیگر نے خاموشی سے لباس تبدیل کیا۔ جیکال نے اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا سپرنگ بھی وہیں رکھوا لیا اور پھر اسے واپس چلنے کے لئے کہا۔ ٹائیگر کو اس کے کمرے میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا اور مسلح آدمی مستقل اس کے دروازے پر پہرہ دینے لگے۔

اندر بستر پر بیٹھا ہوا ٹائیگر انتہائی عجیب صورت حال سے دوچار ہو چکا تھا عمران کو مطلع کرنے والا مسئلہ پھر رہ گیا تھا۔ اور اب تو اس کی طرف سے مشکوک ہونے والا پرابلم حقیقت بھی بن سکتا تھا۔ اور اگر ماراکاری نے ہیررحمان کے میک اپ میں اپنا کوئی آدمی ارینج کر لیا تو اس کا نتیجہ بجد بھیانک نکلے گا۔ مگر اب وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ صبح گریٹ باس کے پاس حاضری ضرور دینی پڑے گی اور سنجانے گریٹ باس اس کے متعلق کیا فیصلہ کرے۔ البتہ ایک بات تو لازم ہو چکی ہے کہ وہ اس کی طرف سے مشکوک ہو چکے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے طور پر ضرور تحقیقات کریں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا لباس چیک کر کے اس سے ٹرانسمیٹر برآمد کر لیں۔ اگر انہوں نے ٹرانسمیٹر برآمد کر لیا تب وہ ایک لمحے میں اسے گولی مار دیں گے۔ مگر اب وہ فوری طور پر باہر بھی نہیں نکلنا چاہتا تھا۔ کیونکہ دو مسلح پہرے دار باہر موجود تھے اور دوسری بات یہ کہ ابھی بچاؤ کی پچاس فیصد گنجائش باقی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ معاملات ٹھیک ٹھاک ہو جائیں اور وہ جنرل قافی کی جان بچانے میں کامیاب ہو جائے آخر سوچ سوچ کر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ صبح گریٹ باس کے فیصلے کے بعد دیکھا جائے گا۔

چنانچہ وہ اطمینان سے بستر پر لیٹ کر سو گیا۔

بلیک زیرو نیم خوابیدگی کے عالم میں تھا۔ گو اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے اور ہوش و حواس میں رہنے کی مسلسل کوشش کی تھی۔ مگر کمرے میں لڑائی کے دوران مجرم کی ضربیں کچھ اس طرح اس کے سر پر پڑی تھیں کہ اسے اپنے آپ کو سنبھالنے میں بے حد دشواریاں آ رہی تھیں اور تاریکی بار بار اس کے ذہن پر چھاپے مار رہی تھی۔ مگر اپنی بے پناہ قوت ارادی کے بل پر وہ ہر بار اس کے شکنجے سے نکل جانے میں کامیاب ہو جاتا۔ اس کوشش میں اس کی ذہنی حالت نیم خوابیدگی کا شکار ہو گئی تھی۔

بلیک زیرو کو اچھی طرح احساس تھا کہ اگر وہ مکمل طور پر بے ہوش گیا ہو گیا۔ تو پھر مجرموں کے سامنے اس کا بھرم کھل جائے گا۔ انہوں نے دراصل یہ تمام ڈرامہ تو اس لئے کھیلا تھا۔ کہ کسی طرح وہ مجرموں کے ہیڈکوارٹر تک پہنچ جائیں۔ اس سے ان کا یہ تو مقصد قطعی نہیں تھا کہ ایکسٹو بے بسی کی حالت میں ان کے رحم و کرم پر پڑا رہے اور بیہوش ہو جانے کے بعد تو ایسا ہی ہونا تھا اور ہو سکتا تھا کہ مجرم بے ہوشی کے دوران ہی اسے گولی مار دیں۔ اس لئے وہ ہوش و حواس سنبھالنے کی جان توڑ ذہنی کوشش کر رہا تھا۔ مگر چوٹیں کچھ اس بھرپور انداز میں پڑی تھیں،

کہ بے پناہ کوشش کے باوجود اس کی ذہنی کیفیت بے ہوشی کے زیادہ نزدیک ہوتی جا رہی تھی اور پھر اسے اس وقت تک تو قدرے ہوش تھا۔ جب عمران نے اسے کار میں لٹایا اور خود اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اور پھر اس نے جان بوجھ کر ٹرانسمیٹر واچ عمران کی طرف بڑھائی تھی۔ تاکہ وہ اس کا ونڈ بٹن آن کر کے سیکرٹ سروس کے ممبران کو الرٹ کر دے اگر وہ چاہتا تو کمرے میں داخل ہونے سے پہلے بھی ایسا کر سکتا تھا۔ مگر اس کو اس نے مناسب نہیں سمجھا۔ وہ ممبران کے سامنے اپنی اس جنگ کا جس میں آخر اس نے مغلوب ہو جانا تھا۔ ریڈیائی منظر واضح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس طرح ایکسٹو کے وقار کو ٹھیس پہنچتی تھی۔ مگر جب عمران نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا تو اس کی تھوڑی ہی دیر بعد اس کے ذہن میں تاریکی نے اتنی زبردست یلغار کی کہ وہ اس کا وار نہ سہہ سکا اور آخر کار ہوش کی سرحدوں سے نکل کر بے ہوشی کی وادی میں داخل ہو گیا چنانچہ اس کے بعد اسے کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہوا اور کیا نہ ہوا۔ اس کی آنکھیں جب دوبارہ کھلیں تو اس نے اپنے آپ کو ایک گدے دار سیٹ پر پڑا پایا۔ اور اس کے ہاتھ پیر اور تمام جسم چمڑے کی پیٹیوں سے بندھا ہوا تھا۔ البتہ اس کا نقاب ابھی تک اس کے منہ پر تھا اور پھر اس نے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا تو اس کے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ کیونکہ اس نے اپنے آپ کو ایک ہیلی کاپٹر میں موجود پایا تھا اور جس سیٹ پر وہ بندھا ہوا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر کی عقبی نشست تھی۔ اس کے علاوہ ہیلی کاپٹر میں صرف ایک پائلٹ موجود تھا۔ جس کی اس کی طرف پشت تھی اور ہیلی کاپٹر کی کھڑکیوں پر جب اس نے نظر ڈالی تو اسے معلوم ہو گیا کہ ہیلی کاپٹر

فضا میں پرواز کر رہا ہے۔ بلیک زیرو نے سیٹ پر سر ٹکا کر ایک طویل سانس لی۔ عمران غائب تھا

اور اس بات پر وہ حیران تھا کہ آخر عمران کہاں رہ گیا۔

ہیلی کاپٹر کی پرواز اور عمران کی عدم موجودگی تو ان کے منصوبے سے علیحدہ ہی بات تھی اس نے سوچا کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ بازی ان کے ہاتھ سے فی الحال نکل چکی ہے اور اب گیند مجرموں کے کورٹ میں جا چکی ہے۔ بہرحال وہ اس سلسلے میں زیادہ پریشان نہیں تھا۔ کیونکہ اسے نہ صرف اپنی صلاحیتوں پر اعتماد تھا۔ بلکہ اسے یہ بھی معلوم تھا۔ کہ عمران کو ڈاج دینا مجرموں کے لئے تقریباً ناممکن ہوگا۔ اس لئے جو بھی ہوگا۔ بہتر ہی ہوگا۔ ہاتھ پشت پر بندھے ہونے کی وجہ سے اسے یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ کہ آیا ٹرانسمیٹر واچ اس کے ہاتھ میں ہے یا اتار دی گئی ہے۔ وہ خاموش آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ اب اس کے ذہن سے دھند بالکل صاف ہو چکی تھی اور وہ ذہنی طور پر بالکل تر و تازہ تھا۔ مگر فی الحال چونکہ وہ کچھ کرنے کے قابل نہ تھا۔ اس لئے خاموش پڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ ہیلی کاپٹر کی بلندی تیزی سے کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ وہ نیچے اتر رہا تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ وہ ایک جھٹکے سے نیچے کہیں ٹک گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے ٹکتے ہی پائلٹ نے ایک بار مڑ کر دیکھا اور پھر بلیک زیرو کو آنکھیں بند کئے پڑا دیکھ کر وہ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

دروازہ کھلتے ہی ہیلی کاپٹر کے پنکھوں کا بے پناہ شور ایک لمحے کے لئے بلیک زیرو کے کانوں سے ٹکرایا اور دوسرے لمحے دروازہ بند

ہوتے ہی ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ مجرموں کا ہیلی کاپٹر بالکل نیا اور جدید ساخت کا ہے۔ اگر یہ پرانا ہوتا تو یقیناً اس کا ساؤنڈ پروف سسٹم اتنا اچھا نہ ہوتا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہیلی کاپٹر کا دروازہ ایک بار پھر کھلا مگر اس بار پنکھوں کا شور بلیک زیرو کے کانوں تک نہ پہنچا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ہیلی کاپٹر کے پنکھے اپنی گردش روک چکے تھے۔ البتہ دروازہ کھلتے ہی چار قوی ہیکل غیر ملکی اندر داخل ہوئے۔ وہ قطعی خالی ہاتھ تھے۔ وہ سیدھے بلیک زیرو کی سیٹ کی طرف بڑھے۔ اور پھر ان میں سے ایک نے بلیک زیرو کی سیٹ کے نیچے کھٹکا کیا۔ اور دوسرے لمحے چاروں آدمیوں نے اس کی سیٹ کو دونوں طرف سے پکڑا۔ اور سٹریچر کی طرح اوپر اٹھا لیا۔ اور پھر وہ بلیک زیرو کو سیٹ سمیت ہیلی کاپٹر سے باہر نکال لائے۔ بلیک زیرو نے نیم باز آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لیا۔ تو اسے محسوس ہوا کہ ہیلی کاپٹر کسی خاصی بڑی عمارت کی چھت پر اترا ہے اور پھر وہ بلیک زیرو کو اٹھائے سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ دو راہداریوں میں گھومے۔ اور ایک بار پھر سیڑھیاں اترنے لگے اس طرح بار بار سیڑھیاں اترنے سے بلیک زیرو کو معلوم ہوا کہ یہ عمارت پانچ منزلہ ہے۔ اور پھر ایک کمرے کے درمیان میں بلیک زیرو کی سیٹ کو رکھ دیا گیا۔

کمرے میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ سیٹ کو زمین پر رکھنے کے بعد وہ چاروں آدمی کمرے سے باہر چلے گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ بند ہونے کے بعد یکدم چٹ

کی آواز آئی اور کمرہ یکدم تیز روشنی سے منور ہوگیا۔

اور اس کے ساتھ ہی بلیک زیرو نے آنکھیں کھول دیں۔ کیونکہ اب بے ہوشی کا ناٹک رچائے رکھنا بے سود تھا۔ اس طرح اسے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ آنکھیں کھولتے ہی اس نے دیکھا کہ وہ خاصے بڑے کمرے میں موجود ہے۔ جس میں سامنے پانچ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جن پر پانچ غیر ملکی بیٹھے تھے اور ان کے درمیان میں ایک کافی اونچی سٹیج پر ایک بہت بڑی صوفہ نما کرسی موجود تھی۔ جس پر ایک لحیم شحیم غیر ملکی براجمان تھا۔ غیر ملکی کی تیز چمک دار عقابی آنکھیں بلیک زیرو پر جمی ہوئی تھیں۔ اور کمرے میں چاروں طرف برین گنوں اور مشین گنوں سے مسلح افراد بکھرے ہوئے تھے۔ پھر بالانشین کے اشارے پر دو آدمیوں نے بڑھ کر بلیک زیرو کی بندشیں کھولیں اور اسے کھڑا ہونے میں مدد دی۔ اتنی دیر تک مسلسل بندھے رہنے کی وجہ سے بلیک زیرو کے ہاتھ پاؤں سن ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لئے وہ ایک دو بار لڑکھڑایا۔ مگر جلد ہی دوران خون دوبارہ جاری ہونے سے وہ سنبھل گیا اور پھر ایک آدمی نے ایک کونے میں پڑی کرسی اٹھا کر سیٹ کے قریب رکھی اور بلیک زیرو کو اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ بلیک زیرو خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی بالانشین نے پہلی بار لب کھولے۔

"ہم ہارا کاری کی طرف سے اس ملک کی سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کو خوش آمدید کہتے ہیں"

اس کے لہجے میں طنز کی شدید کاٹ تھی۔

"ایکسٹو! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب۔ میرا سیکرٹ سروس

کے چیف ایکسٹو سے بھلا کیا تعلق ہو سکتا ہے" بلیک زیرو نے تعجب بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"بہت خوب! اب آپ کو ایکس ٹو ہونے سے بھی انکار ہے جب کہ آپ کے چہرے پر پڑا ہوا نقاب آپ کے ایکس ٹو ہونے کی چغلی کھا رہا ہے"

بالانشین نے جو یقیناً گریٹ باس ہی تھا۔ بڑے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

"اگر آپ ہر نقاب پوش کو ایکس ٹو سمجھتے ہیں تو پھر گستاخی معاف آپ سے زیادہ احمق اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہو گا"

بلیک زیرو نے بڑے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

احمق کے لفظ پر گریٹ باس کے چہرے کا رنگ یکدم سرخ ہو گیا۔ اتنے آدمیوں کے درمیان بلیک زیرو نے جس بیباکانہ انداز میں اسے احمق کہہ دیا تھا۔ اسے اس نے اپنی زبردست توہین محسوس کی۔ چنانچہ اس بار اس کے لہجے میں بے پناہ درشتی تھی۔

"یوشٹ، اپ تم نہیں جانتے کہ تم اس وقت کہاں ہو۔ تمہیں ہارا کاری کے متعلق ضرور علم ہو گا۔ کہ اس تنظیم کے کسی رکن کی توہین کرنے والا کبھی زندہ نہیں بچا۔ چہ جائیکہ اس کے باس کی توہین کی جائے"

گریٹ باس غصے کی شدت میں آپ سے تم پر اتر آیا تھا۔

"بڑی جلدی تم خوش اخلاقی کا مصنوعی لبادہ اتار کر اپنی اصلیت پر آ گئے۔ ویسے تم اپنے ذہن سے یہ غلط فہمی نکال دو کہ میں ایکس ٹو ہوں۔ تمہیں کسی نے غلط اطلاع دی ہے" بلیک زیرو نے اسی طرح

اطمینان سے پُر لہجے میں جواب دیا۔

"پھر تم کون ہو اور یہ تم نے چہرے پر نقاب کیوں پہن رکھا ہے"۔ گریٹ باس نے غصے سے چیختے ہوئے جواب دیا۔

"میں جو بھی کوئی ہوں اس سے تمہیں کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیئے اور باقی رہا یہ نقاب تو یہ میں صرف اس لئے پہنتا ہوں کہ میرا چہرہ آگ میں جل کر اتنا بھیانک ہو چکا ہے کہ کوئی شخص میرے چہرے پر ایک نظر نہیں ڈال سکتا"۔

بلیک زیرو جو پہلے ہی سے تیار ہو کر آیا تھا جواب دیا۔

"اپنا نقاب اتار دو۔ ہم ایکسٹو کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں"۔ گریٹ باس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اور بلیک زیرو نے ہاتھ اپنے نقاب کی طرف بڑھایا۔ اور دوسرے لمحے اس نے جھٹکے سے اپنے چہرے سے نقاب کھینچ لیا۔ گریٹ باس اور اس کے ساتھی جو بڑے اشتیاق سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اس کے بے نقاب چہرے پر نظریں پڑتے ہی حیرت سے اچھل پڑے۔ دوسرے لمحے وہ اپنی آنکھیں لاشعوری طور پر بند کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ کیونکہ بلیک زیرو کا چہرہ اتنا بھیانک اور خوف ناک تھا کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو بلیک زیرو دوبارہ اپنے چہرے پر نقاب چڑھا چکا تھا۔

"میک اپ چیکنگ مشین لے آؤ۔ میرا خیال ہے یہ میک اپ میں ہے"۔

گریٹ باس نے بغور بلیک زیرو کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ وہ بلیک زیرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس لئے بیٹھا تھا۔ تاکہ بلیک زیرو کی آنکھوں کے بدلتے ہوئے تاثرات سے وہ کوئی اندازہ لگا لے۔ مگر بلیک زیرو کی آنکھوں میں اس کا یہ حکم سُن کر بھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ وہ اسی طرح اطمینان سے بیٹھا تھا۔

تقریباً دس منٹ بعد ایک کافی بڑی مشین ٹرالی پر کھینچ کر وہ کمرے میں لے آئے۔ انہوں نے اس مشین کے ساتھ لگا ہوا ایک سٹینڈ بلیک زیرو کے چہرے کے سامنے کر دیا۔ اس سٹینڈ پر چمکدار سفید رنگ کی پلیٹ لگی ہوئی تھی اور پھر انہوں نے مشین چلا دی اور سفید رنگ کی پلیٹ سے غیر مرئی لہریں نکل کر بلیک زیرو کے چہرے سے ٹکرانے لگیں۔ گو ان لہروں کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ مگر بلیک زیرو اس پلیٹ کو دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ اس سے ویگا لہریں نکل رہی ہیں۔ مگر اسے قطعی اطمینان تھا کہ اس کا میک اپ چیک نہیں کیا جا سکے گا۔ کیونکہ عمران نے ان مشینوں سے بچنے کے لئے باقاعدہ میک اپ پر ریسرچ کی تھی۔ اور اس کی ریسرچ کے نتیجے میں جو پلاسٹک میک اپ سیشن فارمولے سے کیا جاتا تھا وہ اس کی تجویز کردہ کیمیکلز کے بغیر نہ اترتا تھا اور نہ چیک کیا جا سکتا تھا میک اپ کو عمران نے ایس ایف میک اپ کا کوڈ نام دیا تھا۔ اور چونکہ اس وقت بلیک زیرو کے چہرے پر ایس ایف میک اپ تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے بیٹھا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ سٹینڈ بلیک زیرو کے سامنے سے ہٹا دیا گیا۔ اور مشین بند کر دی گئی۔

"یہ میک اپ میں نہیں ہیں" مشین مین نے باآواز بلند گریٹ باس کو نتیجے سے مطلع کیا۔ اور گریٹ باس کے چہرے پر شدید ترین تعجب کے آثار پھیلتے چلے گئے۔ وہ یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ ایکسٹو بغیر میک اپ کے اتنے بھیانک چہرے کا مالک ہو گا۔

"ٹھیک ہے مشین لے جاؤ" گریٹ باس نے حکم دیا اور پھر چند لمحوں تک بغور بلیک زیرو کو دیکھتا رہا۔ جیسے کسی فیصلے تک نہ پہنچ رہا ہو۔ پھر اس نے کندھے جھٹکے اور بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"تم اگر ایکسٹو نہیں ہو تو ہمارے لئے بیکار ہو۔ اس لئے تمہارا ایک لمحے کے لئے بھی زندہ رہنا ہمارے سینے پر بوجھ کی حقیقت رکھتا ہے اور اگر تم ایکسٹو ہو تو پھر ہم تم سے مزید گفتگو کر سکتے ہیں۔ اب تم ہاں یا نہ میں جواب دو کہ تم ایکسٹو ہو کہ نہیں۔ تمہارے جواب پر ہی تمہاری موت اور زندگی کا انحصار ہے"

گریٹ باس کا لہجہ قطعی سپاٹ تھا۔ اب بلیک زیرو کے لئے عجیب کشمکش کا لمحہ آ گیا۔ وہ یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ کہ گریٹ باس کی بات کا کیا جواب دے اگر وہ ایکسٹو ہونے سے انکار کرتا ہے تو یقیناً یہ لوگ فوراً اسے گولی مار دیں گے اور چالیس پچاس مشین گنوں اور برین گنوں سے بچ جانا قطعی ناممکن تھا اور اگر وہ ایکسٹو ہونے کا اقرار کر لیتا ہے تو یہ انتہائی غلط اقدام ہو گا۔ ادھر عمران کا ابھی تک کوئی پتہ نہ تھا۔ اس لئے وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔

"جواب دو میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔ کہ میں تم جیسے بیکار آدمیوں پر صرف کرتا رہوں"

گریٹ باس نے زہریلے لہجے میں جواب دیا۔

"میں ایکسٹو نہیں ہوں" آخر بلیک زیرو نے انکار کر دیا مجرموں کے سامنے اپنے آپ کو ایکسٹو ثابت کرنا سیکرٹ سروس کے اصول کے خلاف تھا اور دوسری بات یہ تھی کہ وہ ایکسٹو تھا بھی نہیں۔ اصل ایکسٹو تو عمران تھا۔ اس کی حیثیت تو ڈمی کی تھی اور وہ جانتا تھا کہ انکار کرنے پر اسے فوراً گولی مار دی جائے گی۔ مگر سیکرٹ سروس کے وقار اور عزت کے لئے وہ اپنی جان کی قربانی دینے کا فیصلہ کر چکا تھا اگر وہ مر جاتا تو سیکرٹ سروس پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ عمران کسی اور کو اس کی جگہ مقرر کر دیتا آخر اس سے پہلے بھی تو ایک آدمی ایکس ٹو تھا۔ جس کی موت کے بعد عمران نے اسے منتخب کیا تھا۔

اس کا جواب شاید گریٹ باس کے لئے قطعی غیر متوقع تھا اسے یقین تھا۔ کہ مقابل یقیناً ایکسٹو تھا۔ کیونکہ جونی اس کی قید میں رہا تھا اور جونی کی مدد سے اس کے کمرے سے باقاعدہ جنگ کر کے اس نے اسے اغوا کیا تھا۔ مگر وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی شخص اتنے اطمینان سے موت کو قبول کر سکتا ہے۔

"ٹھیک ہے اگر تم ایکسٹو نہیں تو پھر چھٹی کرو"

گریٹ باس نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد کہا اور پھر اس کے اشارے پر دس مشین گن بردار اس کے دائیں طرف قطار بنا کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے مشین گنوں کا رخ بلیک زیرو کی طرف کر دیا۔ اب وہ گریٹ باس کے اشارے کے منتظر کھڑے تھے۔

بلیک زیرو اسی طرح اطمینان سے کرسی پر بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھیں

قطعی سپاٹ تھیں۔ گریٹ باس بغور بلیک زیرو کی آنکھوں میں جھانک
رہا تھا۔ اور پھر اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور مشین گن برداروں نے
اپنی انگلیاں ٹریگر پر مضبوطی سے جما دیں۔ بلیک زیرو کو بھی احساس ہو
گیا کہ اب اس کی موت میں ایک دو لمحے باقی رہ گئے ہیں۔ مگر چونکہ اس
نے سیکرٹ سروس کے وقار پر اپنے آپ کو دانستہ قربان کر دینے کا
فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے اس کی آنکھوں میں کسی قسم کی پریشانی کے
اثرات پیدا نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی اس نے جان بچانے کے لئے جدوجہد
کرنے کی کوشش کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ ایسا کرنا قطعی بے سود ہے
اس کا اور گریٹ باس کا فاصلہ کافی سے زیادہ ہے اور ہال میں چالیس
پچاس مشین گن بردار موجود ہیں۔ ایک اشارے پر اس کا جسم چھلنی ہو
جائے گا۔ چنانچہ اس نے عزت اور وقار سے مرنا قبول کر لیا اور اسی لمحے
گریٹ باس نے بلیک زیرو کے اطمینان پر جھنجھلا کر اپنا ہاتھ نیچے کرنا چاہا
تھا۔ کہ اچانک قریب موجود ایک کرسی پر بیٹھا ہوا غیر ملکی اٹھ کھڑا ہوا وہ
تیزی سے گریٹ باس کی طرف بڑھا اور پھر اس نے گریٹ باس کے
کان میں سرگوشی کی۔

" باس یہی ایکس ٹو ہے یہ اس لئے مرنا چاہتا ہے تاکہ سیکرٹ سروس
بچ جائے۔ آپ اس کی موت کا فیصلہ ملتوی کر دیں اور اسے میرے
حوالے کر دیں۔ میں آدھے گھنٹے میں اس سے تمام باتیں اگلوا لوں گا۔ پھر
پوری سیکرٹ سروس کو گرفتار کر کے اکٹھا قتل کر دیا جائے تو ہمارے
لئے زیادہ بہتر رہے گا "

" نہیں فوکم اگر یہ ایکس ٹو ہوتا تو یقیناً موت سے خوفزدہ ہو کر اپنے آپ

کو ظاہر کر دیتا "۔ گریٹ باس نے جواب دیا۔

" سر آپ اس کے اطمینان کو دیکھ رہے ہیں۔ ایسا اطمینان صرف
سیکرٹ سروس کا چیف ہی ظاہر کر سکتا ہے۔ اگر یہ کوئی اور ہوتا تو
وقتی طور پر اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایکس ٹو بن جانا زیادہ سود مند
سمجھتا۔ اس کے اس اطمینان پر ہی تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ہمارا ہاتھ صحیح
آدمی تک پہنچا ہے اور یہی ایکسٹو ہے "

فوکم نے اپنی بات پر اصرار کیا اور اس بار بات گریٹ باس کی
سمجھ میں بھی آ گئی۔

" ٹھیک ہے تم اسے لے جاؤ۔ اور جتنی جلدی ممکن ہو سکے اس سے
راز اگلواؤ۔ کیونکہ کل سربراہ مملکت آ رہے ہیں اور پرسوں کانفرنس کا دن
ہے۔ اب ہم مزید لیٹ نہیں ہو سکتے "

باس نے جواب دیا اور پھر اس نے ہاتھ نیچے گرانے کی بجائے
اٹھے ہوئے ہاتھ سے مشین گن برداروں کو پیچھے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔
اس کے اشارے پر مشین گن بردار پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ اور ان کو ہٹتا دیکھ
کر بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لی۔ وہ سمجھ گیا تھا۔ کہ کرسی سے اٹھنے
والے غیر ملکی نے کوئی نئی تجویز پیش کی ہو گی۔ تبھی تو گریٹ باس نے اس
کی موت کا فیصلہ ملتوی کر دیا تھا۔

" اسے روم نمبر تھرٹین میں لے جاؤ " باس نے مسلح آدمیوں کو حکم دیا
اور دو مشین گن برداروں نے مشین گن کی نالوں پر اسے کرسی سے کھڑا
ہونے اور کمرے سے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

بلیک زیرو خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے باہر چل دیا۔

کمرے سے باہر نکل کر وہ مختلف راہداریوں سے گزرے۔ مشین گن بردار بڑے چوکنے انداز میں اس کے پیچھے تھے۔ ان کا انداز اتنا جارحانہ تھا کہ بلیک زیرو نے کسی قسم کی غلط حرکت کرنے کا ارادہ نہ کیا۔

جلد ہی وہ ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک بار پھر طویل سانس لیا۔ کیونکہ کمرے میں موجود سامان دیکھ کر ہی وہ سمجھ گیا تھا۔ کہ یہ کمرہ راز اگلوانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ مجرموں کی سکیم سمجھ گیا۔ کہ وہ اب اس سے سیکرٹ سروس کے راز اگلوانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ وہی ہوا۔ بلیک زیرو کو ایک کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا گیا۔ اور پھر اسے کرسی پر بٹھا کر اس کے تمام جسم کو چمڑے کے تسموں سے کس دیا گیا۔ اس کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیئے گئے تھے۔

اسی لمحے فوکم بھی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر بڑی پراسرار سی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

"مسٹر ایکسٹو میرا نام فوکم ہے اور پوری دنیا میں کسی سے جلد از جلد راز اگلوانے کے لئے مجھے اتھارٹی تسلیم کیا جاتا ہے۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے سامنے کوئی سخت سے سخت آدمی آدھے گھنٹے سے زیادہ ٹھہر سکا ہو۔ آپ ایک ذمہ دار پوسٹ پر فائز ہیں اور آپ ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھتے ہوں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ خود ہی اپنے اور سیکرٹ سروس کے متعلق تمام تفصیلات مجھے بتلا دیں اگر ایسا کر دیں تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کم از کم آپ کو موت کی سزا نہیں دی جائے گی۔"

فوکم نے ایکسٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مسٹر فوکم جہاں تک موت کا تعلق ہے۔ تم نے دیکھ لیا ہو گا۔ کہ مجھے اس کا قطعی خوف نہیں ہے اور جہاں تک سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق ہے۔ میرا سیکرٹ سروس سے کوئی رابطہ نہیں ہے اس لئے میں مجبور ہوں اس کے باوجود اگر تم مجھ پر تشدد کرنا چاہتے ہو۔ تو تمہاری مرضی۔"

بلیک زیرو نے جواب دیا۔

فوکم چند لمحوں تک خاموش کھڑا بلیک زیرو کو گھورتا رہا۔ آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر غصے اور جھنجھلاہٹ کے آثار نمایاں ہوتے چلے گئے۔ دوسرے لمحے جب اس نے زبان کھولی تو اس کا لہجہ بے حد زہریلا تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم نے میری بات نہیں مانی۔ اس لئے مجھے اب وہ طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔ جو میں کم از کم تمہارے ساتھ اختیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

فوکم نے کہا اور پھر اس نے قریب کھڑے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور وہ آدمی تیزی سے ایک طرف بڑھا اور پھر دیوار کے قریب پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی مشین اٹھا کر بلیک زیرو کے قریب آیا۔ یہ مشین چھوٹا سا ٹرانسمیٹر معلوم ہو رہی تھی۔ اس میں سے ایک تار باہر نکلی ہوئی تھی۔ جس کے سرے پر ایک کلپ لگا ہوا تھا۔ اس نے وہ کلپ بلیک زیرو کی پیر کی انگلی پر چڑھایا اور پھر خود اس مشین کو ہاتھ میں اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

فوکم خاموش کھڑا یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے اس آدمی
کو آنکھ کا اشارہ کیا اور اس نے بٹن دبا دیا۔ مشین کا بٹن آن ہوتے ہی
بلیک زیرو کو ایسے محسوس ہوا۔ جیسے اس کے تمام جسم کو چیونٹیاں کاٹ رہی
ہوں۔ پہلے چند لمحوں تک وہ اسے برداشت کرتا رہا مگر جوں جوں وقت
گزرتا جا رہا تھا تکلیف کی شدت میں تیزی آتی جا رہی تھی۔ اور پھر دو تین
منٹ کے بعد تو اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کے تمام جسم میں شدید
خارش شروع ہو گئی ہو۔ بلیک زیرو کا چہرہ تکلیف کی شدت سے سیاہ
پڑ گیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا۔ کہ وہ اپنی بوٹیاں نوچ ڈالے مگر ——— وہ
دانت بھینچے بیٹھا تھا۔ تکلیف مسلسل بڑھتی چلی جا رہی تھی اور اب وہ
ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ مگر بلیک زیرو نے اپنے ذہن کو
بلینک کر لیا تھا۔ اس لئے وہ اس تکلیف کو برداشت کئے جا رہا تھا۔
ورنہ یہ تکلیف کچھ اس قسم کی تھی کہ بلیک زیرو کا جی چاہتا تھا کہ چیخیں مارنا
شروع کر دے۔ جب تکلیف حد سے باہر ہو گئی تو اچانک بلیک زیرو
بول پڑا۔

"یہ تو بڑا فرسودہ طریقہ استعمال کیا ہے تم نے مسٹر فوکم اگر اس
آلے کی بنا پر تم اپنے آپ کو تشدد پر اتھارٹی سمجھے بیٹھے ہو تو مجھے تمہاری
عقل پر افسوس ہے۔"

بلیک زیرو کا لہجہ حیرت انگیز حد تک اطمینان سے پر تھا۔
اور بلیک زیرو کی اس بات کا اثر فوکم پر توقع کے عین مطابق
ہوا۔ اس نے جھلا کر مشین بند کرنے کا اشارہ کیا اور اس کے آدمی نے
بٹن آف کر دیا اور بلیک زیرو کی انگلی سے کلپ اتار لیا۔ مشین بند ہوتے

ہی بلیک زیرو کے جسم میں تکلیف کی شدت یکدم بدہضم پڑ گئی اور آہستہ
آہستہ اس کا جسم سکون پذیر ہوتا چلا گیا۔
"میں نے دراصل اس آلے سے تمہاری قوت برداشت آزمائی تھی
اور مجھے خوشی ہے کہ کافی دنوں کے بعد مجھے کسی مضبوط اعصاب کے
مالک سے واسطہ پڑا ہے۔" مگر تم یقین کرو کہ اب جو طریقہ میں تم پر
استعمال کرنے والا ہوں وہ ایک لمحے میں تمہاری قوت ارادی کو
پاش پاش کر دے گا۔ اور تم سب کچھ بتلانے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ فوکم
نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر خود کمرے میں بنی ہوئی ایک الماری
کی طرف بڑھ گیا۔ اور اسی لمحے بلیک زیرو کو ایک نادر ترکیب سوجھ گئی۔
اگر وہ اس ترکیب پر عمل کرے تو وہ اس تنظیم کو نیست و نابود کر سکتا تھا۔
اور اس کے لئے اسے عمران کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ وہ چاہتا تو یہاں
سے فرار بھی ہو سکتا تھا۔ مگر اس طرح ان کا مقصد حل نہیں ہوتا تھا۔ ہو سکتا
تھا مجرموں کا کوئی اور ٹھکانہ بھی موجود ہو۔ یا وہ کسی ایسے پروگرام پر عمل
کر رہے ہوں جس میں ہیڈ کوارٹر کے تباہ ہونے کے باوجود وہ پاکیشیا
کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں، اس لئے اس نے اس ترکیب
پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
اسی لمحے فوکم الماری سے ایک چھوٹا سا ہیڈ فون نما آلہ اٹھائے
اس کی طرف واپس مڑا۔ جیسے ہی وہ قریب آیا۔ بلیک زیرو نے اس
سے مخاطب ہو کر کہا۔
"میں نے فیصلہ کر لیا ہے مسٹر فوکم کہ اپنے آپ کو خواہ مخواہ تکلیف
دینے کی بجائے یہ زیادہ بہتر ہے کہ حالات سے سمجھوتہ کر لیا جائے۔

اس وقت حالات پر تمہارا کنٹرول ہے اور میں بے بس ہو چکا ہوں اس لئے میں سب کچھ بتلانے پر تیار ہوں۔"

بلیک زیرو کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"ویری گڈ ——— مجھے خوشی ہے کہ تم نے صحیح فیصلہ کر لیا ہے۔ چنانچہ اب شروع ہو جاؤ اور سب کچھ صاف صاف بتلا دو۔"

فوکم اس کی اس اچانک کایا پلٹنے پر خوش ہونے کے ساتھ ساتھ قدرے حیران بھی ہوا تھا۔

"ایسے نہیں تم اپنے باس کو بلا لو۔ یا مجھے اس کے پاس لے چلو جو کچھ بھی بتلانا چاہتا ہوں۔ اس کے سننے کا حق تمہارے باس کو زیادہ ہے۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"کہیں یہ تمہاری چال تو نہیں ہے۔" فوکم نے مشکوک لہجے میں جواب دیا۔

"میں تمہارے کنٹرول میں ہوں مسٹر فوکم! تم جب چاہو مجھے گولی مار سکتے ہو۔ پھر اس میں کیا چال ہو سکتی ہے۔"

بلیک زیرو نے لہجے میں حیرت کا عنصر پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں مسٹر ایکسٹو، میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔ باس نے تم سے سب کچھ اگلوانے کا اختیار مجھے دے دیا ہے اور باس اس وقت بے حد مصروف ہے اور دوسری بات یہ کہ میں اس تنظیم کا اہم رکن ہوں اور باس کے بعد تمام اختیارات میرے پاس ہیں۔ اس لئے تم جو کچھ بتلانا چاہتے ہو مجھے بتلا دو۔"

فوکم نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے مگر تم تمام آدمیوں کو کمرے سے باہر بھیج دو میں اپنے ملک کے اتنے اہم راز عام آدمیوں کے سامنے نہیں بتلا سکتا۔ تمہیں کسی قسم کا فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ میں بندھا ہوا ہوں اور بندھا ہوا آدمی مرے ہوئے کے برابر ہوتا ہے۔"

بلیک زیرو نے ایک اور شرط پیش کی۔

"یہ ہمارے خاص آدمی ہیں تم جو کچھ بتلانا چاہتے ہو۔ ان کے سامنے بتلا دو۔ بس یہ سمجھو کہ یہ موجود نہیں ہیں۔"

فوکم نے جواب دیا۔

"اگر تمہیں میری یہ شرط منظور نہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ تم جو کرنا چاہو کر لو۔ ویسے مسٹر فوکم اس بات کا یقین رکھنا کہ تشدد سے تم مجھ سے کچھ نہ اگلوا سکو گے۔ میرا جسم اس معاملے میں قطعی بے حس ہے تمہیں جلد ہی میری اس بات کا یقین آجائے گا۔"

بلیک زیرو نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ فوکم چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے کمرے میں موجود آدمیوں کو باہر جانے کا اشارہ کیا وہ سب تیزی سے کمرے سے باہر چلے گئے۔

"اب بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو۔"

فوکم نے کمرہ خالی ہوتے ہی بلیک زیرو سے پوچھا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم دنیا کے سب سے بڑے احمق ہو جو یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں کچھ بتلا دوں گا۔"

بلیک زیرو نے بڑے استہزائیہ لہجے میں جواب دیا اور فوکم جو بڑے اشتیاق سے کسی خاص راز کے سننے کا متوقع تھا۔ بلیک زیرو کی

خلافِ توقع بات پر ایک لمحے کے لئے بھونچکا رہ گیا۔ مگر دوسرے لمحے اسے اتنا شدید غصہ آیا کہ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ اور اس نے بڑھ کر بلیک زیرو کے چہرے پر زوردار تھپڑ رسید کرنا چاہا مگر شاید وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ بلیک زیرو نے یہ سب کچھ ایک سکیم کے تحت کیا ہے بلیک زیرو نے فرار کا فیصلہ کرتے ہی اپنے ہاتھ چمڑے کے تسموں سے آزاد کر لئے تھے۔ اس کے لئے اس نے اپنے ناخنوں میں لگے ہوئے تیز بلیڈوں سے کام لیا تھا۔ یہ بلیڈ ویسے تو ناخنوں کے اندر رفٹ تھے۔ مگر ہاتھوں کو ایک مخصوص انداز میں حرکت دینے سے وہ باہر نکل آتے تھے اور چمڑے کے تسمے ان بلیڈوں کے سامنے بھلا کیا حقیقت رکھتے تھے۔ بلیک زیرو نے اسے غصہ بھی اسی لئے دلایا تھا تاکہ وہ اس پر جھپٹ پڑے اور اس طرح وہ اپنی سکیم پر بآسانی عمل کر سکے۔ چنانچہ جیسے ہی فوکم نے اس کو تھپڑ مارنا چاہا۔ بلیک زیرو نے اچانک دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن پکڑ لی اور پھر فوکم جھٹکا کھا کر اس پر گر گیا۔ اس کا دھکا لگنے سے وہ کرسی سمیت نیچے گر گیا تھا۔ مگر اس نے فوکم کی گردن نہیں چھوڑی۔ فوکم نے جھنجلا کر پہلے تو اپنی گردن آزاد کرانی چاہی۔ مگر بلیک زیرو بھلا اتنی آسانی سے کہاں چھوڑتا تھا۔ اس نے پوری قوت سے اس کی گردن دبانی شروع کر دی۔ ادھر سے مایوس ہو کر فوکم نے اس کے سینے پر مکے مارنے شروع کر دیئے اور اسی لمحے بلیک زیرو نے اپنے دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور فوکم کی جدوجہد میں یکدم کمی آ گئی۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر آ گئیں اور چہرہ بے انتہا سرخ پڑ گیا۔ بلیک زیرو نے اسی انداز میں ایک اور جھٹکا دیا۔ اور فوکم کی جدوجہد

یکدم ختم ہو گئی۔ اس نے ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے بلیک زیرو نے ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے کو دیکھا اور پھر دھکا دے کر اسے ایک طرف پھینک دیا۔ وہ فرش پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ بلیک زیرو نے بڑی تیزی سے اپنے جسم پر کسے ہوئے باقی بندھن کھولے اور پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سب سے پہلے اس نے بڑھ کر دروازہ کی اندر سے چٹخنی چڑھا دی۔ اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے اپنے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے۔ اپنے تمام کپڑے اتار کر اس نے بے ہوش پڑے فوکم کے کپڑے اتارے اور پھر اپنا لباس اسے پہنا کر اس کا لباس خود پہن لیا۔ وہ یہ سب کام انتہائی پھرتی سے کر رہا تھا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے اپنے سینے پر بندھی ہوئی بیلٹ کا ایک خانہ کھولا اور اس میں سے ایک چپٹا سا باکس نکال لیا۔ اس باکس میں چھوٹی چھوٹی دس شیشیاں موجود تھیں۔ جس میں مختلف میک اپ شیڈز تھے۔ اور اس کے ساتھ ایک شیشی میں سفید رنگ کا سیال تھا۔ اس نے اپنا نقاب اتارا اور پھر سفید رنگ کے سیال کے چند قطرے اس نے ہاتھوں پر ٹپکائے اور ہاتھوں کو منہ پر تیزی سے رگڑنا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بکس کے ڈھکنے کے اندر کی سطح پر اپنا منہ بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر موجود میک اپ اس کے ہاتھوں کی رگڑ سے تیزی سے اترتا چلا جا رہا تھا۔ جلد ہی اس کی اصل شکل و صورت ظاہر ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے مختلف شیشیاں کھول کر ان میں موجود کریم کی مدد سے اپنے چہرے پر فوکم کا میک اپ کرنا شروع کر دیا اس کے ہاتھ برق کی سی تیزی کے ساتھ چل رہے تھے۔ اور تقریباً دس منٹ کی محنت کے بعد اس کا چہرہ نیچے پڑے ہوئے فوکم سے بالکل

مشابہہ ہوگیا۔ اس نے آخری بار آئینے میں اپنی شکل دیکھی اور پھر وہ مطمئن ہوگیا۔

اب اس نے بے ہوش فوکم کے چہرے پر میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ تقریباً پانچ منٹ کی محنت کے بعد فوکم کا چہرہ بے حد بھیانک ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے اس کا چہرہ کسی نے آگ کے الاؤ میں ڈال کر اچھی طرح جلا دیا ہو۔

میک اپ کے بعد اس نے اپنا نقاب فوکم کے چہرے پر چڑھایا اور پھر اس کے جسم کو اٹھا کر اس کرسی پر ڈال دیا اور اس کے جسم کو چمڑے کے تسموں سے کسنے لگا۔

اس سے فارغ ہونے کے بعد اس نے میک اپ باکس دوبارہ سینے پر بندھی بیلٹ میں ڈالا اور پھر اوپر سے قمیض کے بٹن لگا دیئے۔ پھر وہ تیزی سے الماری کی طرف بڑھا۔ اور اس نے الماری کھول کر اس میں موجود ایک تیز چاقو اٹھا لیا۔ چاقو لے کر وہ بے ہوش فوکم کی طرف بڑھا۔ اور پھر اس نے بغیر جھجکے چاقو کی دھار اس کی گردن پر پوری تیزی سے چلا دی۔ فوکم کا جسم ایک بار تڑپا اور پھر ساکت ہوگیا۔ اس کی گردن ایک ہی وار میں آدھی سے زیادہ کٹ چکی تھی اور وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ پھر تو جیسے بلیک زیرو پر جنون کا دورہ پڑ گیا۔ اس نے چاقو کی نوک کی مدد سے فوکم کے ہاتھوں اور پیروں کے ناخنوں کو اکھاڑ دیا۔ اور پھر جب وہ پیچھے ہٹا تو فوکم کی لاش جو اس وقت بلیک زیرو کی لاش نظر آ رہی تھی بری طرح مسخ ہو چکی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس پر بے پناہ تشدد کیا گیا ہو اور بلیک زیرو کا مقصد بھی یہی ظاہر کرنا تھا۔

جب اسے ہر طریقے سے اطمینان ہوگیا۔ تو وہ دروازے کی طرف بڑھا اور اس نے چٹخنی کھول دی چٹخنی کھول کر وہ پیچھے ہٹا ہی تھا۔ اور چاہتا تھا کہ باہر موجود مسلح آدمیوں کو آواز دے کر بلائے کہ اچانک دروازہ کھلا اور باس اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے مسلح آدمی بھی اندر آ گئے۔ باس نے ایک نظر فوکم کی لاش پر ڈالی اور پھر سوالیہ نظروں سے بلیک زیرو کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ سخت جان نکلا باس۔ میں نے اس پر تشدد کی انتہا کر دی مگر اس نے زبان نہ کھولی۔ حتیٰ کہ میں نے اس کی شہ رگ آہستہ آہستہ کاٹ دی مگر بے سود۔" بلیک زیرو نے فوکم کے لہجے میں باس کو صورت حال سے آگاہ کیا۔

"مگر تم نے آدمیوں کو باہر کیوں نکال دیا تھا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ تمہیں کچھ بتلانے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ میں اسی لئے آیا تھا تاکہ معلوم کروں کہ اس نے کیا بتلایا تھا۔"

باس نے تعجب بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں اس نے ایسا کیا تھا۔ مگر جیسے ہی آدمی باہر نکلے اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ نجانے اس نے اپنے ہاتھ کیسے آزاد کرا لئے تھے۔ بڑی مشکل میں اس پر قابو پایا۔ وہ شاید اس طرح مجھے قابو کر کے فرار ہونے کا سوچ رہا تھا۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

باس چند لمحے بغور بلیک زیرو کو دیکھتا رہا پھر اس نے مسلح آدمیوں سے مخاطب ہو کر نیا حکم دیا۔

"اس کی لاش کو اٹھا کر شہر کے کسی چوراہے پر پھینک دو۔"

گریٹ باس کا لہجہ بے حد تحقیر آمیز تھا۔

باس کا حکم ملتے ہی مسلح آدمیوں نے فوکم کی لاش کو چمڑے کے تسموں سے آزاد کیا اور پھر اسے اٹھا کر کمرے سے باہر لے گئے۔

"فوکم میرے ساتھ آؤ۔"

باس نے بلیک زیرو کو اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔ جلد ہی وہ دونوں ایک خاصے بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ شاید آپریشن روم تھا۔ کیونکہ اس میں بے شمار سکرینیں فٹ تھیں۔ اور درمیان میں شیشے کا ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ باس کیبن کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ بلیک زیرو باہر ہی کھڑا رہا۔ باس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے ایک نظر فوکم پر ڈالی اور پھر میز پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور چار مسلح آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"مسٹر فوکم کو چیکنگ روم میں لے جاؤ۔"

باس نے میز پر لگے ہوئے مائیک میں بولتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ اس کا حکم سنتے ہی مسلح آدمی تیزی سے حرکت میں آگئے اور انہوں نے بڑی پھرتی سے بلیک زیرو کو گھیر لیا۔ چار مشین گنیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ باس کا حکم سنتے ہی بلیک زیرو بھی چونک پڑا۔ دوسرے لمحے اس کے حلق سے قدرے خوفزدہ سی آواز نکلی۔

"بب باس آخر اس کی وجہ۔"

"تمہاری ایکسٹو کے ساتھ رازدارانہ گفتگو اور پھر اس کی موت سے

میں مشکوک ہو گیا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ ایکسٹو نے تمہیں کوئی راز کی بات بتلائی ہے۔ جسے تم مجھ سے چھپانا چاہتے ہو۔ اس لئے تمہاری ذہنی چیکنگ ضروری ہے۔"

باس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"مم مگر باس یہ کیسے ممکن ہے اگر ایکسٹو مجھے کچھ بتلاتا تو یقیناً میں آپ کو سب سے پہلے آگاہ کر دیتا۔"

بلیک زیرو نے تعجب اور خوف سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔

"ہارا کاری اپنے مشن کے انتہائی نازک دور سے گزر رہی ہے۔ اس لئے میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔ اگر میرا شک بے جا ہوا تو میں تم سے معافی مانگ لوں گا۔"

باس نے اسی طرح سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی مسلح آدمیوں کو اسے لے جانے کا اشارہ کیا۔

"چلو۔" ایک مسلح آدمی نے مشین گن کی نال کو جھٹکا دیتے ہوئے بلیک زیرو سے کہا اور بلیک زیرو خاموشی سے ان کے ساتھ چلتا ہوا آپریشن روم سے باہر نکل گیا۔

اس کے باہر نکلتے ہی گریٹ باس نے میز کے کنارے پر لگے ہوئے بے شمار سوئچز میں سے ایک سوئچ آن کیا اور اس کے ساتھ ہی کمرے کے کونے میں موجود ایک سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین روشن ہوتے ہی اس پر ایک غیر ملکی کا چہرہ ابھر آیا۔

"فارہنس! میں فوکم کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ مکمل چیکنگ کرو خاص طور پر ذہنی اور خصوصی طور پر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ ایکسٹو

نے اسے کیا بات بتلائی ہے اوکے مجھے فوری رپورٹ دو۔"

گریٹ باس نے انتہائی تحکمانہ لہجے میں غیر ملکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

" یس باس!" غیر ملکی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا اور باس نے سوئچ آف کر دیا۔ روشن سکرین تاریک ہو گئی۔

باس چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے ایک اور بٹن آن کیا۔ ایک اور سکرین روشن ہو گئی۔ جس پر جیکال کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

"جیکال" گریٹ باس نے جیکال سے مخاطب ہو کر کہا۔

" یس باس" جیکال نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

" کیا کام مکمل ہو گیا ہے" باس نے تحکمانہ لہجے میں سوال کیا۔

" یس باس۔ ابھی ابھی میرے آدمیوں نے رپورٹ دی ہے۔ کہ وہ انٹلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض اور ڈائریکٹر جنرل سر رحمان کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ جلد ہی ہیڈ کوارٹر پہنچنے والے ہیں"

جیکال نے جواب دیا۔

" ویری گڈ! اب تم ایسا کرو کہ ان کے پہنچتے ہی ٹائیگر پر ڈائریکٹر جنرل کا میک اپ کر دینا اور خود سپرنٹنڈنٹ فیاض کا میک اپ کر لینا مگر یہ خیال رہے کہ ٹائیگر کو سپرنٹنڈنٹ فیاض کے متعلق کوئی علم نہیں ہونا چاہیئے۔ میں اس کی طرف سے مشکوک ہو چکا ہوں۔ مگر میں نوجوان کو استعمال ضرور کروں گا۔ کیونکہ مجھے امید ہے۔ یہ نوجوان ہمارے مشن کو ضرور تکمیل تک پہنچا دے گا۔ اس کی نشانہ بازی اور پھرتی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ہیڈ کوارٹر سے باہر بھیجنا اور

اسے سیدھا ایئرپورٹ پر پہنچانا۔ دوسری کار میں تم خود بھی بحیثیت سپرنٹنڈنٹ وہاں پہنچ جانا۔ کل صبح سے سربراہ پہنچنے شروع ہو جائیں گے۔ اگر ٹائیگر ہمارے مطلوبہ آدمی کو قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اسے بالکل مت چھیڑنا اسے پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہونے دینا۔ تاکہ جنرل قانی کے قتل کا الزام مقامی حکومت کے سر پڑ جائے اور اگر وہ کوئی مشکوک حرکت کرے تو پھر کوشش کرنا کہ تم خود مطلوبہ آدمی کو قتل کر سکو۔ ورنہ کم از کم ٹائیگر کو ضرور ختم کر دینا۔ تم نے اس کی نگرانی بھی کرنی ہے۔ اور اس سے کام بھی لینا ہے"

گریٹ باس نے جیکال کو تفصیل سے احکامات دیتے ہوئے کہا۔

" آپ بے فکر رہیں باس مجھے یقین ہے کہ ہم کامیاب رہیں گے"

جیکال نے جواب دیا۔

" اوکے۔ گریٹ باس نے جواب دیا اور پھر سوئچ آف کر دیا۔ سکرین تاریک ہو گئی"

اس کے بعد گریٹ باس نے ایک اور سوئچ آن کیا۔ اور اس بار ایک اور سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر ایک اور غیر ملکی کا چہرہ ابھر آیا۔

" کیا تم نے کانفرنس ہال مشن کے متعلق تمام تیاریاں مکمل کر لی ہیں ہوبرٹ" گریٹ باس نے سوال کیا۔

" سر! آپ کے پلان کے متعلق ہم نے مکمل تیاریاں کر لی ہیں آپ قطعی بے فکر رہیں۔ ہماری کامیابی کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی"

ہوبرٹ نے انتہائی پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"ہوبرٹ تمہارے اوپر ہاراکاری کے اہم ترین مشن کی کامیابی کا انحصار ہے۔ تمہارے پروگرام میں معمولی سی لچک بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ کانفرنس ہال کو ہر قیمت پر تباہ ہونا چاہیئے۔

گریٹ باس نے کہا۔

"بے فکر رہیں باس مجھے اپنی ذمہ داری کا پورا احساس ہے۔ مگر ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر جیکال اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے۔" ہوبرٹ نے سوال کیا۔

"پھر دو صورتیں ہوں گی۔ اگر جیکال کے مشن کی کامیابی کے بعد کانفرنس ملتوی کر دی جاتی ہے۔ تو پھر تمہارے ایکشن کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اگر اس کے باوجود کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کرتے ہیں چاہے چند منٹ کے لئے ہی سہی تو پھر تمہیں اپنا کام سرانجام دینا ہے۔"

گریٹ باس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔"

ہوبرٹ نے مؤدبانہ لہجے میں سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"او۔کے۔" گریٹ باس نے جواب دیا اور سوئچ آف کر دیا۔

اب وہ مطمئن ہو چکا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ ہاراکاری اس بار بھی اپنے مشن میں کامیاب ہو گی۔ اس نے کامیابی کے لئے دو طرفہ وار کرنے کا جو پروگرام مرتب کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ قطعی مکمل تھا۔ اور پھر سب سے بڑی کامیابی یہ بھی تھی۔ کہ وہ سیکرٹ سروس کے چیف کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

اب کم از کم اس کے خیال کے مطابق سیکرٹ سروس کی صلاحیتیں کچھ دنوں کے لئے مفلوج ہو جائیں گی۔ اور اتنے میں وہ اپنا کام سرانجام دے چکا ہو گا۔ چنانچہ اب وہ فوکم کے متعلق رپورٹ کا انتظار کرنے لگا۔

اس کی نظریں چیکنگ روم سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔

عمران کو جب ہوش آیا۔ تو اس نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی اسے احساس ہو چکا تھا کہ حالات اس کے قابو سے باہر ہو چکے ہیں اور جس پلان کے تحت اس نے بلیک زیرو کو اغوا کرایا تھا وہ خود اس پلان کا شکار ہو چکا ہے۔ اٹھتے ہی وہ تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھا۔ جدھر بلیک زیرو کو لے جایا گیا تھا۔ مگر یہ کمرہ خالی تھا۔ اور پھر اس نے تمام کوٹھی چھان ماری۔ مگر پوری کوٹھی میں کہیں بھی اسے کوئی متنفس نظر نہیں آیا۔ اور نہ ہی کوئی ایسے آثار نظر آئے جس سے وہ سمجھتا کہ یہ کوٹھی مجرموں کے استعمال میں رہتی ہے۔ کوٹھی صدیوں سے ویران پڑی تھی۔ ہر طرف گرد ہی گرد تھی۔ صرف عمران اور دو مجرموں کے قدموں کے نشانات تھے۔ عمران اس کے قدموں کے نشانات پر چلتا ہوا

کمرے کے دوسرے دروازے سے نکلا اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا عمارت کی چھت پر پہنچ گیا۔ چھت پر پہنچتے ہی اس نے ایک طویل سانس لیا۔ کیونکہ اب معاملہ اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔ چھت پر ہیلی کاپٹر کے پیڈز کے نشانات واضح طور پر موجود تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ مجرموں نے ایکسٹو کو ہیڈ کوارٹر تک لے جانے کے لئے پیچیدہ سا پروگرام مرتب کیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اسے بے ہوش کر کے بحیثیت جونی ہیڈ کوارٹر نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ اسے بے ہوش کر کے وہیں ڈال گئے تھے۔ باہر پورچ میں کار بھی موجود نہیں تھی اس لئے اس نے سوچا کہ اس کے ساتھی مجرم ضرور بذریعہ کار واپس گئے ہوں گے اور چونکہ وہ ٹرانسمیٹر پر سیکرٹ سروس کے ممبران کو الرٹ کر چکا تھا۔ اس لئے ہو سکتا ہے کسی نے کار کو چیک کیا ہو اور اس طرح وہ شاید آگے بڑھنے میں کامیاب ہو جائے۔

چنانچہ اس نے اپنے کالر سے ایک چپٹا سا بکس نکالا اور پھر اس کا ایک کونہ دبا دیا۔ یہ محدود حیطہ عمل کا ٹرانسمیٹر تھا۔ اس سے کم از کم یہ معلوم ہو جاتا تاکہ اس کوٹھی کے قریب کوئی ممبر موجود ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہی ہوا دوسرے لمحے کیپٹن شکیل اور صفدر سے رابطہ قائم ہو گیا۔ عمران نے بحیثیت ایکسٹو ان سے بات چیت کی۔ ایکسٹو کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد وہ ممبران کو اب کم از کم ایکسٹو کے اغوا کے متعلق پہلے والی کال کے تاثر سے ہٹانا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے ان سے بطور ایکسٹو بات کی تھی جب اسے معلوم ہوا کہ مجرموں کی کار ان کے ہاتھوں تباہ ہو چکی ہے تو وہ اس ممکنہ کلیو سے بھی مایوس ہو گیا۔ اب

تمام تر انحصار صرف بلیک زیرو کی ذات پر ہی رہ گیا تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ کر کیا کر سکتا ہے۔ بہرحال مزید تفصیلات معلوم کرنے کے لئے اس نے کوٹھی پر بلا لیا اور پھر خود چھت سے اتر کر کوٹھی کے گیٹ پر آ گیا۔ چند ہی لمحوں بعد کیپٹن شکیل اور صفدر بھی موٹر سائیکلوں پر وہاں پہنچ گئے۔

"عمران صاحب"۔ دونوں نے موٹر سائیکلوں سے اترتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"تم اس کوٹھی کے قرب و جوار میں کتنی دیر سے موجود ہو"۔۔۔ عمران نے اپنی اصل آواز میں ان سے مخاطب ہو کر پوچھا

"تقریباً آدھے گھنٹے سے"۔ صفدر نے جواب دیا۔

"کیا تم نے کسی ہیلی کاپٹر کو اڑتے دیکھا ہے یا اس کی آواز سنی ہے"۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔

"نہیں۔" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔ "کیوں کیا بات ہے"۔ اس کا لہجہ سوالیہ تھا؟

"ہیلی کاپٹر میں میری بیوی موجود تھی اس لئے پوچھ رہا ہوں"۔ عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ اور کیپٹن شکیل کو بھی اپنے بے تکے سوال کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ دوسرے ہی لمحے اس نے لجاجت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"معاف کیجئے عمران صاحب دراصل ایکسٹو کے اغوا کے متعلق سن کر کچھ ذہن اب سیٹ ہو گیا تھا"۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیپٹن شکیل ایکسٹو اغوا نہیں ہوا بلکہ وہ میری ہونے والی بیوی کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔ بڑی مشکل سے تو

نیک بخت مجھ سے شادی پر آمادہ ہوئی تھی۔ مگر درمیان میں یہ رقیب نقاب پوش ٹپک پڑا۔ خیر میرا نام بھی عمران ہے۔ مجھ سے بچ کر وہ کہاں جائے گا۔"

عمران نے بات کو مذاق میں ٹالتے ہوئے جواب دیا۔

"اب ہمارے لئے کیا حکم ہے۔"

اس بار صفدر نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

"حکم تو نہیں البتہ درخواست ہے کہ مجھے شہر تک پہنچا دو۔"

عمران نے بڑے لجاجت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"چلیئے" کیپٹن شکیل نے سنجیدگی سے جواب دیا اور پھر عمران کیپٹن شکیل کے پیچھے موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ تیزی سے شہر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ اب اس کے سوا عمران کے پاس اور چارہ ہی کیا رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کیپٹن شکیل اور صفدر کو دانش منزل کے قریب چھوڑ دیا۔ اور خود دانش منزل چلا گیا۔ کانفرنس کے انعقاد کے دن اب سر پر آگئے تھے۔ اور ابھی تک وہ مجرموں کو گرفتار نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ ذہنی طور پر بے حد الجھ گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کل سے سربراہان مملکت آنے شروع ہو جائیں گے۔ اس لئے اس کی ایئر پورٹ پر موجودگی بے حد ضروری تھی۔ ٹائیگر نے بھی ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں دی تھی۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے اور اتنا تو وہ بھی جانتا تھا۔ کہ "یہی کچھ" پاکیشیا کے مستقبل کو ہمیشہ کے لئے تاریک کر کے رکھ دے گا۔ دانش منزل کے آپریشن روم میں اس نے ٹائیگر کو کال کرنے کی کوشش کی مگر رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ چنانچہ

اس نے کوشش ترک کر دی اسے معلوم تھا کہ ایئر پورٹ پر بھی حفاظت کے بھرپور انتظامات کئے گئے ہوں گے۔ اور وہ ان انتظامات کی تفصیل جاننا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ مطمئن ہو سکے۔ ان انتظامات کی تفصیل صرف سر رحمان سے ہی مل سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور پھر سر رحمان کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ اسے انتظار نہیں کرنا پڑا۔ بلکہ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"رحمان سپیکنگ" دوسری طرف سے سر رحمان کی پروقار آواز گونجی۔

"ایکس ٹو" عمران نے بھی جواب میں باوقار انداز میں کہا۔

"فرمائیے میرے لئے کیا حکم ہے" سر رحمان کے لہجے میں نرمی آگئی۔

عمران دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر وہ ایکسٹو کی بجائے عمران کہہ دیتا تو یہ نرمی ابھی جھاڑ میں تبدیل ہو جاتی۔

"مجھے کل ایئر پورٹ پر حفاظتی انتظامات کی تفصیل چاہیئے۔"

عمران نے کہا۔

"وہ کس لئے مسٹر ایکسٹو۔"

سر رحمان کے لہجے میں ہلکا سا تعجب تھا۔

"اس لئے کہ میں اس سلسلے میں اپنے طور پر مطمئن ہونا چاہتا ہوں۔"

عمران نے اس بار قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"سوری مسٹر ایکسٹو یہ تفصیلات ٹاپ سیکرٹ ہیں۔"

سر رحمان کے لہجے میں بھی سختی عود کر آئی۔

"ٹاپ سیکرٹ۔" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس کا لہجہ بے حد سپاٹ ہو گیا۔

آپ جانتے ہیں سر رحمان کہ آپ کس سے مخاطب ہیں۔ کیا اب ایکسٹو کے لئے بھی کوئی چیز سیکرٹ رکھی جانے لگی ہے۔

"میں آپ کی پوزیشن سمجھتا ہوں مسٹر ایکسٹو۔ مگر اس سلسلے میں میں بے حد محتاط ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ آپ واقعی ایکس ٹو یا آپ کی آواز میں کوئی مجرم مجھ سے باتیں کر رہا ہے"

سر رحمان نے دلیل دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کا پوائنٹ قابل داد ہے۔ مگر مجھے حفاظتی انتظامات کی تفصیل چاہیئے۔ کیونکہ معزز مہمانوں کی حفاظت کرنا میری بھی ذمہ داری ہے۔"

عمران نے جواب دیا۔

"میں مجبور ہوں مسٹر ایکس ٹو، میں ٹیلی فون پہ نہیں بتلا سکتا۔ ایک ہی صورت ہے کہ آپ مجھ سے بالمشافہ بات کریں اور اپنا شناختی کارڈ ہمراہ لے آئیں۔ میں مکمل تسلی کرنے کے بعد ہی آپ کو کچھ بتلا سکتا ہوں۔"

سر رحمان نے جواب دیا ان کا لہجہ بھی بے حد سرد تھا۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں آپ سے ملاقاتیں کرتا پھروں۔ آپ ایسا کریں کہ تفصیلات سر سلطان کو بتلا دیں میں ان سے معلوم کر لوں گا۔"

عمران نے انتہائی جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سوری میں سر سلطان کو بھی ان تفصیلات سے آگاہ نہیں کر سکتا اگر آپ نے کچھ معلوم کرنا ہے تو مجھ سے بالمشافہ بات کریں۔ دوسری صورت میں مجھے معذور سمجھیئے۔"

سر رحمان بھی آخر پٹھان تھے اپنی بات پہ اڑ گئے اور پھر ایکس ٹو سے

بالمشافہ ملنے کا ایک موقع ان کے ہاتھ لگا تھا۔ بھلا وہ یہ موقع ہاتھ سے کیسے جانے دیتے۔ انہیں معلوم تھا کہ ایکسٹو ان سے ملنے پہ مجبور ہو جائیگا۔

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے جواب دیا۔

"سر رحمان میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ میں عمران کو آپ کے پاس اتھارٹی لیٹر دے کر بھیج دیتا ہوں۔ آپ اسے تفصیلات بتلا دیں۔ وہ مجھے پہنچا دے گا۔"

"عمران، اس کی بھلا کیا اوقات ہے کہ میں اسے اتنے اہم ملکی سلامتی کے راز میں شریک کروں۔ یہ ناممکن ہے مسٹر ایکسٹو اس سلسلے میں آپ کو خود ہی تکلیف کرنی پڑے گی۔"

سر رحمان نے جواب دیا اور شاید انہوں نے بات کرتے ہی ریسیور رکھ دیا تھا۔ کیونکہ رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ رابطہ ختم ہوتے ہی عمران نے ریسیور کریڈل پہ پٹخ دیا۔ اسے سر رحمان پہ بے طرح غصہ آ رہا تھا جنہوں نے خواہ مخواہ ضد کر لی تھی۔

وہ چاہتا تو پرائم منسٹر سے بات کر کے سر رحمان کو مجبور کر سکتا تھا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ سر رحمان ضد کے پکے ہیں۔ انہوں نے پھانسی چڑھ جانا منظور کر لینا ہے۔ مگر اپنی ضد سے باز نہیں آنا۔ اس لئے اس نے اس کی کوئی اور صورت سوچنی شروع کر دی اور پھر اس کے ذہن میں ایک خیال برق کی طرح چمکا۔ اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے مجرم نے اس طرف بھی وار کر دیا ہو۔ سر رحمٰن انتہائی اہم پوسٹ پہ فائز ہیں۔ مجرموں نے سر رحمٰن کو اغوا کر لیا ہو اور اس کی جگہ اپنا آدمی بھیج دیا ہو اگر ایسا ہو چکا ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہوگا۔ سر رحمٰن کے میک اپ میں

مجرم بڑے آرام سے کوئی وار کر سکتے ہیں اگر اب تک ایسا نہیں بھی ہوا تو کسی بھی لمحے ایسا ہو سکتا ہے۔

اور پھر جیسے جیسے وہ اس پہلو پر سوچتا گیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ مجرم ضرور یہ حربہ استعمال کریں گے۔ کیونکہ اس طرح وہ بڑی آسانی سے اپنا مشن پورا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے لمحے اس نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اور پھر ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی سیٹ کر کے اس نے بٹن آن کر دیا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"جولیا سپیکنگ اوور"

"ایکسٹو اوور" عمران نے جواب دیا۔

"یس سر فرمایئے اوور" جولیا کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"جولیا۔ کیپٹن شکیل۔ تنویر اور نعمانی سے کہو کہ وہ فوراً سر رحمان کو اغوا کر کے دانش منزل پہنچا دیں اور صفدر کو فوراً دانش منزل بھیج دو تاکہ عمران اس پر سر رحمان کا میک اپ کر دے اسے سر رحمٰن کی فوری طور پر جگہ لینی ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ صبح تمام ممبران کو ایئر پورٹ پر موجود ہونا چاہیئے۔ سربراہان کی حفاظت کے لئے انہیں انتہائی مستعد ہونا چاہیئے۔ سیکرٹ سروس کا شناختی کارڈ ان کے پاس موجود ہونا چاہیئے۔ ایئر پورٹ پر عمران انچارج ہو گا۔

"بہتر سر میں ابھی احکامات دے دیتی ہوں۔ مگر سر کیا مجھے بھی ایئر پورٹ پر جانے کی اجازت ہے اوور"

جولیا نے سوال کیا۔

"نہیں تم ایئر پورٹ نہیں جاؤ گی۔ بلکہ ہر لمحہ ٹرانسمیٹر پر موجود رہو گی۔

کسی بھی لمحے تمہارے ذریعے کوئی احکامات ممبران کو پہنچائے جا سکتے ہیں۔ اوور اینڈ آل"

عمران نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس کے بعد عمران نے میک اپ روم میں جا کر جوزف والا میک اپ اتار دیا۔ اور خود چل کر میٹنگ ہال میں پہنچ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد صفدر بھی وہاں پہنچ گیا۔

"چلو صفدر تمہارا میک اپ کر دوں میں تمہارے انتظار میں ہی بیٹھا تھا"

عمران نے صفدر کو دیکھتے ہی سنجیدگی سے کہا۔ اور پھر اسے لئے ہوئے ممبرز میک اپ روم میں چلا گیا۔ عمران کو کرسی پر بٹھا کر اس نے اس کا سپیشل میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ بڑے فنکارانہ طریقے سے چل رہے تھے اور جب وہ فارغ ہوا تو اس کے سامنے صفدر کی بجائے سر رحمٰن تھے۔

"چلیں جناب سر رحمٰن صاحب اب آپ ڈائریکٹر جنرل انٹلی جنس کا عہدہ سنبھالئے اور ہوشیار رہیئے۔ مجرم آپ کو اغوا بھی کر سکتے ہیں"

عمران نے مزاحیہ لہجے میں کہا اور صفدر کو بھی شرارت سوجھی۔ اس نے بڑے بارعب لہجے میں جواب دیا۔

"تمیز سے بات کرو۔ میں تمہارا باپ ہوں اگر زیادہ زبان چلائی تو ابھی جائیداد سے عاق کر دوں گا۔

"اجی قبلہ و کعبہ محترم و مکرم والد صاحب اب ناراض ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ باتمیز اور باادب اولاد

پیدا کرتے رہا"

عمران نے باقاعدہ ہاتھ باندھتے ہوئے بڑے عاجزانہ لہجے میں جواب دیا اور صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

اور پھر وہ دونوں میک اپ روم سے اٹھ کر میٹنگ روم میں آگئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے انتظار کے بعد دانش منزل کا گیٹ کھلا اور ایک کار اندر داخل ہوئی۔ کیپٹن شکیل۔ تنویر اور نعمانی نیچے اترے اور پھر کیپٹن شکیل نے کار کی پچھلی سیٹ سے بے ہوش سر رحمان کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور اسے لئے ہوئے میٹنگ روم میں آگیا۔

"یہ کار ڈیڈی کی ہی معلوم ہوتی ہے"

عمران نے کیپٹن شکیل سے پوچھا۔

"ہاں یہ انہی کی کار ہے" کیپٹن شکیل نے سر رحمان کو ایک صوفے پر لٹاتے ہوئے جواب دیا۔ بے ہوش سر رحمان کا میک اپ کر لینے کے بعد جب عمران کو ان کے اصلی ہونے کا یقین ہو گیا تو اس نے صفدر سے کہا۔

"صفدر تم اس کار کو ہیں واپس چلے جاؤ اور پوری طرح ہوشیار رہنا۔ اگر مجرم تمہیں اغوا کرنا چاہیں تو زیادہ جھگڑے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ جس وقت موقع ملے۔ ایکسٹو کو اطلاع کر دینا۔ وہ تمہیں خود ہی مزید احکامات دے دے گا"

عمران نے صفدر کو احکامات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے" صفدر نے جواب دیا اور پھر وہ کار میں بیٹھ کر دانش منزل سے چل دیا۔

"آپ لوگ بھی جائیں۔ جولیا نے امید ہے کل کے لئے احکامات

آپ کو دے دیئے ہوں گے۔ انتہائی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے"

عمران نے کیپٹن شکیل، تنویر اور نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"عمران صاحب! آپ اس معاملے میں کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہیں"

کیپٹن شکیل سے رہا نہ گیا۔ اس لئے بول پڑا۔

"کیپٹن شکیل کل سے کانفرنس ختم ہونے تک کے دن اتنے نازک اور خطرناک ہیں کہ تمہارے باس ایکسٹو کا پتہ پانی ہو رہا ہے۔ اسی لئے اس نے میری جان کھا رکھی ہے کہ میں قطعی سنجیدہ رہوں۔ میں نے بھی سوچا کہ چلو اس بار اس کا کہنا مان ہی لوں ایسا نہ ہو کہ کوئی گڑبڑ ہو جائے اور اس کا تمام الزام میری غیر سنجیدگی پر آجائے"

عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور کیپٹن شکیل بھی مسکرا دیا اور پھر وہ تینوں دانش منزل سے باہر چلے گئے۔ عمران نے سر رحمان کو اٹھا کر گیسٹ روم میں جا لٹایا۔ اور پھر خود آپریشن روم سے جا کر ایک سرنج کسی سبز رنگ کے سیال کی بھر کر لایا۔ اس نے سر رحمان کے بازو میں وہ سیال انجکٹ کر دیا۔ اب اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ سر رحمان کم از کم چھتیس گھنٹے مزید ہوش میں نہیں آ سکتے۔ ان کی طرف سے بے فکر ہو کر وہ آپریشن روم میں واپس آیا اور اس نے ٹیلی فون پر زیرو ہاؤس کے نمبر گھمائے۔ دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

"جوزف میں عمران بول رہا ہوں تم فوراً دانش منزل پہنچو"

عمران نے انتہائی سنجیدگی سے حکم دیا۔

"باس میں ابھی پہنچ جاتا ہوں۔ مگر یہاں طاہر صاحب بھی نہیں ہیں

کیا نیرو ہاؤس کو لاک کر آؤں "

جوزف نے سوال کیا۔

"تم اسے لاک کر کے فوراً دانش منزل آجاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" عمران نے جواب دیا اور رسیور رکھ دیا۔

اس کا ذہن اتنا الجھا ہوا تھا۔ کہ نہ چاہنے کے باوجود خود بخود سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اور شاید اس کی زندگی میں پہلا موقع تھا۔ جب کسی کیس پر کام کرتے ہوئے وہ اتنا سنجیدہ ہونے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ورنہ آج تک خطرناک سے خطرناک سچویشن بھی اسے سنجیدگی پر مجبور نہ کر سکی تھی۔ اب وہ دانش منزل میں بیٹھا جوزف کا انتظار کر رہا تھا۔ تاکہ اسے سر رحمان کی نگرانی پر مقرر کر کے اطمینان کے ساتھ کسی اور کام میں ہاتھ ڈالے۔

بلیک زیرو جب چیکنگ روم میں داخل ہوا تو وہاں موجود ایک غیر ملکی نے بڑے مؤدبانہ انداز میں استقبال کیا۔

"آیئے مسٹر فوکم کیا بات ہو گئی باس کو آپ جیسے معزز رکن پر کیوں شک ہو گیا ہے۔" غیر ملکی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"معلوم نہیں میں نے تو باس کو بہت سمجھایا ہے۔ مگر وہ چیکنگ پر بضد ہے۔ آپ برائے کرم اچھی طرح چیکنگ کر کے باس کی تسلی کر دیں۔" بلیک زیرو نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس بیڈ پر لیٹ جایئے اور اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیجیئے۔" فارہنس نے ایک بیڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیرو خاموشی سے جا کر بیڈ پر لیٹ گیا۔

فارہنس نے قریب پڑی ایک ٹرالی نما مشین کھینچ کر بیڈ کے قریب کھڑی کی اور پھر ایک ہینڈل دباتے ہی اس مشین کے اوپر لگا ہوا شیشے کا غلاف بلیک زیرو پر چھا گیا۔ فارہنس نے مشین کا بٹن دبا دیا اور پھر مشین کے ساتھ ایک ہک پر لٹکا ہوا ہیڈ فون اٹھا کر اپنے کانوں پر چڑھا لیا۔ ہیڈ فون کے ساتھ مائیک بھی فٹ تھا۔

شیشے کا غلاف چڑھتے ہی بلیک زیرو کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس کا دم گھٹتا چلا رہا ہو۔ اور پھر دوسرے لمحے اس کے ذہن میں تیز آندھیاں سی چلنے لگیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے ذہن میں کوئی فلم سی چل رہی ہو۔ بلیک زیرو سمجھ گیا۔ کہ اس کا ذہنی مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً اپنی قوتِ ارادی کے بل پر ذہن کو سیٹ کر دیا۔ اور اس وقت اس کے کانوں میں فارہنس کی آواز آئی۔

"تمہارا نام کیا ہے"۔ بلیک زیرو نے فوراً اپنا نام فوکم بتلانا چاہا مگر دوسرے لمحے اُسے احساس ہوا کہ اس کا ذہن تلپٹ ہوتا جا رہا ہے اور جیسے جیسے وہ فوکم کا لفظ زبان سے نکالنے کی کوشش کرتا۔ اتنا ہی ذہن میں انتشار بڑھتا جا رہا ہے۔ آخر بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا۔

"طاہر"۔ اور طاہر کا لفظ زبان سے نکلتے ہی اس کا ذہنی انتشار یکدم ختم ہو گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا۔ جیسے وہ دماغی طور پر انتہائی پرسکون ہو گیا ہو۔

فارہنس کے چہرے پر طاہر کا لفظ سن کر حیرت اور تعجب کے شدید ترین اثرات ابھر آئے۔ حیرت کی شدت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اس کے لبوں پہ ایک پراسرار مگر زہریلی مسکراہٹ دوڑنے لگی۔

"فوکم کہاں ہے"۔ فارہنس نے سپاٹ لہجے میں دوسرا سوال

کیا اور ساتھ ہی مشین کا ڈائل ذرا سا اور گھما دیا۔ اور بلیک زیرو کے ذہن میں ایک بار پھر آندھیاں سی چلنے لگیں۔ اس مشین کے سامنے اس کی تمام قوتِ ارادی ختم ہو کر رہ گئی تھی اور وہ اپنے آپ کو بڑا بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اس کے منہ سے لاشعوری طور پر صحیح باتیں نکلنے لگی تھیں۔

"فوکم کو میں نے قتل کر دیا ہے"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔ اور جواب دیتے ہی اس کا ذہن ایک بار پھر پرسکون ہو گیا۔

"کیا تم ایکس ٹو ہو"۔ فارہنس نے ایک اور سوال کیا اس کے لہجے میں بے پناہ اشتیاق تھا۔

"نہیں میں ایکس ٹو کی ڈمی ہوں"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔ اب اس کا ذہن مکمل طور پر فارہنس کی ٹرانس میں آچکا تھا۔ اس لئے وہ بڑے پرسکون انداز میں جواب دے رہا تھا۔

"ایکسٹو کون ہے"۔ فارہنس نے پوچھا۔

"ایکسٹو"۔ بلیک زیرو جواب دیتے دیتے رک گیا۔ گو اس کے ذہن میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ مگر اس سوال کے جواب میں اس کی قوت ارادی ایک بار پھر مزاحمت کر رہی تھی۔ دراصل چونکہ آج تک اس نے اس سوال کو ہمیشہ چھپایا۔ اس لئے نفسیاتی طور پر اس سوال کے جواب میں اسے سب سے زیادہ کش مکش کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

"بتلاؤ ایکس ٹو کون ہے"۔ فارہنس نے اسے رکتے دیکھ کر ڈائل کو اور گھما دیا اور بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے دماغ میں کسی نے بارود بھر کر آگ لگا دی ہو اور کسی بھی لمحے اس کا

دماغ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ مشین پر لگے ہوئے بلب انتہائی
تیزی سے جل بجھ رہے تھے اور بڑے سے ڈائل پر لگی ہوئی سرخ
سوئی تیزی سے ادھر اُدھر حرکت کر رہی تھی اور فارہنس اس سوال
کا جواب سننے کے لئے ہمہ تن گوش بنا ہوا تھا۔

"ایکسٹو اصل میں علی عمران ہے۔"

آخر کار بلیک زیرو کے منہ سے وہ راز کھل ہی گیا۔ جسے معلوم کرنے
کے لئے ایک دنیا مدت سے تڑپ رہی تھی۔

"علی عمران۔" فارہنس نام سن کر حیرت سے اچھل پڑا۔

"وہی علی عمران جو احمق سا آدمی ہے۔" فارہنس نے سوال کیا۔

"ہاں وہی علی عمران۔ وہ احمق نہیں ہے۔ بلکہ حماقت کے پردے
میں وہ سب کو احمق بنا دینے کا ماہر ہے۔"

بلیک زیرو نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ اصل راز بتلانے
کے بعد۔ اب اس کی باقیات بتلانے میں بھلا اسے کیا ہچکچاہٹ
ہو سکتی تھی۔

یہ اتنا بڑا اور اتنا اہم انکشاف تھا کہ فارہنس نے مزید سوالات
کا ارادہ ترک کر دیا اور پھر اب تمام باتیں ظاہر ہو چکی تھیں۔ یہ شخص فوکم
نہیں تھا۔ بلکہ اس نے فوکم کو ختم کر کے اس کا میک اپ کر لیا تھا اور
پھر یہ بھی اصل ایکس ٹو نہیں ہے۔ بلکہ اصل ایکس ٹو وہ احمق علی عمران
ہے یہ اس کی ڈمی ہے اب مزید سوالات کی فی الحال ضرورت بھی
نہیں رہی تھی۔ وہ اس راز کو فوری طور پر گریٹ باس کو منتقل کرنا
چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے قریب موجود آکسیجن سلنڈر کی نال کو مشین میں

فٹ کیا اور اس کے بعد مشین بند کر دی۔ البتہ اس نے وہ شیشے کا
غلاف بلیک زیرو کے جسم سے نہیں ہٹایا۔ آکسیجن اندر جانے کی وجہ
سے اب بلیک زیرو کا دم نہیں گھٹ سکتا تھا۔ مگر شیشے کی وجہ سے
وہ حرکت کرنے سے مجبور تھا۔

اس کی طرف سے تسلی ہونے کے بعد فارہنس تیزی سے ایک
اور مشین کی طرف بڑھا۔ اس نے اس کا سوئچ آن کیا تو اس مشین کے
اوپر لگی ہوئی سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر گریٹ باس کا چہرہ نظر
آنے لگا۔

"کیا رپورٹ ہے فارہنس۔"

گریٹ باس نے سوال کیا۔

"باس آپ کی دور اندیشی اور ذہانت کا تہہ دل سے میں قائل ہو
گیا ہوں۔ آپ نے فوکم پر شک کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔"

فارہنس کا لہجہ تحسین آمیز تھا۔

"تمہید ختم کرو رپورٹ دو۔"

گریٹ باس نے جواب میں انتہائی سخت لہجہ استعمال کیا۔

"باس ایک انتہائی اہم انکشاف ہوا ہے۔ یہ شخص فوکم نہیں ہے
بلکہ اس نے فوکم کو قتل کر کے اس کا میک اپ کر لیا ہے۔"

فارہنس نے جواب دیا۔

"اوہ" گریٹ باس بھی یہ سن کر حیرت سے اچھل پڑا۔ ایسا
تو اس نے بھی نہیں سوچا تھا۔ وہ تو صرف اس حد تک مشکوک تھا
کہ شاید ایکسٹو نے فوکم کو کوئی راز بتلا دیا ہے اور فوکم اسے چھپا رہا

ہے۔ اس بات کا تو اس کو اندازہ بھی نہیں تھا۔ کہ ایکسٹو فوکم کو قتل کر کے اس کا میک اپ کر لے گا۔

"تو کیا یہ ایکس ٹو ہے"

گریٹ باس نے حیرت بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں جناب یہ ایکسٹو بھی نہیں ہے بلکہ ...... فارہنس نے جواب میں تفصیلات بتلانی چاہی تھیں کہ یکدم روشن سکرین تاریک ہو گئی اور رابطہ ختم ہو گیا۔ فارہنس نے چونک کر مشین کی طرف دیکھا مگر مشین بند ہو چکی تھی۔ اس نے تیزی سے گھوم کر بلیک زیرو کی طرف دیکھا اور ایک دفعہ پھر وہ اچھل پڑا۔ کیونکہ شیشے کا غلاف ایک طرف ہٹا ہوا تھا اور بیڈ پر سے بلیک زیرو غائب تھا۔ اس نے سوئچ بورڈ پر نظر دوڑائی تو اسے بلیک زیرو سوئچ بورڈ کا بڑا بٹن آف کے قریب کھڑا نظر آیا یہ بلیک زیرو ہی تھا۔ جس نے سوئچ بورڈ کا بڑا بٹن آف کر کے ٹیلی کمیونیکیشن رابطہ ختم کر دیا تھا۔ سوئچ بورڈ بیڈ کے زیادہ قریب تھا۔ اس لئے بلیک زیرو نے شاید فارہنس پر حملہ کرنے کی بجائے سوئچ آف کرنا زیادہ بہتر سمجھا ہو گا۔ اس سے پہلے کہ فارہنس سنبھلتا بلیک زیرو نے اس پر چھلانگ لگا دی اور دوسرے لمحے فارہنس الٹ کر نیچے فرش پر جا گرا۔ بلیک زیرو پر تو جیسے جنون سوار تھا۔ اس نے فارہنس کو فرش سے اٹھنے کی مہلت ہی نہ دی اور کسی مشین کی طرح اس کے بازو حرکت کرتے رہے اور چند ہی لمحوں میں بلیک زیرو کے طاقتور مکوں نے فارہنس کو دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا۔

بلیک زیرو نے آگے بڑھ کر بڑی پھرتی سے دروازہ اندر سے

لاک کیا اور مشین کا ہینڈل گھما کر بیڈ پر موجود شیشے کے غلاف کو پوری طرح ایک طرف کر دیا یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ آکسیجن کا دباؤ پڑنے سے غلاف ذرا سا ہٹ گیا تھا اور وہ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ فارہنس کو اٹھا کر بیڈ پر ڈال دے گا اور ایک بار پھر میک اپ تبدیل کر کے خود فارہنس بن جائے گا۔ مگر ابھی وہ فارہنس کے بے ہوش جسم کو فرش سے اٹھا ہی رہا تھا کہ دروازہ پر بڑے زور سے دستک ہونے لگی۔ دستک اتنے زوردار انداز میں دی گئی تھی۔ کہ ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے اگر فوراً دروازہ نہ کھولا گیا تو دوسرے لمحے دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ بلیک زیرو کو احساس ہو گیا۔ اب اس کے پاس وقت باقی نہیں رہا کہ وہ میک اپ تبدیل کر سکے۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر یہی سمجھا کہ فارہنس جس کو اس کے راز کا علم ہے ختم کر دے۔ چنانچہ اس نے فارہنس کے گلے پر اپنے دونوں ہاتھ جما دیئے اور پھر وہ پوری قوت سے اس کے گلے کو دباتا چلا گیا۔ چند ہی لمحوں بعد فارہنس کا کانٹا ہمیشہ کے لئے دور ہو چکا تھا اور فارہنس بے چارہ اس عظیم راز کو ساتھ لئے ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سو چکا تھا۔

اس سے فارغ ہو کر بلیک زیرو جیسے ہی سیدھا ہوا اسی لمحے دروازہ جس پر پورے زور و شور سے قوت آزمائی کی جا رہی تھی۔ ایک دھماکے کے ساتھ ٹوٹ کر کھل گیا اور پھر باس اور اس کے ساتھ چار مسلح آدمی اچھل کر اندر داخل ہو گئے۔

باس فارہنس کو مردہ دیکھ کر ایک لمحے کے لئے حیرت سے سن ہو کر رہ گیا۔ البتہ اس کے مسلح ساتھیوں نے بلیک زیرو کو گھیرنا

چاہا۔ مگر بلیک زیرو کو معلوم تھا۔ کہ اگر وہ اب ان کے ہتھے چڑھ گیا تو پھر اس کا حشر بھی فارہنس جیسا ہوگا۔ اس لئے جیسے ہی باس اور اس کے مسلح ساتھی اندر داخل ہوئے۔ بلیک زیرو نے اچھل کر ایک مشین کی آڑ لے لی۔ اور پھر جیسے ہی وہ مسلح آدمی مشین گنیں لئے اس کی طرف بڑھے۔ اس نے پوری قوت سے وہ مشین ان پر دھکیل دی۔ چار میں سے تین تو اس بھاری بھرکم مشین کی زد میں آگئے۔ البتہ ایک اچھل کر ایک طرف ہوگیا اور اس پر بلیک زیرو نے چھلانگ لگا دی اس نے اس آدمی پر کچھ اس انداز میں حملہ کیا تھا کہ ایک ہی حملے میں وہ اس کے ہاتھ سے مشین گن جھپٹ لینے میں کامیاب ہوگیا۔ مگر حملے کی زد میں وہ سامنے کی دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔ مگر دیوار سے ٹکراتے ہی وہ برق کی سی تیزی سے گھوما اور پھر اس نے مشین گن کا فائر کھول دیا۔ وہ آدمی جس کے ہاتھ سے مشین گن چھوٹی تھی۔ سب سے پہلے گولیوں کی زد میں آیا۔ اور اس کے بعد مشین کے نیچے پھنسے ہوئے آدمی اس کی گولیوں کا شکار ہوگئے۔ بلیک زیرو نے باس کو شکار کرنے کے لئے اپنی نظر دوڑائیں۔

مگر باس کمرے میں موجود نہیں تھا۔

شاید وہ اسی وقت ہی صورت حال کی نزاکت کا احساس کر کے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ جب بلیک زیرو نے ان تینوں آدمیوں پر مشین دھکیلی تھی۔ باس کا اس طرح بچ کر نکل جانا۔ بلیک زیرو کے لئے بے انتہا خطرناک تھا۔ چنانچہ مشین گن سمیت اس نے کمرے سے باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ جتنی جلدی ہو سکے باس کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ مگر جیسے

ہی وہ کمرے سے باہر آیا اس پر بیک وقت چار یا پانچ آدمیوں نے یورش کر دی۔ بلیک زیرو نے ان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر اسی لمحے اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا چلا گیا۔ شاید مشین گن کے بٹ سے اس کے سر کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ بلیک زیرو نے اپنے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ مگر ایک اور ضرب پڑنے کے بعد وہ کوشش کرنے کے بھی قابل نہ رہا اور وہیں کمرے سے باہر راہداری میں ہی ڈھیر ہو کر رہ گیا۔

"اسے اٹھا کر آپریشن روم میں لے آؤ۔"

باس نے جو راہداری کے کونے کے قریب کھڑا تھا اپنے آدمیوں کو حکم دیا اور ان آدمیوں نے جنہوں نے بلیک زیرو کو ڈھیر کیا تھا۔ اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا اور پھر وہ اسے لئے ہوئے باس کے پیچھے چلتے ہوئے آپریشن روم کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ایئرپورٹ پر اس وقت صدر مملکت ۔ وزیر اعظم اور دیگر اعلیٰ حکام معزز مہمانوں کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ایئرپورٹ کی حفاظت کا انتہائی مکمل انتظام کیا گیا تھا۔ مسلح افواج ۔ پولیس ۔ انٹلی جنس اور سیکرٹ سروس کے ممبران معزز مہمانوں کی حفاظت کے لئے مستعد تھے ۔ عمران بھی بذات خود وہاں ایکسٹو کے بااختیار نمائندے کی حیثیت سے موجود تھا ۔ جس وقت وہ ایئرپورٹ پر پہنچا تو اس کی تیز نظروں نے کسی سرچ لائٹ کی طرح پورے ایئرپورٹ کا جائزہ لیا ۔ معزز مہمانوں کی آمد میں ابھی چند لمحوں کی دیر تھی ۔ اس نے دیکھا کہ ایئرپورٹ پر سر رحمان اور سپرنٹنڈنٹ فیاض دونوں موجود نہیں تھے ۔ حالانکہ ان کی وہاں موجودگی انتہائی ضروری تھی ۔ اور دوسری بات یہ کہ ابھی تک صفدر کی طرف سے اسے اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی کہ اسے اغوا کیا گیا ہے یا نہیں ۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر صفدر کو جس نے سر رحمان کا میک اپ کیا ہوا تھا اغوا کیا جا چکا ہے ۔ تو کم از کم وہ اس کی اطلاع ضرور دیتا اور اگر وہ اغوا نہیں ہوا تو اسے یہاں موجود ہونا چاہیئے تھا ۔ اور اسی لمحے لاؤڈ سپیکر پر معزز مہمانوں کے طویل سلسلے کی پہلی کڑی کی آمد

کا اعلان نشر ہونا شروع ہو گیا ۔ اور دوسرے لمحے ایک جہاز ایئرپورٹ کی فضاؤں میں تیرتا نظر آ گیا ۔ اور پھر جہاز رکا اور معزز مہمانوں نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا اور پھر وہ وی ۔ آئی ۔ پی روم کی طرف بڑھ گئے ۔ اسی لمحے دوسرے جہاز کی آمد کا اعلان ہوا اور سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے ۔ چنانچہ اس طرح ہر دس منٹ کے بعد ایک ایک کر کے مختلف ممالک کے سربراہ ایئرپورٹ پر اترتے چلے گئے ۔ ابھی تک ہر کام بالکل درست ہو رہا تھا اور عمران کو کوئی آدمی یا کوئی چیز مشتبہ نظر نہیں آئی تھی ۔ مگر سر رحمان ابھی تک غائب تھے ۔ اور انہی کی طرف عمران کا ذہن الجھا ہوا تھا اور پھر اسی لمحے اسے پارکنگ شیڈ کی طرف سے سر رحمان اور سپرنٹنڈنٹ فیاض ایئرپورٹ کی مخصوص حدود کی طرف بڑھتے نظر آئے ۔

سیکورٹی آفیسر ان نے ان کے کاغذات چیک کئے اور پھر انہیں اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی ۔ سر رحمان اور سپرنٹنڈنٹ فیاض تیزی سے ادھر بڑھے جدھر اعلیٰ حکام موجود تھے ۔ عمران ایک سائڈ میں کھڑا بڑی گہری نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا ۔ اور پھر وہ دونوں جیسے ہی عمران کے قریب سے گزرے ، عمران اور سر رحمٰن کی نظریں ملیں ۔ سر رحمان نے اپنی ایک آنکھ آہستہ سے دبا دی ۔ اور عمران کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ دوڑ گئی ۔ وہ سمجھ گیا کہ سر رحمان کے میک اپ میں صفدر ہے ۔ اس کا مطلب ہے مجرموں کو سر رحمان کو اغوا کرنے کا خیال نہیں آیا ۔ سر رحمان کے آنکھ دبانے سے وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ صفدر ہے کیونکہ اصل سر رحمان تو دانش منزل میں بیہوش پڑے تھے ۔ اور اگر سر رحمان کے میک اپ میں مجرم ہوتا تو بھلا اسے اشارہ کرنے کی کیا ضرورت تھی چنانچہ اب وہ مطمئن ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا ۔

سر رحمان جا کر اعلیٰ حکام کی صف میں شامل ہو گئے ۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض
ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا مہمان باقاعدگی سے نیچے اتر رہے تھے ۔ اور
گارڈ آف آنر کا معائنہ کرنے کے بعد وی ۔ آئی ۔ پی روم میں داخل ہو
جاتے ۔ جہاں سے انہیں مسلح گارڈ کے پہرے میں ان کی رہائش گاہوں
میں پہنچا دیا جاتا ۔ گو تمام حالات بظاہر قطعی درست تھے ۔
عمران کے ذہن میں صرف سر رحمان کی طرف سے خدشہ تھا اور
اب وہ خدشہ بھی دور ہو چکا تھا ۔ اس کے باوجود عمران کی چھٹی حس بار
بار اسے احساس دلا رہی تھی کہ کہیں کوئی گڑبڑ ہے ۔ گو عمران کو اپنی
چھٹی حس پر اعتماد تھا ۔ مگر اس کے باوجود وہ اس گڑبڑ کو دریافت نہیں
کر پا رہا تھا ۔ اس نے ایک بار پھر گہری نظروں سے ایئر پورٹ پر موجود
ہر آدمی کو چیک کیا مگر کوئی آدمی بھی اسے مشتبہ معلوم نہ ہوا ۔ ایک بار
پھر ایک طیارے کی آمد کا اعلان ہو رہا تھا ۔ اور اس بار ایک اہم ترین
سربراہ جنرل قافی تشریف لا رہے تھے ۔ چنانچہ عمران ادھر متوجہ ہو
گیا ۔ طیارہ اب رن وے پر اتر رہا تھا کہ اچانک عمران کے ہاتھ میں
بندھی ہوئی گھڑی نے اس کی کلائی پر ضربیں لگانی شروع کر دیں ۔
وہ بری طرح چونک پڑا اور پھر اس نے بڑی مستعدی سے گھڑی کا
ونڈ بٹن دبایا ۔ اور اسے کان سے لگا لیا ۔ طیارہ اب سٹاپ پوائنٹ
تک پہنچ چکا تھا ۔
"ہیلو ہیلو میں صفدر بول رہا ہوں اوور"
دوسری طرف سے صفدر کی آواز عمران کے کانوں میں پڑی اور
عمران صفدر کی آواز سن کر یوں اچھل پڑا ۔ جیسے اس کے پیر میں کسی بچھو نے

کاٹ کھایا ہو ۔ اس کی نظریں فوراً اعلیٰ حکام کی صف میں موجود سر رحمن
پر پڑیں جو اس کے خیال کے مطابق صفدر تھا ۔ مگر سر رحمان اور اس کے
پیچھے سپرنٹنڈنٹ فیاض خاموش کھڑے تھے ۔ جب کہ ٹرانسمیٹر پر صفدر
اسے کال کر رہا تھا ۔
"عمران سپیکنگ ۔ صفدر تم کہاں سے بول رہے ہو جلدی بتلاؤ اوور"
عمران نے انتہائی تیز لہجے میں پوچھا ۔
"عمران صاحب مجھے اغوا کر لیا گیا ہے ۔ میں اطلاع اس لئے نہ دے
سکا کہ مجھے اب ہوش آیا ہے" صفدر جواب دے رہا تھا اور عمران
کو یوں محسوس ہو رہا تھا ۔ جیسے اس کا دماغ آندھیوں کی زد میں آ گیا
ہو ۔ اگر سر رحمان کے میک اپ میں صفدر نہیں ہے تو پھر کون ہے ۔
اگر مجرم ہے تو پھر اسے عمران کو یوں اشارہ کرنے کی کیا ضرورت تھی تو
پھر سر رحمان کے میک اپ میں کون ہے ۔
"اس وقت طیارہ کا دروازہ کھل چکا تھا ۔ اور جنرل قافی مسکراتے
ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے" اور عمران صاحب سپرنٹنڈنٹ
فیاض بھی میرے ساتھ موجود ہے ۔ مجرموں نے اسے بھی اغوا کر لیا ہے
اوور" صفدر اطلاع دے رہا تھا اور عمران کے ذہن میں ایک زوردار
چھناکا ہوا ۔ اس کی چھٹی حس جس گڑبڑ کی طرف اشارہ کر رہی تھی وہ گڑبڑ
اب اس کی سمجھ میں آ چکی تھی ۔ اس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کی طرف تو توجہ
ہی نہیں دی تھی ۔
دوسرے لمحے اس کی نظریں سر رحمان کے پیچھے کھڑے ہوئے سپرنٹنڈنٹ

فیاض پر گڑ گئیں اور وہ بری طرح چونک پڑا۔ کیونکہ اس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو جھک کر پنڈلی سے بندھا ہوا ریوالور نکالتے چیک کر لیا تھا وہ حالانکہ سپرنٹنڈنٹ فیاض اور سر رحمان سے کافی دور کھڑا تھا۔ مگر اسے نازک ترین سچویشن کا احساس ہو گیا تھا۔ مجرم جنرل قافی کو نشانہ بنانا چاہتے تھے اور اس وقت جنرل قافی صدر مملکت اور وزیر اعظم سے گلے مل کر ان کے ساتھ گارڈ آف آنر ڈائس کی طرف آ رہے تھے۔ جن کے پیچھے اعلیٰ حکام کے ساتھ سر رحمان اور سپرنٹنڈنٹ فیاض دونوں موجود تھے۔ اکیس توپوں کی سلامی دی جا رہی تھی۔

توپوں کی گھن گرج میں بغیر سائیلنسر کے ریوالور کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ جب کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ریوالور موجود تھا۔ اس کی آواز کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مگر اس نے دیکھا کہ فیاض نے ریوالور جیب میں ڈال لیا تھا۔ جبکہ جنرل قافی اتنے نزدیک آ چکے تھے کہ وہ انہیں بآسانی نشانہ بنا سکتا تھا۔ شاید اسے کسی خاص موقع کا انتظار تھا۔ اسی لمحے اس نے سر رحمان کو بھی جیب میں ہاتھ ڈالتے دیکھا ادھر صفدر کی کال ابھی تک جا رہی تھی۔ مگر عمران نے کال کی پرواہ نہ کی اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور پہ گرفت محسوس کی اور تیزی سے سپرنٹنڈنٹ فیاض کی طرف دوڑ لگا دی۔

وہ چاہتا تو وہیں سے ریوالور نکال کر فیاض اور سر رحمان دونوں کو ڈھیر کر سکتا تھا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے ریوالور نکال کر فائر کیا تو ایئرپورٹ پر موجود دیگر سیکورٹی حکام نے اس پر بے دریغ فائرنگ کر دینی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کو یہی حکم دیا گیا تھا۔ کہ ایسے موقع پر مشتبہ آدمی کو پہلے

گولی ماری جائے، پھر بات کی جائے۔ چنانچہ اس نے دوڑ کر مجرم کو پکڑنے میں ہی عافیت سمجھی۔

اس کو اس طرح اچانک دوڑتا دیکھ کر سب کی توجہ اس کی طرف ہو گئی۔ حتیٰ کہ جنرل قافی صدر مملکت اور پرائم منسٹر جو ڈائس پر چڑھ رہے تھے، عمران کو اس طرح اچانک دوڑ کر اپنی طرف آتے دیکھ کر حیرت سے ایک لمحے کے لئے وہیں ٹھٹھک گئے۔ انٹلی جنس۔ مسلح افواج اور پولیس کے سیکورٹی آفیسران اسے دوڑتا دیکھ کر اس کو روکنے کے لئے اس کی طرف دوڑ پڑے۔ ایئرپورٹ پر ایک عجیب سا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اعلیٰ حکام جن میں سر رحمان اور ان کے پیچھے کھڑا فیاض بھی سب کو عمران کی طرف متوجہ دیکھ کر اسے دیکھنے کے لئے مڑ پڑے۔ سب کے چہروں پر انتہائی حیرت کے آثرات تھے۔ کئی پولیس والے عمران کی راہ میں آ گئے تھے۔ ایک ڈی۔ ایس۔ پی انٹلی جنس نے تو دوڑتے ہوئے عمران کی ٹانگوں کے سامنے ٹانگ اڑا دی اور عمران منہ کے بل فرش پر گر گیا۔ اور اسی لمحے کئی پولیس آفیسران نے اسے چھاپ لیا۔ وہ اسے قابو کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر عمران جانتا تھا کہ اگر اسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو گئی تو اس کے ملک پر ایک ایسا بدنما داغ لگ جائے گا۔ جسے آئندہ آنے والی نسلیں بھی نہیں دھو سکیں گی۔

چنانچہ نیچے گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور اس پر چھانے والے پولیس اور سیکورٹی کے آفیسر اچھل اچھل کر دور جا گرے اور عمران نے ایک بار پھر ڈائس کی طرف دوڑ لگا دی اس کے منہ سے بے اختیار جنرل قافی جنرل قافی کے الفاظ نکل رہے تھے۔

اور دوسرے لمحے اس نے دیکھا کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے جیب سے ہاتھ نکالا اور اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے ریوالور کا رخ چند گز پر موجود جنرل قافی کی طرف کیا اور وہ گولی چلانا ہی چاہتا تھا کہ اچانک سر رحمان نے اچھل کر لات ماری اور فیاض کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا۔ سر رحمان نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بری طرح دبوچ لیا تھا۔

"میں جیکال ہوں ٹائیگر۔ مجھے چھوڑ دو جنرل قافی کو گولی مار دو۔"

سر رحمان کے ہاتھ میں مچلتے ہوئے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے سر رحمان کو تیز لہجے میں کہا اور سر رحمان جو در اصل ٹائیگر تھا یہ سن کر اپنی گرفت اور مضبوط کر دی۔ اسی لمحے عمران بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے ریوالور کا رُخ دونوں کی طرف کر کے گولی چلانی ہی چاہی تھی کہ سر رحمان بول پڑے۔

"میں ٹائیگر ہوں عمران صاحب یہ مجرم ہے۔" اور عمران نے ریوالور نیچے پھینک کر ٹائیگر کے ہاتھ میں مچلتے ہوئے فیاض کو قابو میں کر لیا عمران کی انگلیاں فیاض کی گردن کے قریب ایک مخصوص رگ پر رینگتی ہوئی پہنچیں اور پھر عمران نے انگلیوں کو دبا دیا۔ اس رگ کے دبتے ہی مچلتا ہوا فیاض یکدم ساکت ہو گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم پر فالج گر پڑا ہو۔ دیگر پولیس افسران بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے عمران کو پکڑنا چاہا۔ مگر عمران نے اسی لمحے جیب سے کارڈ نکال کر ان کے سامنے کر دیا سیکرٹ سروس کا بیج دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔

فیاض اب سر رحمان کے ہاتھوں میں بے حس و حرکت جھول رہا تھا۔

"کیا بات ہے۔" پرائم منسٹر نے جو یہ سب تماشا دیکھ رہے تھے۔ اپنے باڈی گارڈ سے پوچھا۔

"معلوم نہیں جناب کیا میں انہیں بلواؤں۔"

باڈی گارڈ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پرائم منسٹر نے جو عمران کو پہچان گئے تھے۔ عمران کو بلانے کا اشارہ کیا۔ باڈی گارڈ نے عمران کو پرائم منسٹر کے حکم سے مطلع کیا اور عمران نے وہاں پہنچ جانے والے سیکرٹ سروس کے ممبران کے حوالے مفلوج مجرم کو کیا۔ اور خود ڈائس پر چڑھ کر پرائم منسٹر کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" پرائم منسٹر نے تلخ لہجے میں عمران سے سوال کیا۔

"فلم کی شوٹنگ جناب۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

مجرم کی گرفتاری کے بعد عمران کے ذہن سے وہ بوجھ یکدم ہٹ گیا تھا۔ جس نے اسے اتنے دن تک سنجیدہ بننے پر مجبور کیا ہوا تھا۔ لہٰذا وہ عادت کے مطابق پرائم منسٹر کے سامنے بھی زبان پر قابو نہ رکھ سکا۔

پرائم منسٹر کو شاید عمران سے اس جواب کی توقع نہیں تھی اس لیے وہ حیرت بھری نظروں سے عمران کو دیکھتے رہے۔

"آپ بے فکر رہیں اور اپنی کارروائی جاری رکھیں جناب تفصیلی باتیں بعد میں ہوں گی۔"

عمران نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا اور پھر واپس پلٹ پڑا۔

پرائم منسٹر نے ایک طویل سانس لی اور گارڈ آف آنر کے آغاز کا اشارہ کیا۔ اگر عمران کی جگہ کوئی اور ایسی بات کرتا تو نجانے اس کا کیا

نتیجہ نکلتا۔ مگر پرائم منسٹر عمران کو اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ آکسفورڈ میں اس کے کلاس فیلو رہ چکے تھے۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آپریشن سینڈوچ[1] کے کیس میں اسی کی وجہ سے وہ برسر اقتدار آئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر عمران کو زیادہ چھیڑا گیا تو وہ اور زیادہ مذاق پر اتر آئے گا۔ اس لئے وہ خاموش ہو گئے تھے۔ عمران ڈائس سے نیچے اترا اور پھر اس نے وہاں اکٹھے ہو جانے والے سیکرٹ سروس کے ممبران میں سے کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا کہ وہ مفلوج مجرم کو اٹھا کر لے کیپٹن شکیل نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا اور پھر عمران نے ٹائیگر کو بھی اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور باقی ممبران کو اسی ڈیوٹی پر رہنے کا حکم دیا اور خود ان کو لے کر ایئرپورٹ سے باہر چل دیا۔

[1] اس کے لئے مظہر کلیم کا شاہکار ناول آپریشن سینڈوچ پڑھیئے۔

یہ ایک خاصا کشادہ کمرہ تھا۔ جس کے ایک کونے میں ایک کرسی پر بلیک زیرو بدستور فولکم کے میک اپ میں دوسری کرسی پر صفدر سر رحمان کے میک اپ میں اور تیسری کرسی پر سپرنٹنڈنٹ فیاض بندھے بیٹھے تھے۔ ہال میں مسلح آدمیوں کی ایک کھیپ کی کھیپ موجود تھی۔ اس کے علاوہ وہاں پانچ غیر ملکی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ سامنے ایک بڑی سی کرسی پر لحیم شحیم گریٹ باس بھی موجود تھا اور درمیان میں رکھی ہوئی میز پر ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ کمرے میں موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ گریٹ باس کے چہرے پر تذبذب کے آثار تھے اور وہ بڑے غور سے ٹرانسمیٹر کو دیکھ رہا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض اور صفدر کو ابھی ابھی وہاں لایا گیا تھا۔ بلیک زیرو وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"باس آپ ان تینوں کو تو گولی مار دیں۔ آپ نے خواہ مخواہ ان تینوں کو زندہ رکھا ہوا ہے"

ایک غیر ملکی نے ان تینوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے باس سے کہا۔ اور باس نے چونک کر اس غیر ملکی کی طرف دیکھا اور پھر دوسرے لمحے اس نے گردن موڑ کر ان تینوں قیدیوں کی طرف دیکھا۔ اور پھر ایک

پراسرار سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر رینگنے لگی۔

"جارج تمہیں معلوم ہے کہ ہارا کاری ہمیشہ اپنی کامیابی کا جشن منایا کرتی ہے۔ ابھی ہماری عظیم ترین کامیابی کی اطلاع آنے والی ہے۔ میں نے ان تینوں کو اس لئے زندہ رکھا ہوا ہے تاکہ کامیابی کی اطلاع سن کر ان تینوں کا خون بہا کر ہم اپنی فتح کے جشن کا آغاز کریں گے"

باس نے بڑی تفصیل سے بتلایا اور سب غیر ملکیوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔

"یقیناً باس بغیر خون بہائے جشن فتح پھیکا معلوم ہوتا ہے" سب غیر ملکیوں نے مسرت سے بھرپور لہجے میں جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ باس کوئی جواب دیتا۔ اچانک کمرہ ایک تیز سیٹی سے گونج اٹھا اور سب چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان سب کو اپنی کامیابی کا اتنا یقین تھا کہ ٹرانسمیٹر کی سیٹی سنتے ہی ان سب کے چہرے مسرت سے کھل گئے۔

باس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ بٹن آن ہوتے ہی سیٹی کی آواز نکلنی بند ہو گئی اور اس کی بجائے ایک بھاری بھرکم آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

"ہیلو ہیلو نمبر ۲ کالنگ گریٹ باس اوور"

"یس گریٹ باس اٹنڈنگ رپورٹ اوور" گریٹ باس نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

"باس غضب ہو گیا ہمارا مشن ناکام ہو گیا۔ جنرل قافی کو گولی نہیں ماری جا سکی۔ جیکال گرفتار ہو گیا اوور"

دوسری طرف سے بولنے والے نے جواب دیا اور پھر اپنی کامیابی کی

خبر سننے کے منتظر غیر ملکی اور گریٹ باس ناکامی کی خبر سن کر حیرت سے بت بن کر رہ گئے۔ ان سب کے چہروں پر یکدم تاریکی چھا گئی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ ناممکن ہے۔ ہارا کاری کا پلان فیل ہو نہیں سکتا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم بکواس کر رہے ہو۔ میں تمہاری کھال کھینچ لوں گا۔ تمہیں جھوٹ بولنے کی جرأت کیسے ہوئی اوور"

گریٹ باس ناکامی کا سن کر پاگل ہو گیا۔ اس کے منہ سے غصے کے مارے جھاگ نکلنے لگی۔ اسے اس خبر پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

"آپ یقین کریں باس ایسا ہو چکا ہے اوور"

دوسری طرف سے بولنے والے نے بڑے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"مگر یہ ناممکن ہے۔ ہارا کاری آج تک ناکام نہیں ہوئی۔ اس سن آف بچ ٹائیگر نے کچھ نہیں کیا اور اگر وہ کچھ نہیں کر سکا تو جیکال کہاں مر گیا تھا تفصیل بتلاؤ اوور"

گریٹ باس کو ابھی تک اس خبر پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"باس ایئرپورٹ کی حدود میں سخت چیکنگ تھی اس لئے میں وہاں سے دور سر رحمان کے کار ڈرائیور کے روپ میں موجود تھا۔ بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ کسی علی عمران کو جیکال پر شک پڑ گیا۔ اس نے اسے مفلوج کر دیا۔ اور جنرل قافی کو گارڈ آف آنر دینے کے بعد وی۔ آئی۔ پی روم میں پہنچا دیا گیا۔ ٹائیگر بھی کچھ نہ کر سکا کیونکہ فی الحال اس کی پوزیشن مضبوط تھی۔ اس لئے وہ علی عمران کو چکر دے کر اپنی کار میں لے آیا۔ میں ٹوائلٹ سے آپ کو کال کر رہا ہوں کیونکہ ٹائیگر نے مجھے آپ کو اطلاع کر کے مزید احکامات لینے کا آرڈر دیا ہے۔ ٹائیگر بحیثیت سر رحمان ان سب کو اپنے آفس لے آئے ہیں۔

اور آپ کے مزید احکامات کے منتظر ہیں" نمبر ۲ نے تفصیل بتلائی۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے غلطی جیکال نے کی۔ کیا علی عمران بھی آفس میں موجود ہے اوور" گریٹ باس نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں جناب وہ بھی موجود ہے اور فی الحال انہیں سر رحمان پر کوئی شک نہیں ہے۔ سر رحمان چونکہ ڈائریکٹر انٹلی جنس ہیں اور پھر علی عمران کے باپ بھی ہیں۔ اس لئے اگر وہ چاہے تو عمران کو ڈیل کر سکتا ہے اوور" نمبر ۲ نے جواب دیا۔

"اگر ہمارا یہ مشن ناکام ہو گیا اور اس کے بدلے عمران ہمارے ہتھے چڑھ سکتا ہے تو پھر ہم ناکام نہیں ہوئے۔ بلکہ ہم نے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کے لئے ابھی ہمارے پاس دوسرا وار محفوظ ہے۔ جو کسی قیمت پر ناکام نہیں ہو سکتا۔ تم ٹائیگر کو میرا حکم دے دو کہ وہ علی عمران کو اور جیکال کو لے کر فوراً ہیڈ کوارٹر آجائے۔ تم انہیں لے آؤ اوور" گریٹ باس نے مسرت سے تمتماتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"بہتر سر میں انہیں لے کر ابھی پہنچ جاتا ہوں اوور" نمبر ۲ نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" گریٹ باس نے جواب دیا۔ اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا اور پھر غیر ملکیوں کی طرف دیکھنے لگا جو بت بنے بیٹھے تھے۔

"دوستو یہ ٹھیک ہے کہ بظاہر ہمارا یہ وار ناکام گیا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کی بجائے علی عمران ہمارے ہتھے چڑھ جاتا ہے تو پھر یہ ناکامی عظیم کامیابی میں بدل جائے گی۔ کیونکہ کانفرنس ہال کو تباہ کرنے کا پلان اپنی

جگہ موجود ہے اور وہ پلان اتنا عمدہ ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کی کامیابی کو ناکامی میں نہیں بدل سکتی۔ صرف علی عمران ایک ایسا کانٹا رہ گیا تھا جو کسی صورت بھی قابو میں نہیں آ رہا ہے جبکہ ہمارے ملک سے بار بار یہ ہدایت دی جا رہی تھی کہ میں سب سے پہلے علی عمران کو ختم کر دوں۔ کیونکہ ان کی نظر میں علی عمران کسی بھی مشن کو ناکام کرنے کے لئے پوری دنیا میں ایک سمبل کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ اب جب میں علی عمران کو قتل کر دوں گا۔ تو یقیناً اعلیٰ حکام ہماری کارکردگی پر فخر کریں گے۔ اور یہ بھی اپنی جگہ ہماری ایک بہت بڑی کامیابی ہو گی۔"

گریٹ باس نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا اور ان سب کے چہرے ایک بار پھر کھل اٹھے۔

عمران کے پیچھے چلتے ہوئے وہ ایئر پورٹ کی مخصوص حدود سے باہر نکل آئے تو عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کیا تم ہیڈ کوارٹر سے ڈائریکٹ یہاں آئے تھے"

"جی ہاں، مگر مجھے بند کار میں لے آیا گیا تھا۔ اور مجرموں نے مجھے بھی ڈاج کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔ کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے روپ میں

مجرموں کا آدمی جیکال ہے۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"جو کار تمہیں یہاں لے آئی تھی کیا ابھی تک یہاں موجود ہے۔"
عمران نے دوسرا سوال کیا۔

"جی ہاں وہ کار پارکنگ شیڈ میں موجود ہے۔ اس کا ڈرائیور مجرموں کا آدمی ہے۔ مجھے مشن کے بعد واپس لے جانے کے لئے وہ وہیں کھڑا ہوا ہے۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب تم ایسا کرو کہ سر رحمان بنے رہو مجھ پر بھی رعب جمائے رکھنا اور سیدھے اپنے آفس کار لے چلو۔ وہاں میں ڈرائیور کو ٹریپ کر کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ معلوم کر لوں گا۔ ہمیں آج ہی ہیڈ کوارٹر پر ہلہ بول دینا چاہیئے کیونکہ وہ کسی بھی لمحے دوسرا وار کر سکتے ہیں اور ضروری نہیں ہے کہ ہر بار مجرموں کا وار خالی جائے۔"

عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر نے سر ہلا دیا۔

جیکال کیپٹن شکیل کے کاندھے پر لدا ہوا تھا۔ عمران نے اس کی کون سی رگ دبائی تھی کہ ہلنا جلنا تو ایک طرف بولنے تک سے معذور ہو چکا تھا۔

جب ٹائیگر کی رہنمائی میں یہ قافلہ پارکنگ شیڈ میں پہنچا تو وہاں ایک بند کار موجود تھی۔ ٹائیگر نے ان سب کو کار میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر خود ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے بڑی معنی خیز نظروں سے ٹائیگر کی طرف دیکھا اور ٹائیگر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مخصوص انداز میں آنکھ دبا دی۔ اشارہ ملتے ہی ڈرائیور کے چہرے پر پراسرار مسکراہٹ رینگ گئی۔

"دفتر لے چلو۔" ٹائیگر نے سر رحمان کے لہجے میں ڈرائیور کو حکم دیتے ہوئے کہا اور ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ پارکنگ شیڈ سے باہر بھی ایئرپورٹ سیکورٹی پولیس نے سر رحمان کے شناختی کاغذات چیک کئے اور پھر انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ ٹائیگر ڈرائیور کو اشارے سے راستہ بتاتا رہا اور جلد ہی وہ ڈائریکٹر انٹلی جنس کے آفس میں پہنچ گئے۔ ٹائیگر نے ڈرائیور کو باہر رکنے کا اشارہ کیا اور پھر عمران سمیت وہ اور کیپٹن شکیل آفس کے اندر چلے گئے۔ سر رحمان کا دفتر ساؤنڈ پروف تھا۔ عمران نے جیکال کو صوفے پر لٹانے کا اشارہ کیا۔ اور کیپٹن شکیل نے اسے صوفے پر لٹا دیا۔

"کیپٹن شکیل تم باہر جاؤ اور ڈرائیور کا خیال رکھنا وہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ میں جیکال سے ہیڈ کوارٹر کا پتہ پوچھنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور کیپٹن شکیل خاموشی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران نے آگے بڑھ کر کمرہ لاک کر دیا اور پھر جھک کر پنڈلی سے بندھا ہوا خنجر نکال لیا۔ ٹائیگر خاموشی سے ایک طرف کھڑا یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا۔ عمران کے چہرے پر خنجر نکالتے ہی درندگی کے اتنے واضح اثرات نظر آنے لگے تھے۔ کہ ٹائیگر کے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اب جیکال کا کیا حشر ہونے والا ہے۔ عمران خنجر ہاتھ میں لئے صوفے کی طرف بڑھا۔ اور پھر اس نے اپنا بایاں ہاتھ جیکال کی گردن کی پشت کی طرف بڑھایا اور پھر اس نے انگوٹھے سے جیسے ہی اس کی گردن کی پشت پر موجود ایک رگ دبائی جیکال ایک جھرجھری لے کر حرکت میں آگیا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

"جیکال میرا نام علی عمران ہے۔ میں تمہیں صرف دو منٹ کا وقت دیتا ہوں کہ تم ہیڈ کوارٹر کے متعلق سب کچھ صحیح صحیح بتلا دو۔ ورنہ میں تمہارا ریشہ ریشہ الگ کر دوں گا۔"

عمران کے لہجے میں زخمی چیتے کی سی غراہٹ تھی۔

جیکال چند لمحے خاموش بیٹھا عمران کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے بے نیازی سے کندھے جھٹکے اور ٹائیگر کی طرف رخ کر کے کہنے لگا۔

"تم نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ تم بھی سیکرٹ سروس کے آدمی ہو۔ مگر یاد رکھو ہاراکاری کو دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی ہماری تنظیم تم سے ایسا خوفناک بدلہ لے گی کہ آئندہ کسی کو یہ جرأت نہ ہو گی کہ ہاراکاری کو دھوکا دے سکے۔"

جیکال کے لہجے میں سپاٹ پن تھا۔

عمران ہاتھ میں خنجر لئے خاموش کھڑا تھا جب جیکال نے بات ختم کی تو عمران خنجر کو ہاتھ میں دبائے قدم بہ قدم آگے بڑھنے لگا۔ اب جیکال اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ویسے جیکال کا حوصلہ قابلِ داد تھا۔ موت کو یوں اپنے سامنے دیکھنے کے باوجود اس کا چہرہ قطعی سپاٹ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ موت سے بے نیاز ہو چکا ہو۔ پھر جیسے ہی عمران اس کے قریب پہنچا۔ جیکال نے اچانک قلابازی کھائی اور وہ صوفے سمیت پچھلی طرف الٹ گیا۔ اب وہ قطعی طور پر خنجر کی زد سے محفوظ تھا۔ دوسرے لمحے صوفہ اڑتا ہوا عمران کی طرف آیا۔ گو صوفہ خاصا بھاری بھر کم تھا۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا۔ کہ عمران صوفے کی ضرب سہار نہیں سکے گا۔ مگر عمران اپنی جگہ جما ہوا تھا۔ جیسے ہی صوفہ اڑتا ہوا اس کے قریب آیا۔ عمران نے

مخصوص انداز میں اپنا ہاتھ اونچا کیا اور دوسرے لمحے صوفے کا رخ بدل گیا ہے اور وہ ایک دھماکے سے سائیڈ میں جا گرا۔ عمران ویسے ہی اپنی جگہ کھڑا تھا۔ اب اس کی آنکھوں میں موجود درندگی کچھ اور زیادہ ابھر آئی تھی۔ جیکال نے جب یہ دیکھا کہ اس کا یہ وار خالی گیا ہے تو اس نے عمران کے سینے پر فلائنگ کک مارنی چاہی۔ مگر جیسے ہی وہ اپنی جگہ سے اچھلا عمران نے خنجر ایک طرف پھینک دیا اور پھر اس سے پہلے کہ جیکال کی لات عمران کے سینے پر پڑتی۔ عمران دونوں ہاتھوں سے اس کی ٹانگ کو گرفت میں لے چکا تھا۔ اور اس نے جھٹکا دے کر جیکال کو کونے میں پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ جیکال کا جسم جیسے ہی زمین کے ساتھ لگا۔ عمران اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ اور دوسرے لمحے جیکال کے منہ سے نکلنے والی بھیانک چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ عمران نے جیکال کی دائیں آنکھ میں اپنی انگلی پوری طاقت سے گھسیڑ دی تھی۔ اس کی انگلی جیکال کی آنکھ میں کسی نشتر کی طرح گھستی چلی گئی تھی اور جیکال کی آنکھ سے خون بہنے لگا۔ جیکال بری طرح تڑپ رہا تھا۔

عمران نے اس کی آنکھ سے خون سے لتھڑی ہوئی انگلی نکال کر پوری قوت سے دوسری آنکھ میں گھسیڑ دی اور کمرہ ایک بار پھر جیکال کی چیخوں سے گونج اٹھا اس کے ساتھ ہی عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"فکر نہ کرو میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔"

عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اس نے جیکال کی دونوں آنکھیں نکالنے کی بجائے معمولی سی چٹکی بھری ہو۔

"میں نہیں بتاؤں گا۔ نہیں بتاؤں گا۔" جیکال نے جو فرش پر پڑا تڑپ

رہا تھا چیخ کر جواب دیا۔ اس کی دونوں آنکھوں سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے نقوش اذیت کی وجہ سے بگڑ گئے تھے۔

عمران نے خاموشی سے فرش پر پڑا ہوا خنجر اٹھایا اور پھر اس نے ٹائیگر کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔ ٹائیگر جو دم بخود کھڑا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ خاموشی سے آگے بڑھ آیا۔

"اسے اٹھا کر صوفے پر ڈالو اور اسے اچھی طرح باندھ دو۔"

عمران نے اپنی پتلون کی جیب سے نائیلون کی رسی نکالتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر آگے بڑھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے فرش پر تڑپتے ہوئے جیکال کو اٹھا کر صوفے پر یوں بے دردی سے پھینک دیا جیسے کسی بے جان چیز کو پھینکا جاتا ہے۔ جیکال اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے ابھی تک چیخ رہا تھا۔ اور پھر ٹائیگر نے اس کے پیٹ پر اپنا گھٹنا رکھ کر رسی سے اسے اچھی طرح باندھ دیا۔ اب جیکال حرکت کرنے سے بھی معذور تھا۔

"یہ خنجر لو اور اس کی ناک کاٹ دو۔"

عمران نے خنجر ٹائیگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر نے خنجر عمران کے ہاتھ سے تو لے لیا۔ مگر شاید وہ اتنے بھیانک اقدام کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں تھا۔ اس لئے وہ قدرے جھجکا۔

"ٹائیگر۔" عمران نے اسے جھجکتے دیکھ کر انتہائی سخت لہجے میں ڈانٹا۔ عمران کی آواز میں اس قدر کرختگی تھی کہ ٹائیگر کسی مشین کی طرح آگے بڑھا اور پھر اس نے تیز خنجر کی دھار سے ایک جھٹکے میں جیکال کی ناک جڑ سے کاٹ پھینکی اور جیکال کے منہ سے ایک بار پھر چیخوں کا طوفان امڈنے لگا۔

"مکے مار مار کر اس کے تمام دانت توڑ دو۔" عمران نے سپاٹ لہجے میں

ٹائیگر کو حکم دیا اور ٹائیگر نے آگے بڑھ کر جیکال کے منہ پر مکوں کی بارش کر دی۔ پھر اس نے اس وقت ہاتھ روکا جب جیکال کے دونوں جبڑے ٹیڑھے ہو گئے اور اس کے دانت ٹیڑھے ہو کر اس کے حلق میں گھس نکلے تھے۔ جیکال بے ہوش ہو گیا۔

"اس کے بازو میں خنجر مار کر اسے ہوش میں لے آؤ۔"

عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر نے خنجر ایک جھٹکے سے جیکال کے بازو میں گھونپ دیا اور جیکال ایک چیخ مار کر ہوش میں آ گیا۔ جیکال کی بری حالت تھی درد کی شدت سے اس کا تمام جسم کانپ رہا تھا۔ وہ بری طرح اپنا سر ادھر ادھر مار رہا تھا۔

"اس کے بائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں باری باری کاٹ ڈالو۔"

عمران نے ٹائیگر کو حکم دیا اور ٹائیگر خاموشی سے خون میں لتھڑا خنجر لے کر آگے بڑھا اور پھر اس نے جیکال کے بندھے ہوئے بائیں ہاتھ کی ایک انگلی ایک ہاتھ سے پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے اس پر خنجر کا وار کیا اور انگلی جھٹکے سے اپنی جگہ چھوڑ گئی۔ جیکال کے جسم پر طاری کپکپاہٹ اور بڑھ گئی اس کے منہ سے اب چیخوں کی بجائے سسکیاں نکل رہی تھیں۔ شاید اب اس میں چیخنے کی بھی ہمت نہیں رہی تھی۔ ٹائیگر نے دوسری انگلی بھی کاٹ دی۔ اور اسی لمحے جیکال کی قوت برداشت جواب دے گئی۔

"بتلاتا ہوں۔ تم درندے ہو۔ تم انسان نہیں ہو وحشی ہو۔ درندے ہو۔" جیکال نے سسکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب بتلانے کا وقت گزر چکا ہے مسٹر جیکال۔"

عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور ٹائیگر کو جو جیکال کی بات سن

کر رک گیا تھا کارروائی جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

"جب یہ بتلانے پر آمادہ ہے عمران صاحب تو پھر مزید کارروائی رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

ٹائیگر جواب تک خاموشی سے عمران کے حکم پر عمل کر رہا تھا۔ احتجاج کیے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ شاید وہ بھی اس وحشت ناک درندگی سے متاثر ہو چکا تھا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو ورنہ تمہارا ابھی یہی حشر ہو سکتا ہے۔"

عمران نے خونخوار لہجے میں کہا اور ٹائیگر نے ایک جھٹکے سے جیکال کی تیسری انگلی بھی کاٹ ڈالی۔

"مجھے مار ڈالو ظالم درندو مجھے مار ڈالو۔" جیکال نے چیختے ہوئے کہا۔

"کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ تم سب کچھ سچ سچ بتلا دو گے۔"

عمران نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں میں وعدہ کرتا ہوں مگر مجھے کھول دو مجھے پانی پلاؤ۔"

جیکال نے کراہتے ہوئے کہا اور عمران کے اشارے پر جیکال کے جسم پر بندھی ہوئی رسی کھول دی اور پھر کونے میں موجود ریفریجریٹر سے پانی کا جگ نکال کر اس نے گلاس میں پانی انڈیلا اور جیکال کے دائیں ہاتھ میں گلاس پکڑا دیا۔ جیکال نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے گلاس پکڑا اور پھر ایک جھٹکے سے گلاس کا تمام پانی اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ اور پھر اس نے گلاس پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کی اور دوسرے لمحے وہ جھٹکا کھا کر فرش پر گر گیا۔ اس سے پہلے کہ ٹائیگر اور عمران کچھ سمجھتے جیکال نے گلاس پوری قوت سے فرش پر مار کر توڑ دیا۔

"اسے پکڑو یہ خودکشی کر رہا ہے۔" عمران نے چیخ کر کہا مگر اس سے پہلے کہ ٹائیگر اور عمران دونوں اسے سنبھالتے اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس جو ٹوٹ چکا تھا پوری قوت سے اپنی کنپٹی پر دے مارا۔ شیشے کی کرچیاں اس کے سر میں گھستی چلی گئیں اور اس کے سر سے خون کی دھاریں بہنے لگیں اور جیکال چند لمحوں تک فرش پر تڑپنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کی لاش کی حالت اتنی بگڑ چکی تھی کہ اس منظر کو دیکھنے کے لئے بھی حوصلے کی ضرورت تھی۔

"بہت سخت جان نکلا۔"

ٹائیگر نے مرعوب ہونے والے لہجے میں کہا۔

"ٹائیگر دروازہ کھول کر باہر جاؤ اور کیپٹن شکیل اور ڈرائیور کو اندر لے آؤ۔"

عمران نے نرم لہجے میں کہا۔ اور ٹائیگر خاموشی سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد کیپٹن شکیل اور ڈرائیور اندر داخل ہوئے۔ کمرے کی صورتحال دیکھ کر ڈرائیور کی جو حالت ہوئی تھی سو ہوئی۔ کیپٹن شکیل بھی دروازے میں ٹھٹھک کر رک گیا۔

"تم نے جیکال کی لاش دیکھ لی ہے۔ اگر تم بھی ایسی حالت میں مرنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ سب کچھ سچ سچ اگل دو۔"

عمران نے سرد لہجے میں ڈرائیور سے کہا۔

اور ڈرائیور کا چہرہ جیکال کی بگڑی ہوئی لاش دیکھ کر ہی زرد پڑ چکا تھا ٹائیگر کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے شاید ٹائیگر کی اصلیت کا ابھی تک علم نہیں ہو سکا تھا۔

"سچ سچ بتلاؤ ورنہ تمہیں اس سے بھی زیادہ بھیانک موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

ٹائیگر نے عمران سے بھی زیادہ سخت لہجے میں جواب دیا۔ ڈرائیور خاموشی سے کھڑا رہا شاید کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔

"ٹائیگر اسے بھی صوفے سے باندھ دو اور اپنی کارروائی شروع کر دو۔ جو کچھ جیکال بتلا چکا ہے وہی کافی ہے۔ مزید وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں" عمران نے اسے کشمکش میں مبتلا دیکھ کر سپاٹ لہجے میں ٹائیگر کو حکم دیا۔ اور ٹائیگر ڈرائیور کی طرف بڑھنے لگا۔

"بتلاتا ہوں میں اس طرح کی موت مرنا نہیں چاہتا۔ میں نے سب کچھ بتلانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ موت تو دونوں طرف سے ہے۔ اگر میں بتلا دوں گا تو گریٹ باس مجھے مار دے گا اور اگر نہ بتلاؤں گا تو تم مار دو گے۔ مگر تمہارے ہاتھوں آنے والی موت گریٹ باس سے زیادہ بھیانک ہے۔"

ڈرائیور نے کانپتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے بتلاؤ ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔"

عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ہمارا ہیڈ کوارٹر قریبی شہر زوبیا میں ہے۔ نمبر سکس فین کالونی۔ جو بظاہر ایک بہت بڑے کمرشل ادارے چیف کارپوریشن کا دفتر ہے۔"

ڈرائیور نے جواب دیا۔

اور پھر عمران نے یکے بعد دیگرے سوالات کر کے ڈرائیور سے سب کچھ پوچھ لیا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ ڈرائیور اس سے زیادہ کچھ نہیں بتلا سکتا تو اس نے خاموشی سے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کا

رخ ڈرائیور کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"چونکہ تم نے سب کچھ بتلا دیا ہے۔ لہٰذا میں تمہاری موت کو آسان بنا دیتا ہوں" اور یہ کہہ کر اس نے ٹریگر دبا دیا۔ گولی سیدھی ڈرائیور کی پیشانی پر پڑی اور وہ ایک مدہم سی چیخ مار کر الٹ گیا۔ دوسرے لمحے وہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا اس کی کھوپڑی ریزہ ریزہ ہو چکی تھی۔

عمران نے ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر اپنے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی اتار کر اس کا ونڈ بٹن کھینچ کر گھڑی کی سوئیاں ادھر ادھر گھمانے لگا۔ جب دونوں سوئیاں مخصوص ہندسوں پر پہنچ گئیں تو اس نے ونڈ بٹن اور کھینچ لیا۔ ونڈ بٹن کے دوبارہ کھینچتے ہی گھڑی کے درمیان میں سرخ رنگ کا ایک نقطہ چمکنے لگا۔ دوسرے لمحے وہ نقطہ سبز ہو گیا۔ اور عمران نے گھڑی کو منہ سے لگا کر کہا۔

"ہیلو ہیلو نمبر ۲ کالنگ گریٹ باس اوور"

عمران کا لہجہ قطعی ڈرائیور سے مشابہہ تھا۔

دوسری طرف سے فوراً گریٹ باس کی آواز سنائی دی۔ عمران نے پہلے تو گریٹ باس کو مشن کی ناکامی کی خبر سنا دی جس کا ردعمل گریٹ باس پر بہت سخت ہوا مگر جب عمران نے ٹائیگر کی محفوظ پوزیشن علی عمران کے قابو آنے کی بات کی تو گریٹ باس نے فوراً علی عمران سمیت انہیں ہیڈ کوارٹر آنے کا حکم دیا اور رابطہ ختم ہوتے ہی عمران کے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ رینگ گئی۔ وہ ہیڈ کوارٹر میں داخلے کا سکوپ پیدا کر چکا تھا۔

"تم ڈرائیور کا میک اپ کر لو شکیل۔ ہم جتنی جلد ہیڈ کوارٹر پہنچ

جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔"

عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پھر اپنے کالر سے ایمرجنسی میک اپ باکس نکال کر کیپٹن شکیل کو دے دیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد کیپٹن شکیل ڈرائیور کا روپ دھار چکا تھا۔ اس نے ڈرائیور کا لباس اتار کر پہن لیا اور اب وہ مکمل طور پر ممبر ٹو بن چکا تھا۔ آفس سے نکل کر وہ کار میں آ گئے۔ کیپٹن شکیل نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ ٹائیگر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ جبکہ عمران پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

"چلیں عمران صاحب۔" کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"ٹھہرو۔" عمران نے اچانک کچھ سوچ کر کہا اور پھر وہ کار سے باہر نکل آیا۔ اس نے رسٹ واچ کا بٹن ایک بار پھر کھینچ کر سوئیاں گھما کر فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر ونڈ بٹن مزید کھینچ لیا۔ سرخ نقطہ ایک بار پھر چمکنے لگا۔ مگر وہ فوراً ہی سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا۔

"ہیلو جولیا میں عمران بول رہا ہوں۔ تمام ممبران کو کہہ دو کہ وہ مسلح ہو کر فوراً قریبی شہر زوبیا کی فین کالونی کی نمبر سکس عمارت کو گھیر لیں۔ یہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ جب میں خطرے کا کاشن دوں تو انہوں نے عمارت پر حملہ کر دینا ہے۔ اس آپریشن کی انچارج تم ہو گی۔ عمارت سے ایک آدمی بھی بچ کر نہیں نکلنا چاہئیے۔ اوور۔"

عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر ایکس ٹو کہاں ہے یہ حکم تو اسے دینا چاہئیے تھا۔ اوور۔"

جولیا کے لہجے میں ہلکا سا احتجاج تھا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں فوراً کرو۔ یہاں ایک ایک لمحہ قیامت بن کر گزر

رہا ہے۔ اور تمہیں ایکسٹو کی یاد ستا رہی ہے اوور اینڈ آل۔"

عمران نے انتہائی تلخ لہجے میں جواب دیا اور پھر رابطہ ختم کر کے وہ کار میں آ بیٹھا۔

"اب چلو۔" عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کیپٹن شکیل نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

گریٹ باس بڑی بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ کبھی تو اس کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھتا اور کبھی غصے سے اس کے نقوش ہی بگڑ جاتے۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ یکدم رک گیا اور پھر اپنے آدمیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"سنو ہم علی عمران کا استقبال آپریشن روم بیٹھ کر کرنا چاہتے ہیں۔ ان قیدیوں کو روم نمبر تھری میں پہنچا دو اور تم آپریشن روم میں آ جاؤ۔"

باس نے اچانک فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور پھر قدم بڑھا کر ہال سے باہر نکل گیا۔

اور جب باقی غیر ملکی آپریشن روم میں داخل ہوئے تو باس شیشے کے مخصوص کیبن میں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اب اس کے چہرے پر

اطمینان اور سکون کے تاثرات تھے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا۔ جیسے ہال میں وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھ رہا تھا۔ اور یہاں اسے اپنی حفاظت کے سلسلے میں مکمل اطمینان ہو۔

"تم لوگ بیٹھ جاؤ" گریٹ باس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ اور وہ سب آپریشن روم میں موجود کرسیوں پر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ وہ خود بھی علی عمران کی آمد کے بڑی بے چینی سے منتظر تھے۔ انہوں نے بھی اب تک علی عمران کے محیر العقول کارناموں کے متعلق بہت کچھ سنا ہوا تھا۔ مگر ان کا ٹکراؤ اس سے نہیں ہو سکا تھا۔ اتنا انہیں معلوم تھا۔ کہ گینگ نمبر ۲ اپنے تمام آدمیوں سمیت نیست و نابود ہو گیا اور وہ سب بچ کر نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔

اور دوسری بات یہ کہ آج تک ہاراکاری کبھی اپنے مشن میں ناکام نہیں ہوئی مگر اس ملک میں آمد کے بعد پہلے ہی وار میں اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان سب باتوں سے وہ محسوس کر رہے تھے کہ علی عمران دنیا کی خطرناک ترین شخصیتوں میں سے ایک ہے اور وہ واقعی اگر قابو چڑھ جاتا ہے تو یہ ناکامی نہیں بلکہ عظیم کامیابی ہے۔

اسی لمحے انہوں نے باس کو چونکتے دیکھا۔ کیونکہ کمرے میں ہلکی سی سیٹی کی آواز گونج اٹھی تھی۔ باس نے بڑی پھرتی سے میز کی سائڈ میں لگے ہوتے ایک بٹن کو دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی کمرے کی دیوار کے ساتھ موجود ایک سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر عمارت کے بیرونی دروازے کا منظر نظر آ رہا تھا۔ کار گیٹ پر آ کر رکی تھی اور ڈرائیور اتر کر مسلح چوکیدار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سر رحمان بھی اس کے ساتھ تھے۔

گریٹ باس نے تیزی سے ایک اور بٹن دبا دیا اور بیرونی گیٹ پر جلنے والا سرخ رنگ کا بلب سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا۔ کلر تبدیل ہوتے ہی مسلح محافظ بھی مؤدب ہو گئے اور انہوں نے گیٹ کھول دیا۔ ڈرائیور اور سر رحمان تیزی سے مڑ کر کار میں بیٹھ گئے۔ اور کار عمارت کے اندر داخل ہو گئی اور پھر ایک راہداری پر گھومتی ہوئی عمارت کے کافی بڑے پورچ میں آ کر رک گئی۔

کار کے رکتے ہی چار مسلح آدمی کار کی طرف بڑھے اور پھر کار کا دروازہ کھول کر سر رحمان۔ ڈرائیور اور پچھلے دروازے سے علی عمران باہر نکل آیا۔ علی عمران کو دیکھتے ہی گریٹ باس کا چہرہ کھل گیا۔ عمران بڑی حیرت سے عمارت اور مسلح محافظوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ سر رحمان سے مخاطب ہوا۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا اس کی آواز آپریشن روم میں گونج رہی تھی۔

"ڈیڈی ہم کہاں آ گئے ہیں"

"جہنم میں" سر رحمان نے بڑے غصیلے انداز میں اسے ڈانٹتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر ڈیڈی یہ جہنم تو ایئر کنڈیشنڈ معلوم ہوتی ہے۔ دیکھئے جگہ جگہ ایئر کنڈیشنر لگے ہوئے ہیں"

عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔ اور سر رحمان اسے بڑی غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

"بڑے صاحب کو ہماری آمد کی اطلاع دے دو"

سر رحمان نے ایک محافظ سے مخاطب ہو کر بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"تشریف لائیے جناب بڑے صاحب آپ کا شدت سے انتظار

کر رہے ہیں" ایک محافظ نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

گریٹ باس نے عمران کو ٹریپ کرنے کے لئے پہلے ہی احکامات صادر کر دیئے تھے۔ چنانچہ عمران اور سر رحمان اس محافظ کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے مختلف راہداریوں سے گزر کر ایک دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ ڈرائیور بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔

"اندر تشریف لے جایئے جناب" محافظ نے مؤدبانہ انداز میں ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور پھر سب سے پہلے سر رحمان اس کے پیچھے عمران اور اس کے بعد ڈرائیور اندر داخل ہوا۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اس پر لوہے کی ایک چادر سی گر گئی۔ اب اس چادر کو ہٹائے بغیر دروازہ کسی قیمت پر کھل نہیں سکتا تھا۔

گریٹ باس نے دروازے پر شٹر گرانے کا بٹن دبایا تب ہی ایک فاتحانہ قہقہہ مارا اور آپریشن روم میں موجود غیر ملکیوں کے چہرے بھی کھل اٹھے کیونکہ اب عمران اس کمرے میں قید ہو چکا تھا۔ وہ سکرین پر دیکھ رہے تھے۔ کہ کمرے میں داخل ہوتے ہی عمران بڑے حیرت بھرے انداز میں ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا کیونکہ کمرہ قطعی طور پر ہر قسم کے ساز و سامان سے خالی تھا۔ وہ بڑے متعجب انداز میں سر رحمان اور ڈرائیور کی طرف دیکھنے لگا۔ ان دونوں کے چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"ڈیڈی یہ ہم کہاں آ گئے ہیں" عمران نے بڑی حیرت سے سوال کیا۔

"تمہارے ڈیڈی نے صحیح جواب دیا تھا۔ کہ یہ جہنم ہے" گریٹ باس کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

"کیا تم جہنم کے داروغہ ہو" عمران نے بڑی معصومیت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

"باس گوجیکال کی حماقت سے ہمارا مشن ناکام ہو گیا۔ مگر ہم اس کے بدلے عمران کو لے آئے ہیں"

ٹائیگر نے پہلی بار زبان کھولی اور اس بار اپنے اصل لہجے میں بولا تھا اور عمران نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"کیا تم سر رحمان نہیں ہو" عمران نے چونک کر دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے ٹائیگر سے سوال کیا۔

"اس ڈرامے کی ضرورت نہیں عمران۔ میں احمق نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ تم ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ یہ ٹائیگر بھی تمہارا ہی آدمی ہے اور یہ اس ڈرائیور کے روپ میں سیکرٹ سروس کا کوئی ممبر ہو گا"

گریٹ باس کی طنز سے بھرپور آواز گونجی اور باس کی اس بات پر نہ صرف ٹائیگر اور ڈرائیور چونک پڑے بلکہ آپریشن روم میں بیٹھے ہوئے غیر ملکی بھی حیرت سے اچھل پڑے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس میں تو نمبر ٹو ہوں" ڈرائیور نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں دوستو اتنی بڑی تنظیم کا سربراہ احمق نہیں ہو سکتا جیسے تم جیسے تھرڈ کلاس جاسوس اتنی آسانی سے دھوکا دے سکیں۔ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ اگر ٹائیگر تمہارا آدمی نہ ہوتا۔ تو ہمارا ایئرپورٹ کا مشن کبھی ناکام نہ ہوتا جیکال صرف اس لئے پکڑا گیا کہ ٹائیگر نے موقع

پر کارروائی نہیں کی تھی۔ اس لئے مجبوراً جیکال کو خود آگے بڑھنا پڑا۔ ورنہ وہ کبھی بھی اپنے آپ کو مشکوک نہ بناتا اور دوسری بات یہ کہ نمبر ٹو کے پاس کوئی ٹرانسمیٹر نہیں تھا۔ ٹرانسمیٹر صرف کار میں موجود تھا۔ وہ اگر مجھے کال کرتا تو کار ٹرانسمیٹر سے کرتا۔ مگر اس نے بتلایا تھا کہ ٹوائیلٹ سے ٹرانسمیٹر پر بات کر رہا ہے۔ یہ سب تمہاری سازش تھی۔ تم نے جیکال کو بھی قتل کر دیا ہے اور نمبر ٹو کو بھی۔ یقیناً ان میں سے کسی نے تمہیں ہیڈ کوارٹر اور مخصوص فریکونسی کے متعلق بتلا دیا ہے۔ تم لوگ ایک سازش کے تحت یہاں پہنچے ہو۔ میں تو نمبر ٹو کی کال سن کر ہی کھٹک گیا تھا۔ مگر میں اس لئے خاموش ہو گیا کہ کم از کم اس غلط فہمی میں عمران یہاں تو پہنچ جائے گا چنانچہ میری سکیم کامیاب رہی ہے اور اب تم تینوں اس کمرے میں قید ہو جہاں سے میرے حکم کے بغیر تمہاری روح بھی باہر نہیں نکل سکتی" گریٹ باس نے کہا۔

اور پھر عمران نے یوں اپنے سر پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا جیسے اسے اپنی حماقت پر افسوس ہو رہا ہو۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے باس" ٹائیگر اور نمبر ٹو دونوں نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"اگر مجھے غلط فہمی ہوئی ہے تب بھی کوئی بات نہیں۔ ٹائیگر تم اپنے مشن میں ناکام رہے ہو۔ اس لئے موت تمہارا مقدر بن چکی اور اسی طرح نمبر ٹو بھی اس مشن سے متعلق تھا۔ اس لئے اسے بھی موت کا ذائقہ چکھنا پڑے گا" باس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"یہ زیادتی ہے باس" ٹائیگر نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"نمبر ٹو اگر تم اصلی آدمی ہو تو میں بحیثیت گریٹ باس تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ہارا کاری کر لو"

گریٹ باس نے ٹائیگر کی بات کا جواب دینے کی بجائے نمبر ٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔ مگر ظاہر ہے نمبر ٹو کے روپ میں کیپٹن شکیل تھا۔ اس لئے وہ گریٹ باس کے حکم پر کیسے خودکشی کر سکتا تھا۔ اس لئے خاموش کھڑا رہا۔ عمران بھی اب سمجھ گیا کہ بات کھل گئی ہے اور وہ خود جال میں پھنس چکے ہیں اس لئے وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے انہیں جلد اس قید سے رہائی حاصل کر کے گریٹ باس کا ٹینٹوا دبانا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے گریٹ باس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جب تم سمجھ ہی گئے ہو کہ صورت حال کیا ہے تو پھر میں تمہیں الٹی میٹم دیتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ تمہاری موت پر رونے والا کوئی بھی نہ ہو گا۔ اس عمارت کو مکمل طور پر محاصرے میں لے لیا گیا ہے اور کسی بھی لمحے اس عمارت کو تباہ کیا جا سکتا ہے"

عمران کے لہجے میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔

"یہ تمہاری خام خیالی ہے مسٹر عمران اب سے چند منٹ بعد تم موت کا شکار ہو چکے ہو گے اور ہم خفیہ طور پر یہ عمارت خالی کر جائیں گے"

گریٹ باس نے جواب دیا اور دوسرے لمحے اس نے میز پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی اس کمرے کی چھت آہستہ آہستہ نیچے اترنی شروع ہو گئی اور گریٹ باس اور غیر ملکی بڑی دلچسپی سے یہ تماشا دیکھنے لگے۔ فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اور سب کو معلوم تھا کہ چند

منٹ بعد چھت فرش سے مل جائے گی اور ان تینوں کی ہڈیاں تک چپٹی ہو جائیں گی۔

عمران نے بھی چھت کے نیچے ہوتے ہی صورت حال کو بھانپ لیا تھا۔ اس نے بڑی تیز نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا مگر چاروں طرف دیواریں سپاٹ تھیں جس دروازے سے وہ اندر داخل ہوئے تھے۔ اسے بھی لوہے کی دبیز چادر نے ڈھانپ دیا تھا۔ اور چھت آہستہ آہستہ نیچے ہوتی جا رہی تھی موت کا خونی پنجہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ٹائیگر اور کیپٹن شکیل بڑی الجھی ہوئی نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ اب عمران ہی بچاؤ کی کوئی تدبیر کر سکتا تھا۔ ورنہ بظاہر تو ایسی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ مگر اب عمران بھی بھلا کیا کر سکتا تھا۔ بچاؤ کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمران نے اسی لمحے گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچ کر جولیا کو خطرے کا کاشن دے دیا۔ مگر اتنا وہ بھی جانتا تھا کہ عمارت میں مسلح افراد کی تعداد کافی سے زیادہ ہے لہٰذا جب تک سیکرٹ سروس ان سب سے نپٹ کر گریٹ باس تک پہنچے گی۔ ان کی ہڈیاں چپٹی ہو چکی ہوں گی۔ چھت اسی رفتار سے نیچے ہوتی چلی آ رہی تھی۔ اور اب تو وہ ان کے قدوں سے صرف چند فٹ اونچی رہ گئی تھی۔ کمرے میں بدستور گریٹ باس کے فاتحانہ قہقہے گونج رہے تھے۔

صفدر۔ فیاض اور بلیک زیرو کو مشین گنوں کی زد میں ایک چھوٹے سے کمرے میں دھکیل دیا گیا۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ صفدر بڑی حیرت بھری نظروں سے بلیک زیرو کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جو اس وقت فوکس کے میک اپ میں تھا۔ فیاض کو بھی ابھی تک علم نہیں تھا کہ سر رحمان دراصل صفدر ہے اور نہ ہی بلیک زیرو کو معلوم تھا۔ وہ دونوں اسے اصل سر رحمان سمجھ رہے تھے اور صفدر کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ اس غیر ملکی کے روپ میں ایکسٹو خود ان کے ساتھ موجود ہے۔

"کیا تم مجرموں کے ساتھی ہو"۔ صفدر نے بلیک زیرو سے سوال کیا لہجہ ابھی تک سر رحمان والا ہی تھا۔

"نہیں میرا مجرموں سے کوئی تعلق نہیں ہے"

بلیک زیرو نے اصل لہجے میں جواب دیا۔ ان کی گفتگو پہلی بار ہوئی تھی۔ اس لئے بلیک زیرو اصل لہجے میں بولا تھا۔ وہ اس بے بسی کی حالت میں اپنے آپ کو ایکسٹو ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔

"مگر تم ہو تو غیر ملکی"۔ صفدر نے الجھے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں میں میک اپ میں ہوں"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔ وہ سوچ

رہا تھا کہ اب انہیں بھی کوئی قدم اٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ عمران کسی بھی لمحے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہونے والا تھا۔ اور ہوسکتا ہے اسے امداد کی ضرورت ہو۔

"میک اپ میں —— مگر تم کون ہو کیا سیکرٹ سروس کے ممبر ہو۔"

صفدر میک اپ کا سن کر حیرت سے اچھل پڑا۔

"نہیں میرا سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو عمران کا ساتھی ہوں۔"

بلیک زیرو نے بات ٹالنے کے لیئے کہا۔

"عمران کا ساتھی —— تو کیا عمران نے ٹائیگر کے علاوہ اور بھی کوئی ساتھی رکھا ہوا ہے۔ کیونکہ ٹائیگر تو میرے میک اپ میں ایئرپورٹ گیا ہوا ہے۔"

صفدر کی حیرت مزید بڑھ گئی اور اس کے اس فقرے پر بلیک زیرو بھی چونک پڑا۔ کیونکہ ٹائیگر تو سر رحمان کو کسی طرح بھی نہیں جان سکتا تھا۔ اس کا علم سیکرٹ سروس کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔

"کیا تم سیکرٹ سروس کے ممبر ہو۔ اگر ایسا ہے تو جلد بتلاؤ تاکہ ہم مل کر اپنی کارروائی کا آغاز کر سکیں۔"

بلیک زیرو نے بغور صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ صفدر نے پہلے تو سوچا کہ اس میں بھی مجرموں کا کوئی فریب نہ ہو پھر اس نے سوچا کہ اب مزید سر رحمان بنے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس بار صفدر اپنی اصلی آواز میں بولا۔

"میں تمہارے متعلق مطمئن نہیں ہوں پہلے تم میرا اطمینان کراؤ۔ اور صفدر نے سوچا کہ اگر یہ واقعی عمران کا ساتھی ہے تو اس کی آواز پہچانی جائے گی۔"

صفدر کے اصلی لہجے میں بولتے ہی فیاض بھی حیرت سے چونک پڑا۔ اور

بلیک زیرو بھی چونک پڑا۔ کیونکہ وہ صفدر کی آواز پہچان گیا تھا۔

"تم صفدر ہو کیا عمران نے سر رحمان کے میک اپ میں تمہیں یہاں بھیجا ہے۔"

بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں میں صفدر ہوں۔ سر رحمان عمران کی تحویل میں ہیں۔"

صفدر کو اب اطمینان ہو گیا تھا۔ اس لیئے اس نے اعتراف کر لیا مگر وہ ابھی تک الجھن میں تھا کہ یہ کون ہے۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔" بلیک زیرو نے اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے کہا وہ عمران کے اس اقدام کے پس منظر کو سمجھ گیا تھا۔

"کیا تم اصلی فیاض ہو۔" بلیک زیرو نے اس بار فیاض سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ عمران نے فیاض کے میک اپ میں کسی اور ممبر کو نہ بھیج دیا ہو۔

"میں تو فیاض ہوں مگر یہ سب چکر کیا ہے۔"

فیاض نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ حیرت انگیز انکشافات کی وجہ سے اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ مگر نہ ہی اس کے سوال کا جواب بلیک زیرو نے دیا اور نہ ہی صفدر نے۔ بلیک زیرو تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا دروازہ باہر سے بند تھا۔ اس میں آٹومیٹک لاک موجود تھا اور باہر شاید کوئی مسلح آدمی پہرہ بھی دے رہا تھا۔ بلیک زیرو نے اپنے قلم کی نوک میں چٹکی بھری اور دوسرے لمحے ایک پیپر پن اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے صفدر کو تیار رہنے کا اشارہ کیا اور پھر اس پن کو لاک میں ڈال کر اس کا ابھرا ہوا سرا انگوٹھے سے دبا دیا۔ یہ پن مخصوص ٹائپ کی تھی اس کا سرا دبتے ہی پن میں سے ایک رقیق سے مادے کے چند قطرے نکل کر لاک

میں گر سے اور بلیک زیرو نے پن واپس کالر میں لگا لیا۔

چند لمحوں کے انتظار کے بعد بلیک زیرو نے بڑے آرام سے لاک کا ہینڈل دبایا اور دروازہ ایک جھٹکے سے کھول دیا۔ پن سے نکلنے والے سیال کے چند قطروں نے لاک کے اندر کا تمام سسٹم گلا دیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے باہر کھڑے ہوئے مسلح آدمی کو جو دروازے کی طرف پشت کئے کھڑا تھا گردن سے پکڑ کر اندر گھسیٹ لیا اور صفدر نے پھرتی سے اس کے ہاتھ سے مشین گن چھین لی۔ جیسے ہی صفدر نے مشین گن جھپٹی۔ بلیک زیرو نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ شخص تڑپ کر سیدھا ہونے ہی لگا تھا کہ صفدر نے پوری قوت سے مشین گن کا بٹ اس کے سر پر دے مارا۔ ضرب اتنی قوت سے پڑی تھی کہ پہلی ہی ضرب نے اس کے سر کے کئی ٹکڑے کر دیئے تھے۔

"چلو باہر" صفدر نے مشین گن سیدھی کرتے ہوئے کمرے سے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ خود سب سے پہلے کمرے سے باہر نکلا۔ بلیک زیرو اور فیاض اس کے پیچھے تھے۔ بلیک زیرو نے لیڈ کرنا چاہا۔ مگر پھر سوچا ہو سکتا ہے صفدر انکار کر دے چنانچہ وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔ کمرے سے باہر نکلتے ہی صفدر نے ادھر ادھر دیکھا راہداری سنسان پڑی تھی۔ وہ تینوں دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اس طرف بڑھتے چلے گئے جدھر آپریشن روم تھا۔ راہداری مڑتے ہی وہ رک گئے۔ کیونکہ موڑ پر دو آدمی موجود تھے۔ صفدر نے بلیک زیرو اور فیاض کو ان پر حملہ کرنے کا اشارہ کیا اور خود مشین گن ہاتھ میں پکڑے وہیں رک گیا۔

بلیک زیرو کے پاس اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ صفدر

کے احکامات پر عمل کرے وہ دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا کہ صفدر کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ایکسٹو کو احکامات دے رہا ہے تو اس کی حالت کیا ہو گی بہرحال اس نے فیاض کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ دونوں اپنی جگہ سے اچھل کر ان دونوں مسلح آدمیوں پر جا پڑے۔ بلیک زیرو نے تو ایک لمحے میں اپنے شکار کو قابو کر لیا مگر فیاض کا شکار کچھ زیادہ ہی پھرتیلا ثابت ہوا کیونکہ اس نے جھٹکا دے کر فیاض کو دوسری طرف الٹا دیا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی مزید حرکت کرتا صفدر نے مشین گن کا بٹ اس کی کھوپڑی پر آزمایا اور وہ آدمی فرش پر ڈھیر ہو گیا اس دوران بلیک زیرو اپنے شکار کی گردن توڑنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ ان دونوں کے ڈھیر ہوتے ہی بلیک زیرو اور فیاض نے ان کی مشین گنیں اٹھا لیں اور پھر وہ تیزی سے نچلی منزل کی سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ اسی لمحے انہیں دور سے فائرنگ کی آوازیں آتی سنائی دیں اور وہ تینوں چونک پڑے۔

"سیکرٹ سروس نے حملہ کر دیا ہے" صفدر نے چونک کر کہا اور پھر وہ تیزی سے آپریشن روم کی طرف بھاگتے چلے گئے۔ اب محتاط رہنے کا وقت نہیں رہا تھا اس لئے راستے میں جو بھی آیا گولیوں سے بھونتے چلے گئے۔ اب بلیک زیرو سب سے آگے تھا کیونکہ آپریشن روم کے محل وقوع کا اسے علم تھا۔ اب بلڈنگ میں بھگدڑ مچ چکی تھی اور پھر جلد ہی وہ تینوں آپریشن روم کے قریب پہنچ گئے۔ آپریشن روم کا دروازہ بند تھا صفدر نے اس کے لاک پر مشین گن کا فائر کھول دیا اور پھر لات مار کر اس نے دروازہ کھول دیا اور وہ تینوں اچھل کر کمرے میں داخل ہو گئے۔ آپریشن روم چونکہ ساؤنڈ پروف تھا اور وہ سب عمران کی موت کا تماشا دیکھنے میں مصروف تھے اس لئے انہیں ان کی

آمد کا علم نہ ہو سکا۔ صفدر اور بلیک زیرو کی گنوں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر قہقہے لگانے شروع کر دیئے۔ غیر ملکی سنبھلتے سنبھلتے فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ البتہ باس کے شیشے کے کیبن پر گولیوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ گریٹ باس نے جب حملہ آوروں کو دیکھا تو وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ تیزی سے کیبن کی سائیڈ کی طرف بھاگا اور پھر اس نے ایک ہینڈل کھینچ لیا اور دوسرے لمحے وہ پورا کیبن کسی لفٹ کی طرح اوپر بلند ہونا شروع ہو گیا اس دوران بلیک زیرو کی نظر سکرین پر پڑ چکی تھی۔ جہاں عمران۔ سر رحمان اور ایک غیر ملکی لیٹے ہوئے تھے اور چھت ان سے صرف دو فٹ اونچی رہ گئی تھی بلیک زیرو کو صورت حال کی نزاکت کا احساس ہو گیا تھا چنانچہ وہ برق رفتاری سے اس مشین کی طرف بڑھا جس پر وہ سکرین فٹ تھی اور دوسرے لمحے اس نے مشین گن کا پورا برسٹ اس مشین پر خالی کر دیا۔ مشین ایک دھماکے سے پھٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی سکرین بھی تاریک ہو گئی۔

"صفدر تم عمران کا پتہ کرو میں باس کے پیچھے جاتا ہوں"

بلیک زیرو نے چیخ کر کہا اور پھر جھپٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

صفدر نے ایک نظر آپریشن روم پر ڈالی اور پھر وہ فیاض کو وہیں رکنے کا اشارہ کر کے تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ کمرے سے باہر آتے ہی اسے راہداری میں ایک مسلح آدمی دوڑتا ہوا اپنی طرف آتا دکھائی دیا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ شاید اب گریٹ باس کو حملے کی اطلاع دینے آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے" صفدر نے چیخ کر پوچھا۔

"وہ۔ وہ وہاں کچھ لوگوں نے حملہ کر دیا ہے تمام چوکیداروں کو قتل کر کے

وہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان کے پاس دستی بم بھی ہیں۔" اس نے بوکھلا کر جواب دیا اسے یہ خیال بھی نہیں رہا کہ وہ اس وقت کس سے مخاطب ہے۔

"باس کو اطلاع مل چکی ہے تم فوراً مجھے وہاں لے چلو جہاں قیدی موجود ہیں" صفدر نے اسے سخت لہجے میں حکم دیتے ہوئے کہا۔

"قیدی وہ تو روم نمبر فور میں ہیں۔ اس طرف راہداری کے آخری کونے میں" آنے والے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور صفدر کے لئے یہی کافی تھا۔ اس نے دوسرے لمحے ٹریگر دبا دیا اور راہداری آنے والے کی چیخوں اور گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ صفدر نے اچک کر اس کی گن اٹھائی اور پھر راہداری کے آخری کونے کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہاں اس وقت اور کوئی آدمی بھی موجود نہیں تھا۔ وہ سب شاید حملہ آوروں سے نپٹنے میں مصروف تھے۔ صفدر دوڑتا ہوا راہداری کے آخری کونے میں پہنچا تو ایک دروازے کے اوپر چار نمبر لکھا ہوا نظر آ گیا۔ دروازے پر لوہے کی ایک دبیز چادر چڑھی ہوئی تھی۔ صفدر نے مشین گن کا رخ چادر کی ایک سائیڈ میں کیا۔ اور پھر نیچے سے اوپر تک مسلسل فائرنگ کرتا چلا گیا۔ اس طرح کا عمل اس نے چادر کی دوسری سائیڈ میں کیا۔ اور پھر چادر کے اوپر اس نے دائیں سے بائیں گولیاں چلا دیں۔ چادر کے اوپر یوں سوراخ ہوتے چلے گئے جیسے کسی نے پنچ کر دیا ہو۔ اور پھر صفدر نے جیسے ہی چادر کو ایک سائیڈ سے پکڑ کر کھینچا پوری کی پوری چادر ٹوٹ کر راہداری میں آ گری۔ اندر دروازہ موجود تھا۔ صفدر نے فائرنگ کر کے اس کا لاک توڑا۔ مگر دروازے کے اندر ایک اور چادر موجود تھی۔ صفدر نے اس چادر کی نچلی سائیڈ پر وہی پہلے والا عمل دوہرایا۔ اور چادر کا نچلا کونا ٹوٹ گیا۔

"عمران صاحب باہر آجائیں"
صفدر نے چیخ کر کہا اور دوسرے لمحے عمران رینگتا ہوا دروازے سے باہر نکل آیا۔ اندر چھت بدستور فرش سے دو فٹ پر موجود تھی۔ مشین ٹوٹنے سے چھت جہاں موجود تھی وہیں رک گئی تھی۔ عمران کے بعد کیپٹن شکیل اور ٹائیگر بھی رینگ کر باہر نکل آئے۔ صفدر نے دو سنز جی گن عمران کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

"گریٹ باس کہاں ہے" عمران نے راہداری میں سیدھا ہوتے ہی سوال کیا۔

"وہ شیشے کے کیبن سمیت اوپر چڑھ گیا تھا۔ آپ کا ساتھی جو غیر ملکی کے روپ میں تھا اس کے پیچھے گیا ہے" صفدر نے جواب دیا۔

"میرا ساتھی" عمران نے حیرت زدہ لہجے میں کہا اور پھر دوسرے لمحے اس کے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا۔ اسے بلیک زیرو کا خیال آگیا۔ جسے ہیڈ کوارٹر میں موجود ہونا چاہیئے تھا۔

عمارت میں فائرنگ ابھی تک ہو رہی تھی۔ پھر وہ سب لوگ دوڑتے ہوئے واپس آپریشن روم تک آئے تو وہاں جولیا اور دیگر ممبران موجود تھے۔ ان میں سے تنویر اور نعمانی زخمی ہو چکے تھے۔ تنویر کی ٹانگ اور نعمانی کا سر زخمی تھا۔

"کیا سب مجرم ختم ہو گئے ہیں" عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔
"ہاں عمران صاحب۔ بڑے سخت مقابلے کے بعد ہم کامیاب ہو گئے ہیں" جولیا نے جواب دیا۔
"تم سب عمارت میں پھیل جاؤ۔ اور ہر کمرے کی تلاشی لو۔ کوئی بھی آدمی

نظر آئے تو اسے فوراً گولی مار دینا۔ میں اوپر باس کے پیچھے جاتا ہوں"
عمران نے کہا اور پھر وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر کی منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی وہ عمارت کی چھت پر پہنچ گیا۔ عمارت کی چھت پر جدید قسم کا ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ جس کی مشین چل رہی تھی۔ شیشے کا کیبن بھی چھت پر ابھرا ہوا تھا۔ اور چھت کے پرلے کونے پر دو آدمی آپس میں گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ عمران تیزی سے بھاگتا ہوا اس کونے کی طرف گیا۔ وہ دونوں غیر ملکی تھے۔ اور پھر ایک لحیم شحیم غیر ملکی نے دوسرے کو اٹھا کر نیچے پھینکنا چاہا۔ عمران ان پر ایک نظر ڈالتے ہی سمجھ گیا۔ کہ ان میں بلیک زیرو کون سا ہے، کیونکہ بلیک زیرو کا جسم خاصا سمارٹ تھا۔ جبکہ دوسرا کافی سے زیادہ دیوہیکل تھا اور اس وقت بلیک زیرو ہی دوسرے کے ہاتھوں اٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے نیچے پھینکنا ہی چاہتا تھا۔ کہ عمران نے دور سے ہی چھلانگ لگائی۔ اور پھر اس نے باس کے ہاتھوں پر اٹھے ہوئے بلیک زیرو کا بازو پکڑ کر اسے گھسیٹ لیا۔ اس اچانک کھنچاؤ سے وہ دونوں ہی چھت پر گر گئے۔ عمران بھی نیچے گر پڑا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ عمران اٹھ کر باس کو پکڑتا باس دوڑتا ہوا شیشے کے کیبن کی طرف بڑھا۔

"ٹھہر جاؤ۔ ٹھہر جاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا" عمران نے چیخ کر کہا۔ مگر باس دوڑتا ہوا شیشے کے کیبن میں داخل ہو گیا۔ اور دوسرے لمحے کیبن فرش میں دھنستا چلا گیا۔ ہیلی کاپٹر ابھی تک چھت پر ہی موجود تھا۔

"بلیک زیرو تم یہیں ٹھہرو۔ میں باس کے پیچھے جاتا ہوں"
عمران نے چیخ کر کہا اور پھر برق رفتاری سے دوبارہ سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ اس کے پاؤں اتنی تیزی سے اٹھ رہے تھے کہ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ

سیڑھیاں اترنے کی بجائے کسی گیند کی طرح لڑھکتا ہوا نیچے جا رہا ہو۔ اور وہ جلد ہی آپریشن روم کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت آپریشن روم کے سامنے ہی تمام ممبر اکٹھے ہو چکے تھے۔

"اندر چلو" عمران نے چیخ کر کہا اور پھر وہ آپریشن روم میں داخل ہو گیا۔ شیشے کا کیبن وہاں موجود تھا۔ وہ بھی شاید ابھی وہاں پہنچا تھا۔ عمران نے کیبن پر گولیوں کی بارش کر دی۔ مگر وہ شیشہ بلٹ پروف تھا۔ کیونکہ گولیاں ٹکرا کر نیچے گر پڑتی تھیں۔

"عمران کو بظاہر تم جیت گئے ہو مگر یاد رکھو ہارا کاری کبھی ناکام نہیں ہوتی کانفرنس ہال کو تباہ کرنے کا منصوبہ تیار ہے اور جیسے ہی تمام سربراہ کانفرنس ہال میں اکٹھے ہوں گے۔ پورا ہال ایک دھماکے سے اڑ جائے گا۔ میرے آدمی کام کرتے رہیں گے میں البتہ ہارا کاری کر رہا ہوں اور ساتھ ہی تمہیں بھی تباہ کر جاؤں گا۔ میں پوری عمارت کو ڈائنامیٹ سے اڑا رہا ہوں۔ ہارا کاری زندہ باد"

باس نے چیخ کر کہا اس کا چہرہ جوش سے سرخ ہو گیا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی نیا قدم اٹھاتا۔ باس نے میز کی دراز ایک جھٹکے سے کھولی اور پھر اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نما آلہ باہر نکال لیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اس کے دو تین بٹن دبائے۔ اور دوسرے لمحے میز پر پڑا ہوا ریوالور اٹھا کر اپنی کنپٹی پر گولی چلا دی۔ پہلی ہی گولی اس کے سر کو پھاڑتے چلی گئی۔ اور وہ دھماکے سے نیچے گر پڑا۔

"بھاگو چھت کی طرف بھاگو عمارت تباہ ہونے والی ہے"

عمران نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ اندھا دھند آپریشن روم سے باہر نکلے۔

"صدر دروازہ اس طرف ہے" جولیا نے چیخ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"صدر دروازے پر پہنچنے کی بجائے چھت کی طرف چلو"

عمران نے سیڑھیوں کی طرف دوڑتے ہوئے کہا۔ اور اب عمارت میں زور دار گڑگڑاہٹ کی آوازیں آنے لگیں تھیں۔

"یہ تم مگر" جولیا شاید ابھی تک عمران کا مطلب نہیں سمجھ سکی تھی۔ کہ چھت پر جانے سے وہ کیسے بچ سکتے ہیں۔ عمران نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑا اور پھر تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ اس کے پیچھے ہی سب ممبر چڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اب عمارت لرزنے لگی تھی۔ برق رفتاری سے وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے چھت پر پہنچ گئے۔ جہاں وہ ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ جس کی مشینری چل رہی تھی۔ دروازے کھلے ہوئے تھے۔ عمران نے ان سب کو اٹھا کر بوریوں کی طرح ہیلی کاپٹر میں پھینکنا شروع کر دیا۔ کیونکہ باری باری چڑھنے کا اب وقت نہیں تھا۔ کسی بھی لمحے پوری عمارت دھماکے سے اڑ سکتی تھی۔ بلیک زیرو پہلے ہی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا تھا۔ پھر عمران اچھل کر پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور اس نے بڑی پھرتی سے ایک بٹن دبا دیا۔ ہیلی کاپٹر جو پہلے ہی رننگ پوزیشن میں تھا۔ بٹن دبتے ہی فضا میں بلند ہو گیا۔ اور اسی لمحے دھماکے ہونے شروع ہو گئے۔ اور پھر ہیلی کاپٹر عمارت سے تھوڑی ہی دور گیا ہو گا۔ کہ ایک سماعت شکن دھماکہ ہوا۔ اور پوری عمارت روئی کے گالوں کی طرح بکھر گئی۔ اگر انہیں چند سیکنڈ کی دیر ہو جاتی تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں نہیں بچا سکتی تھی۔ عمران نے اس بار بھی حاضر دماغی کا ثبوت دیا تھا۔ اگر وہ ہیلی کاپٹر والی ترکیب استعمال کرنے کی بجائے صدر دروازے کی طرف بھاگتے تو یقیناً مارے جاتے۔ اس لئے ہیلی کاپٹر میں ایک دوسرے

پر بوریوں کی طرح لدے ہوئے ممبرز عمران کی حاضر دماغی پر دل ہی دل میں
داد و تحسین کے ڈونگرے برسا رہے تھے۔

کانفرنس ہال میں خوب گھما گھمی تھی۔ مختلف ممالک کے سربراہ
باقاعدہ گارڈ کے پہرے میں ہال کے دروازے پر پہنچتے۔ دروازے پر موجود
پرائم منسٹر اور صدر مملکت ان کا استقبال کرتے اور پھر مہمان اپنے وفود
کے ہمراہ اپنی سیٹوں پر بیٹھ جاتے اوپر صحافیوں کی گیلری بھی کھچا کھچ بھری
ہوئی تھی۔ کانفرنس ہال میں تقریباً اڑتیس مسلم ممالک کے سربراہ اپنے وفود
کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ پوری دنیا سے آئے ہوئے صحافی اور فوٹوگرافر ان کے
علاوہ تھے۔ پوری دنیا کی نظریں اس کانفرنس ہال پر جمی ہوئی تھیں جہاں سے
ایک نئی مسلم طاقت کے سورج کو طلوع ہونا تھا۔

عمارت کے گرد تقریباً پانچ پانچ سو گز کے فاصلے تک تمام عمارتیں خالی
کرالی گئی تھیں اور وہاں مسلح افواج، پولیس، انٹی جنس اور سیکرٹ سروس کے
ممبران بکھرے ہوئے تھے۔ ہال کے اوپر دو فوجی ہیلی کاپٹر مسلسل پرواز کر
رہے تھے۔ گو حکومت کے علم میں ہارا کاری کے ہیڈ کوارٹر کی تباہی کی رپورٹ
آ چکی تھی اور گریٹ باس کی آخری دھمکی بھی ان کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔

مگر اب وہ کانفرنس کی جگہ تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہال پر کئی مہینوں
سے محنت کی جا رہی تھی۔ اور فوری طور پر اس کا متبادل تلاش نہیں کیا جا سکتا
تھا۔ صرف ایک ہی صورت تھی کہ کانفرنس ملتوی کر دی جائے مگر اس کے لئے
کوئی بھی تیار نہیں تھا۔ کیونکہ اس میں نہ صرف پاکیشیا کی زبردست بدنامی تھی۔
بلکہ وہ خواب بھی بکھر کر رہ جاتا تھا۔ جس کے لئے یہ سب کچھ کیا جا رہا تھا۔ البتہ
حفاظتی اقدامات پہلے سے بھی زیادہ سخت کر دیئے گئے تھے۔ اور ہال کی جدید
ترین مشینوں سے کئی بار بڑی باریک بینی سے چیکنگ بھی کر لی گئی تھی۔ مگر ہال
سے ایسی کوئی مشتبہ چیز نہیں ملی تھی۔ جس سے سمجھا جاتا کہ مجرموں نے ہال کو تباہ
کرنے کے لئے کوئی پلان بنایا ہے۔ عمران نے خود بھی بڑی باریک بینی سے
چیک کیا تھا۔ مگر اس کے باوجود جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا۔ اس کے
دل کی دھڑکن بڑھتی جا رہی تھی اس کی چھٹی حس کچھ زیادہ ہی شور مچا رہی تھی۔
عمران اور اس کے ساتھی کانفرنس ہال کے گیٹ کے بالکل قریب موجود تھے۔

"میرے خیال میں عمران صاحب، باس نے مرتے وقت ہم پر نفسیاتی داؤ آزمایا
ہے کہ وہ کانفرنس ہال کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہے۔ اس طرح شاید اس کا
مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ خوفزدہ ہو کر کانفرنس ملتوی کر دیں گے۔ اور ہارا کاری جو
مقصد اپنے عمل سے حاصل نہ کر سکی وہ اس نفسیاتی داؤ سے حاصل کر لے گی"۔
صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں بظاہر تو معلوم ایسا ہوتا ہے کیونکہ میں ہال کو اچھی طرح چیک کر چکا
ہوں اور پھر اس وقت کانفرنس ہال سے پانچ پانچ سو گز تک سخت ترین پہرہ
ہے۔ فالتو آدمی تو ایک طرف رہا۔ یہاں ہماری مرضی کے بغیر چڑیا بھی پر نہیں
مار سکتی۔ لیکن اس کے باوجود میری چھٹی حس بار بار کہہ رہی ہے کہ کچھ ہونے والا

ہے۔ ہارا کاری ایک انتہائی خطرناک تنظیم ہے۔ اس کے گریٹ باس نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ ضرور ہوگا۔ ہارا کاری آخر دم تک کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کی کوشش ضرور کرے گی۔"

عمران نے جواب دیا اور وہ سب خاموش ہو گئے۔ مہمان مسلسل آ رہے تھے۔ اور فی الحال ایسی کوئی پوزیشن نظر نہیں آ رہی تھی۔ جس سے اندازہ ہو سکتا کہ مجرم کس طرف سے وار کرنے والے ہیں۔ عمران کی تیز نظریں باری باری ہر فرد کا جائزہ لے رہی تھیں۔ مگر بے سود۔ شک کی کہیں کوئی گنجائش نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اس کے باوجود عمران کو یوں محسوس ہوتا تھا۔ جیسے بھیانک خطرہ اس کے سر پر منڈلا رہا ہو۔ وہ اس وقت بڑی بے بسی سی محسوس کر رہا تھا۔ کم از کم اگر معمولی سا اشارہ بھی معلوم ہوتا کہ مجرم کیا کرنا چاہتے ہیں تو شاید وہ اتنی بے بسی محسوس نہ کرتا مگر یہاں تو ایک معمولی سا کلیو بھی موجود نہیں تھا۔ بس خطرہ ہی خطرہ تھا۔ اور ویسے ہر چیز ٹھیک ٹھاک تھی۔ کہیں بھی شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اور پھر آخری مہمان بھی کانفرنس ہال کے دروازے پر پہنچ کر اترے۔ صدر مملکت اور پرائم منسٹر نے ان کا استقبال کیا۔ اور پھر انہیں لئے ہوئے ہال کے اندر چلے گئے۔

عمران نے اپنے ساتھیوں کو پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر وہ سب کانفرنس ہال میں داخل ہو گئے۔ اپنی وہاں موجودگی کا انتظام وہ پہلے ہی کر چکا تھا۔ اس کے ذہن میں صرف یہ بات تھی۔ کہ جو کچھ ہو گا۔ ہال کے اندر ہی ہو گا۔ اس لیے ان کی ہال کے اندر موجودگی ضروری تھی۔ سب وفود اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ چکے تھے۔ پرائم منسٹر نے کرسی صدارت سنبھالی اور ہال تالیوں سے گونج اٹھا

کانفرنس سے پہلے اجلاس کا افتتاح ہونے والا تھا۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور دو خوب صورت بچے ہاتھوں میں گلدستے لئے اندر داخل ہوئے۔ یہ پاکیشیا کے عوام کی طرف سے کانفرنس کی کامیابی کیلئے خیرسگالی کا مظاہرہ تھا وہ دونوں بچے گلدستے ہاتھ میں لئے آہستہ آہستہ صدارتی میز کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے اور ہال میں موجود وفود ان کا استقبال ہلکی ہلکی تالیوں سے کر رہے تھے۔

صدارتی میز کی پشت پر عمران اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ عمران بڑے گومگو کے عالم میں کھڑا تھا۔ کانفرنس کا افتتاح ہونے والا تھا۔ مگر مجرموں کا دعویٰ بھی اس کے ذہن میں گونج رہا تھا۔ وہ بڑی تیز نظروں سے ہال کا جائزہ لے رہا تھا۔ کہ اچانک وہ بری طرح چونک پڑا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے بھاگتا ہوا ایک بچے کی طرف بڑھا جو صدارتی میز کے قریب پہنچ کر گلدستہ میز پر رکھنے ہی والا تھا۔ پرائم منسٹر کھڑے ہو کر تالی بجا رہے تھے کہ عمران کو بھاگتا ہوا دیکھ کر ہال میں یکدم خاموشی طاری ہو گئی وہ سب بڑی حیرت بھری نظروں سے عمران کو دیکھ رہے تھے۔ عمران نے جھپٹ کر وہ گلدستہ اٹھایا مگر گلدستے کے ساتھ چیکڈ کی مخصوص پرچی دیکھ کر اس نے گلدستہ واپس میز پر رکھ دیا۔ دوسرے گلدستے کے ساتھ بھی چیکڈ کی چٹ منسلک تھی۔

"کیا بات ہے" پرائم منسٹر نے اس کی اس طرح دخل اندازی کا برا مانتے ہوئے کہا

عمران نے پرائم منسٹر کو جواب دینے کے لئے جیسے ہی نظریں گھمائیں وہ بری طرح اچھل پڑا اور دوسرے لمحے اس نے ایک بچے کو ہاتھوں پر اٹھا لیا اور پھر اس نے بڑی بے دردی سے اس خوب صورت بچے کو میز کے سامنے

فرش پر لٹا کر اپنا گھٹنا اس کے سینے پر رکھ دیا اور دوسرے لمحے بڑی پھرتی سے اس نے جیب سے ایک تیز خنجر نکال لیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بچے کو ابھی اس خنجر سے قتل کر دے گا۔

"کیا کر رہے ہو کیا کر رہے ہو پکڑو پکڑو" پرائم منسٹر کے ساتھ ساتھ باقی لوگ بھی بُری طرح چیخ اٹھے۔ مگر اس سے پہلے کہ عمران کو اس کی اس بھیانک حرکت سے روک سکتے۔ عمران نے خنجر کی نوک بچے کی گردن پر رکھ کر پوری تیزی سے ہاتھ کو جھٹکا دیا اور پھر سہمے ہوئے بچے کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکل گئی۔ اس کی چیخ اتنی دردناک تھی کہ ہال میں موجود ہر فرد کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ عمران کے ساتھی عمران کی یہ حرکت دیکھ کر غصے اور رنج کے مارے پاگل ہو گئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ عمران پاگل درندہ بن چکا ہے اور غنیمت یہ تھا کہ ان کے پاس اسلحہ نہیں تھا ورنہ یقیناً وہ عمران کو گولیوں سے چھلنی کر دیتے۔

عمران نے بچے کی گردن چیر کر دوسرے ہاتھ کو اس کی گردن میں گھسا دیا اور پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں ہال میں موجود افراد نے تیزی سے بڑھ کر عمران کو گرفت میں لینا چاہا۔

"ہٹ جاؤ ہٹ جاؤ۔ میرے ہاتھ میں بم ہے" عمران نے چیخ کر کہا اور وہ سب لوگ خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ عمران کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشیانہ چمک تھی۔ اس نے ہاتھ میں ایک پنسل سار پر جتنا آلہ پکڑا ہوا تھا۔ جو خون سے لتھڑا ہوا تھا۔ عمران نے خنجر کی نوک اس آلے میں ڈالی اور پھر اسے تیزی سے گھما دیا۔ دوسرے لمحے اس آلے میں سے دھواں سا نکلنے لگا۔ اور عمران کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات چھلکتے چلے گئے بچہ ابھی تک فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ بچے کو ہسپتال لے جاؤ۔ فوراً" عمران نے چیخ کر

اپنے ساتھیوں سے کہا اور انہوں نے جھپٹ کر بچے کو اٹھایا اور ہال کے دروازے کی طرف بھاگ پڑے۔

"جناب صدر اور معززین۔ میں اس درندگی کے لئے آپ سب سے معافی کا خواستگار ہوں مگر اس کے لئے میں مجبور تھا۔ اگر میں یہ درندگی نہ کرتا تو نہ ہی بچہ بچتا اور نہ ہم میں سے کوئی شخص۔ مجرموں نے اس کانفرنس ہال کو تباہ کرنے کی دھمکی دی تھی۔ انہوں نے اس کے لئے ایک قطعی انوکھا پلان بنایا ہے انہوں نے شاید اس بچے کو اغوا کیا اور پھر اس کی گردن میں یہ جدید ترین قسم کا بم داخل کر کے ٹانکے لگا دیئے۔ یہ بم وائرلیس سے چلتا ہے اور کسی بھی لمحے مجرم اپنی جگہ پر بیٹھے بٹن دبا دیتے تو یہ بم پھٹ جاتا۔ یہ بم اتنا پاورفل ہے کہ اگر یہ پھٹ جاتا تو یہ پورا کانفرنس ہال ایک دھماکے سے اڑ جاتا۔ پرائم منسٹر صاحب کی بات کا جواب دینے کے لئے جیسے ہی میں نے نظریں گھمائیں۔ مجھے گردن پر زخموں کے نشانات اور ان کے اندر یہ ابھری ہوئی جگہ نظر آ گئی۔ اگر بچے کو ہال سے لے جا کر ہسپتال میں بم نکالا جاتا تو شاید دیر ہو جاتی۔ نجانے مجرم کس وقت بٹن دبا دیتے اس لئے مجھے فوری طور پر اس درندگی پر آمادہ ہونا پڑا۔ میں نے اس بم کا میکنزم ناکارہ کر دیا ہے اور کانفرنس ہال پر منڈلانے والا خطرہ دور ہو چکا ہے۔ آپ اطمینان سے کانفرنس جاری رکھیں۔ میں ایک بار پھر اپنی اس حرکت کے لئے سب سے معافی کا خواستگار ہوں۔ بچے کے متعلق آپ فکرمند نہ ہوں بچہ یقیناً بچ جائے گا" عمران نے اپنی حرکت کی وضاحت کی۔ اور وہ ناکارہ بم ثبوت کے طور پر صاحبِ صدر کی میز پر رکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ہال میں موجود تمام افراد عمران کی یہ بات سن کر حیرت سے سن رہ گئے اور پھر جب انہیں احساس ہوا کہ عمران نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے تو ان سب

نے اتنے زور سے تالیاں بجائیں کہ پورا ہال ان کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ سیکرٹ سروس کے ممبران اور پرائم منسٹر بڑے فخریہ نظروں سے عمران کو دیکھ رہے تھے۔

"جس قوم میں ایسے ذہین اور حاضر دماغ افراد موجود ہوں ایسی قوم زندگی کے کسی میدان میں پیچھے نہیں رہ سکتی۔ میں اس نوجوان کے ساتھ ساتھ اس قوم کو بھی مبارکباد دیتا ہوں جس نے ایسے فرد کو جنم دیا ہے"

ایک سربراہ نے اٹھ کر کہا اور عمران یوں شرمایا گیا جیسے پہلی رات کی دلہن رونمائی کے وقت شرماتی ہے اور اس کی یہ حالت دیکھ کر سب کھکھلا کر ہنس دیئے۔

کانفرنس کی کارروائی کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس عظیم کانفرنس کی جس کی کامیابی پر عالم اسلام کی بقا کا انحصار تھا۔ اس کانفرنس کی جسے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہونے والی تھی اور اس عظیم ترین کامیابی کا ہیرو عمران کھڑا یوں آنکھیں پٹپٹا رہا تھا جیسے کسی الو کو پکڑ کر دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو اس نے ایک بار پھر اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر ثابت کر دیا تھا۔

ختم شد

مظہر کلیم ایم۔ اے

یکے از مطبوعات

یوسف برادرز

پبلشرز ، بک سیلرز

پاک گیٹ ○ ملتان